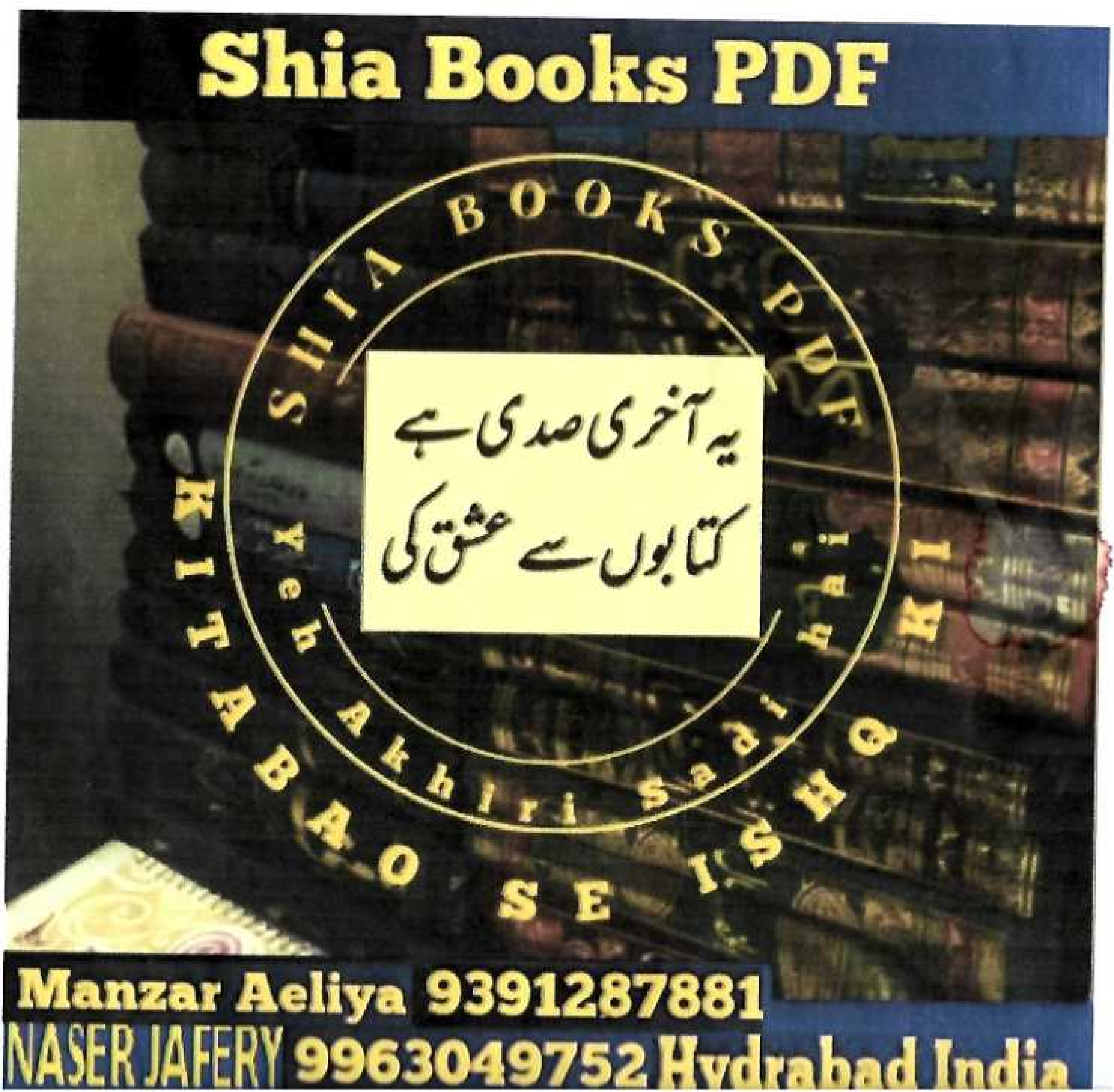
Shia Books PDF
SHIA BOOKS PDF
KITABAO SE ISHQ KI
Yeh Akhiri Sadi hai
یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی
Manzar Aeliya 9391287881
NASER JAFERY 9963049752 Hydrabad India

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلامُ الاِمام
اِمامُ الکلام

سیّد شائق حسین

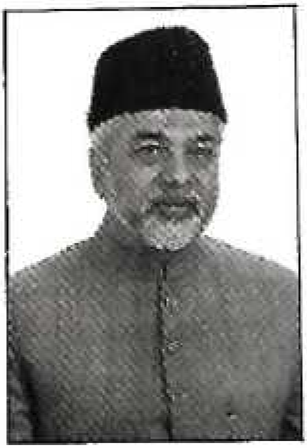

جناب سید شائق حسین صاحب نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے عربی ادب میں بدرجہ اعلیٰ ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ایک قلیل عرصہ تک عربی لکچرر کے فرائض انجام دیے، پھر میکگل یونیورسٹی (مانٹریال) اور جارج ٹاؤن یونیورسٹی (واشنگٹن) میں دوسری بار ایم۔اے اور پھر پی ایچ ڈی کیلئے علامہ حلی اور حضرت امام رضا علیہ السلام پر مقالے لکھے۔ سابق صدر امریکہ ولیم کلنٹن کے عہد میں آپ نے وہائٹ ہاؤز میں بھی خدمات انجام دیں۔

آپ اپنی اہلیہ محترمہ عذرا حسین صاحبہ اور صاحبزادیوں سارہ، تعظیم، بتول اور زینب کے ساتھ امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن کے نواح میں سکونت پذیر ہیں۔

بعض اپنے تفسیر لکھنے والے حضرات بھی نہ جانے کس مصلحت سے فضائل اہلبیت کی آیتوں کو یا نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان میں تعمیم پیدا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ شائق صاحب نے کمال تفسیری دیانت داری سے ہر آیت کی تفسیر میں حدیث معصوم پیش کر دی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ (مولانا مرزا محمد اطہر)

زیر نظر کتاب ''کلام الامام امام الکلام'' دانشمند محترم سید شائق حسین صاحب کی قلمی کاوش کا خوبصورت نمونہ ہے۔ جسمیں موصوف نے قرآن مجید کی چند منتخب آیات کی تفسیر بزبان معصومینؑ پیش کی ہے۔ ظاہر ہیکہ معصومین علیہم السلام کے سوا اور کسی کو حق بھی نہیں کہ وہ کلام اللہ کی تفسیر و تاویل کی جرأت کر سکے۔ ''کتاب مبین'' کی تشریح ''امام مبین'' ہی کر سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ (مولانا سید محبوب مہدی)

منتخبہ ہر آیت کی تفسیر میں صرف کلام معصوم نقل کیا گیا ہے۔ اور صرف ایسی آیتیں منتخب کی گئی ہیں کہ جن کی تفاسیر سواد اعظم کی تفاسیر سے مختلف، مشہور و معروف، مطلب سے الگ، غور و فکر کو اجاگر کرنے والی، حیران کن اور عجیب و غریب معانی و مفاہیم پر مشتمل ہیں۔

(اقتباس از دیباچہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلامُ الِامام

اِمام الکلام

سیّد شائق حسین

کتاب : ''کلام الامام امام الکلام''

موضوع : منتخبہ آیات قرآنی کی تفسیر میں
احادیث معصومین علیہم السلام

تالیف : سید شائق حسین

کمپیوٹر کتابت : کبیر احمد، گریٹ گرافکس، حیدرآباد
فون: 2440 - 2886

طباعت : کے۔وی۔اپا راؤ
امیج آفسیٹ پرنٹرس، حمایت نگر، حیدرآباد
فون: 2322 - 3645

سنہ اشاعت : ۱۴۲۴ھ ، ۲۰۰۳ء

ملنے کے پتے

Syed Shaiq Husain
15816 Buena Vista Dr
Rockville, MD 20855
USA
Tel : 301 - 417 - 0738
Cell : 301 - 802 - 3750

Syed A. Hussain Nayeem
22-7-455,
Purani Haveli, Hyderabad-500 002.
INDIA.
Tel : 2457-8909
Cell : 56271417

قیمت : بلاہدیہ

فہرست

نشان سلسلہ		صفحہ نمبر
۱	عکس تحریر مولائے کائنات	۱
۲	اِنتساب	۲
۳	دیباچہ	۳
۴	ایک عظیم خدمت (مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ)	۸
۵	تقریظ (مولانا سید محبوب مہدی صاحب قبلہ)	۹
۶	عکسِ تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام	۱۲
۷	کتاب ''کلام الامام۔امام الکلام''	۱۳_۱۸۷

عکس تحریر مولائے کائنات

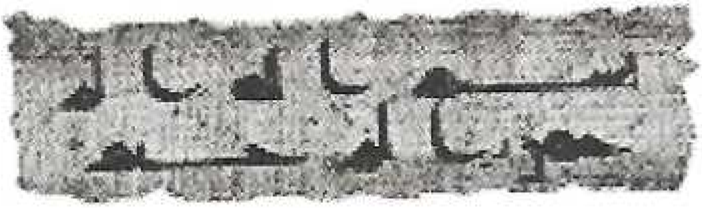

انتساب

والد محترم حضرت سید غازی حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی

اور

والدہ مرحومہ سیّدہ نواب بیگم اعلی اللہ مقامہا کے نام

جنھوں نے میرے قلب و ذہن میں مودتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ، غمِ سید الشہدا،
عشقِ علم و عرفان اور شعورِ ادب و تحقیق کے بیج بوئے۔

قارئین سے التماس ہیکہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ توحید کی تلاوت کر کے اسکا
ثواب والدہ مرحومہ کی روح کو ایصال فرمائیں۔ شکریہ

بسم الله الرحمن الرحیم

دیباچہ

اعوذبالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله والصلوة والسلام علی الرسول المسدد الی القاسم محمدؐ وآله الطیبین الطاهرین المعصومین و لعنة الله الدائمة علیٰ اعدائهم و غاصبی حقوقهم و منکری فضائلهم اجمعین

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهلبیتی ما ان تمسکتم بهمالن تضلوا بعدی ابدا ولن یفترقاحتی یردا علیّ الحوض** (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت واہلبیت۔ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آجائیں) اس ارشاد کے پیش نظر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے عرفان کیلئے جس طرح قرآن لازمی ہے اسی طرح قرآن کے مطالب و مفاہیم سمجھنے کیلئے ارشادات معصومین علیہم السلام لازم ولابد ہیں۔ان ارشادات کے بغیر قرآن فہمی مشکل نہیں ناممکن ہے۔لیکن یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن مجید اصلاح امت کیلئے ہے اور اسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو پھر نزول قرآن کا فائدہ ہی کیا ہوا؟! اسلامی روایات میں ہمیں اس سوال کا یہ جواب ملتا ہے کہ **انما یعرف القرأن من خوطب به** (قرآن مجید کی معرفت تامہ ان ہی ہستیوں کو حاصل ہے جو اس کے مخاطب ہیں) اسی لئے معصوم کا ارشاد ہے کہ ان تفسیر القرأن لا یجوز الا **بالاثر الصحیح والنص الصریح**

(قرآن مجید کی تفسیر حدیث صحیح اور نص صریح کے بغیر جائز نہیں) تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں امثال بیان فرمائی ہیں اور چونکہ اس کے مخاطب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا ہم اہلبیت تو ان باتوں کو ہمارے علاوہ کوئی اور سمجھ ہی نہیں سکتا۔اصول کافی میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ **ان الله جعلنا ابوابه و صراطه و سبيله والوجه الذی یوتی منه فمن عدل عن ولايتنا او فضل علينا غيرنا فانهم عن الصراط لناكبون** (اللہ سبحانہ وتعالی نے ہم اہلبیت کو اپنی معرفت تک رسائی کا در، راستہ سبیل اور جہت بنایا ہے اب اگر کوئی ہماری ولایت سے انحراف کرے یا ہمارے غیر کو ہم پر فضیلت دے تو وہ صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے) تقریباً اسی مضمون کی ایک اور حدیث مزید وضاحت کے ساتھ کتاب الاحتجاج طبرسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ''اللہ سبحانہ کو اس کا علم تھا کہ لوگ اس کے کلام میں اپنی رائے زنی سے تغیرات پیدا کرینگے اسی لئے اللہ نے اپنے کلام کو تین درجوں میں منقسم کیا۔ پہلا درجہ تو وہ ہیکہ جسکا مطلب عالم و جاہل سبھی جانتے ہیں۔ دوسرے درجہ کا کلام وہ ہیکہ جسکا مفہوم وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جنکے ذہن صاف، احساس لطیف اور تمیز صحیح ہے اور جنکے سینے اللہ سبحانہ وتعالی نے محاسن اسلام کے ادراک کیلئے کشادہ فرمادیئے ہیں۔ تیسرے درجہ کا کلام وہ ہیکہ جسکا مفہوم سوائے خود اللہ سبحانہ وتعالی، انبیاء اور الراسخون فی العلم کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، اور یہ درجہ بندی اسلئے فرمائی کہ جو لوگ غاصبانہ طور پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین بن بیٹھیں تو وہ علم قرآن کے دعویدار نہ ہوسکیں کیونکہ اللہ نے تو انہیں علم عطا ہی نہیں فرمایا لھذا جب قرآن مجید کے متعلق ان کے سامنے ایسے سوالات آئیں کہ جنکا وہ جواب نہ دے سکیں تو مجبوراً انہیں الراسخون فی العلم کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے (اس طرح معرفت امام کی حجت تمام ہوجائے اور کسی کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ وہ اپنے زمانے کے امام سے واقف نہ تھے)۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی اور چیز لوگوں کی عقلوں سے دور نہیں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ آیت کا پہلا جز کسی بارے میں ہے تو درمیانی جز کسی دوسرے بارے میں اور آخری جز کسی تیسرے بارے میں پھر آپؑ نے بطور مثال آیہ تطہیر تلاوت فرمائی کہ ان آیات کا سلسلہ **یا ایھا النبی قل لازواجك** سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر ہیکہ اس میں ازواج نبی کا تذکرہ ہے لیکن پھر **یانساء النبی لستن** والی آیت کے آخری حصہ میں اہلبیت علیھم السلام کا ذکر ہے اور اسکے بعد **واذکرن** والی آیت میں پھر ازواج نبیؐ سے خطاب ہے۔

قرآن مجید کے عام فہم الفاظ کے متعلق بھی ہم یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ان الفاظ سے اللہ سبحانہ

وتعالی کی مراد بعینہ وہی ہے جو ہم سمجھ رہے ہیں کیونکہ کتاب التوحید میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں کہ جن کی تنزیل وتاویل میں مطابقت نہیں ہے یعنے ان آیات کے مطالب ومفاہیم ان کے ظاہری الفاظ سے مختلف ہیں قرآن فہمی کیلئے صرف الفاظ اوران کے کوئی مخصوص ومحدود معنیٰ ہی سمجھ لینا کافی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ایک لفظ کہیں ایک معنیٰ میں استعمال ہوا ہے تو بعینہ وہی لفظ دوسرے مقام پراس سے مختلف معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد منقول ہیکہ **ماضرب رجل القرآن بعضه ببعض الاكفر** جس نے قرآن کے ایک حصہ کودوسرے کے مطابق سمجھ لیا وہ کافر ہوگیا حضوررسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے **اعربوا القرآن والتمسوا غرائبه** (قرآن کووضاحت کے ساتھ پڑھواوراس کے عجیب وغریب حیران کن مفاہیم کوتلاش کرو) ان حیران کن اورمعرفت بخش مفاہیم تک رسائی کیلئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں کیا جائے کیونکہ یہ ایک دوسرے کی تفسیر ہیں جس پر **لن يفترقا** (یہ ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے) کی مہر ثبت ہے

مختصر یہ کہ زیرنظر کتاب کلام الامام امام الکلام کی تالیف میں مذکورہ بالا احادیث وافکار میرے لئے مشعل راہ رہے ہیں منتخبہ ہرآیت کی تفسیر میں صرف کلام معصوم نقل کیا گیا ہے اورصرف ایسی آیتیں منتخب کی گئی ہیں کہ جن کی تفسیر سواداعظم کی تفاسیر سے مختلف، مشہورومعروف مطالب سے الگ غوروفکر کواجاگر کرنے والی حیران کن اورعجیب وغریب معانی ومفاہیم پر مشتمل ہیں۔اس تالیف پر اہل فکرونظر کی جانب سے دواعتراضات ہوئے پہلا اعتراض یہ تھا کہ کتاب کا نام کلام الامام امام الکلام صحیح نہیں ہے لیکن یہ بات غورطلب ہے کہ اگر میں اس تالیف میں کلام امام نقل کررہاہوں تو پھراسے کلام الامام کہنے میں کیا قباحت ہوسکتی ہے؟ خصوصاً جبکہ میں نے حتی المقدور کلام امام میں کہیں بھی کمی یا اضافہ نہیں کیا ہے البتہ جہاں کہیں مزید توضیح وتصریح کی ضرورت محسوس کی ہے وہاں تبصرہ مولف کی سرخی کے تحت علٰحدہ وضاحت لکھدی ہے جوظاہر ہے کہ حدیث کے متن کا جزنہیں ہے۔اس کے علاوہ جہاں ممکن ہوسکا ہے احادیث کی اصل عبارت عربی میں بھی نقل کردی ہے تاکہ عربی داں قارئین اصل حدیث سے ترجمہ کا مقابلہ کرلیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد **اذا حدثتم بحديث فاسندوه الىٰ الذى حدثكم فان كان**

حقالکم و ان کان کذبا فعلیه (جب تم کوئی حدیث بیان کروتو اس کے راوی کا ذکر بھی کردو جس نے تمہیں وہ حدیث سنائی ہے کیونکہ اگر وہ حدیث سچی ہے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اگر وہ جھوٹی ہے تو اس کا عذاب برگردن راوی ہے) کی تعمیل میں میں نے ہر جگہ کتابوں کے حوالے بھی دیدیئے ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ جب اس تالیف میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی موجود ہیں جو کلام الرسول ہیں تو پھر اسے کلام الامام کیسے کہا جاسکتا ہے؟ تو اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ ہمارے اعتقاد کے بموجب خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے زمانے کے امام تھے لھذا آپ کی احادیث بھی کلام الامام ہی قرار پاتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: **لقد تجلی الله لخلقه فی کلامه** (اللہ سبحانہ وتعالی اپنی مخلوق کیلئے اپنے کلام میں جلوہ گر ہے) یعنی قرآن مجید اللہ سبحانہ وتعالی کے علم کا آئینہ دار ہے لھذا جیسا اس کا علم لامحدود ہے اسی طرح قرآن مجید کی آیتوں کے مطالب ومفاہیم بھی لامحدود ہیں اس لئے کسی بھی آیت کی ایک تفسیر کو خواہ وہ کلام امام ہی کیوں نہ ہو یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ اس آیت کی بس یہی ایک تفسیر ہے کیونکہ روایات میں ہمیں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے ایک آیت کی کئی کئی تفاسیر بیان فرمائی ہیں جو ظاہر ہے کہ اپنے اپنے مقام پر سب ہی صحیح ہیں۔ تاہم میں نے اپنی اس تالیف میں صرف ان ہی تفسیری احادیث پر اکتفا کی ہے جنمیں ظاہری مفہوم سے ہٹ کر کوئی باطنی معانی ہوں بہرحال کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اگر آپ کو پسند آئے تو ان معصوم ہستیوں کی مدح وثنا کیجئے جن کا یہ کلام ہے اور جہاں کہیں آپ کو ترجمہ وتدوین میں اغلاط و نقائص نظر آئیں تو میرے لئے نشاندہی فرما کر میرے حق میں عفو ومغفرت کی دعا فرمائیں۔

میں خطیب اکبر پروفیسر مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ دام ظلہ العالی (لکھنو) اور حجۃ الاسلام مولانا سید محبوب مهدی عابدی النجفی صاحب قبلہ (شکاگو) کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے گرانبہا مشورے دیئے بلکہ اس تالیف کے متعلق اپنی نگارشات سے بھی سرفراز فرمایا۔ میں حجۃ الاسلام سید محمد رضا عابدی صاحب قبلہ (علی پور) کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتابت کی تصحیح کا نہایت ہی اہم اور دشوار کام انجام دیا

میں اپنے ان احباب کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مختلف ممالک سے میرے لئے وہ کمیاب اور نایاب کتابیں فراہم

کیں جن کے بغیر اس کتاب کی تالیف ممکن نہیں تھی۔

کتاب کی طباعت کیلئے والد محترم حضرت سید غازی حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے ایک کثیر رقم عطا فرمائی۔ جناب ہاشم نقوی صاحب، جناب اقبال علی بجن لال اور محترم اشرف علی صاحب نے بھی تعاون فرمایا۔ اگر مجھے اپنے برادر خورد جناب سید اشفاق حسین صاحب نعیم سلمہ کے تجربہ کارانہ مشورے حاصل نہ ہوتے تو اتنی قلیل مدت میں اتنی عمدہ طباعت کا تصور بھی محال تھا۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود انہوں نے نصف ماہ تک اپنے شب و روز کا ایک معتد بہ حصہ اس کتاب کی طباعت کیلئے وقف کر دیا تھا۔ میں اپنی اہلیہ اور لڑکیوں کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہو جنہوں نے کتاب کی تالیف و طباعت کے دوران مجھے گھریلو مصروفیات سے بے نیاز رکھا۔ پروردگار عالم کی بارگاہ میں میں بواسطۂ محمد و آل محمد علیہم السلام دست بہ دعا ہوں کہ خداوند عالم ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

سید شائق حسین
میری لینڈ، امریکہ

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ
۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء

ایک عظیم خدمت

[خطیب اکبر پروفیسر مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ مدظلہ العالی (لکھنو)]

جناب سید شائق حسین صاحب صرف ایک اسکالر ہی نہیں ایک مجاہد بھی ہیں۔ میں ان سے غائبانہ طور پر عرصے سے واقف تھا، مگر چند سال پہلے جب مجالس کے سلسلے میں واشنگٹن، ڈی۔سی، جانے کا اتفاق ہوا تو باقاعدہ ملاقات وتعارف بھی ہوگیا۔ یہ وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اپنے قلم کا سودا نہیں کیا اور دنیا کے بدلے دین بیچنے پر تیار نہیں ہوئے۔

موصوف دین کے ایک خاموش خدمت گذار ہیں جو ستائش اور صلے کی پرواہ کئے بغیر یونائیٹڈ اسٹیٹس کے دارالحکومت میں بیٹھ کر نئی نسل کی ذہنی تربیت کررہے ہیں اور ان کو صالح اور حقیقی اسلام سے روشناس کرا رہے ہیں۔

میں ابھی دسمبر ۲۰۰۰ء کے آخر میں واشنگٹن میں تھا، موصوف سے برابر ملاقات رہی، ایک رات ان کے گھر پر بہترین دعوت بھی ہوئی مگر انہوں نے اپنی فطری انکساری کے سبب اپنی اس نئی خدمت کا کوئی تذکرہ بھی نہیں فرمایا جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہیں۔

میں جب واشنگٹن سے شکاگو آیا تو حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محبوب مہدی صاحب قبلہ سے معلوم ہوا کہ سید شائق حسین صاحب نے ایک تفسیری خدمت ''کلام الامام امام الکلام'' کے نام سے انجام دی ہے۔ مسودہ مولانا محبوب مہدی صاحب قبلہ سے لے کر دیکھا اور دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔

ہمارے فرقے میں تفسیر بالرائے کی سخت ممانعت ہے، موصوف نے اس میدان میں ایک عجیب راہ اختیار کی جس کو راہ صواب کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا اور یقیناً اس کا عظیم ثواب انہیں ملے گا۔

تفسیر ایک ایسا سمندر ہے جس میں شناوری آسان نہیں ہے۔ سفینۂ اہلبیتؑ سے تمسک کئے بغیر جو اس میں اترگئے وہ تو غرق ہی ہوگئے۔ البتہ اہلبیتؑ کے وسیلہ سے آنے والے کامیابی سے پار تو اترے مگر پوری پوری زندگیاں صرف ہوگئیں۔

شائق صاحب نے اپنی اس کتاب میں صرف فضائل اہلبیتؑ کے آیات کی تفسیر پیش کی ہے، یہ وقت کی ایک اہم ضرورت بھی ہے اور ایک عظیم خدمت بھی، اس لئے کہ فضائل اہلبیتؑ کی آیتوں کو مخالفین نے ہمیشہ توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے لہذا بہت مناسب ہے کہ ایسے آیات کو یکجا طور پر مختصراً ایک جگہ جمع کردیا جائے تاکہ مختصر وقت میں تفسیر کے طالب علم پر حق اہلبیتؑ اور عظمت اہلبیتؑ واضح ہوجائے۔

یہ کتاب ان حضرات کے لئے بھی بہت کارآمد ہے جو منبروں سے حق اہلبیتؑ بیان فرماتے ہیں۔ یہ کتاب اس لئے بھی اہم ہے کہ ادھر کچھ عرصے سے بعض اپنے تفسیر لکھنے والے حضرات بھی نہ جانے کس مصلحت سے فضائل اہلبیتؑ کی آیتوں کو یا نظرانداز کردیتے ہیں یا ان میں تعمیم پیدا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ شائق صاحب نے کمال تفسیری دیانت داری سے ہر آیت کی تفسیر میں حدیث معصوم پیش کردی ہے اگر کہیں کسی جملے یا لفظ کی وضاحت اپنی طرف سے کی ہے تو اس کی الگ سے نشاندہی کردی ہے۔

میں اللہ سے بوسیلہ محمد وآل محمد علیہم السلام دعاگو ہوں کہ وہ شائق حسین صاحب کو طول عمر عطا فرمائے تاکہ وہ تادیر خدمت دین فرماتے رہیں اور اس طرح کے نفیس تحفے ملت کو پیش فرماتے رہیں۔

دعاگو: مرزا محمد اطہر

تقریظ

حجۃ الاسلام مولانا سید محبوب مہدی عابدی النجفی صاحب قبلہ دام ظلہٗ

اسلامک ایجوکیشن سنتر شکاگو

زیرنظر کتاب "کلام الامام امام الکلام" دانشمند محترم جناب سید شائق حسین صاحب کی قلمی کاوش کا خوبصورت نمونہ ہے۔ جس میں موصوف نے قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر بزبان معصومین پیش کی ہے ، ظاہر ہے کہ معصومین علیھم السلام کے سوا اور کسی کو حق بھی نہیں کہ وہ کلام اللہ کی تفسیر وتاویل کی جرأت کر سکے۔ ''کتاب مبین'' کی تشریح ''امام مبین'' ہی کر سکتا ہے۔ خود قرآن مجید نے اوثناء الکتب ،والراسخون فی العلم ،اھل الذکر ، اولوالامر اور دیگر صفات کا ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ "لاریب فیہ" کی تفسیر کا حق صرف اسے حاصل ہے جو "لاریب فیہ'' ہو اور وہ کوئی نہیں سوائے ائمہ اہلبیت علیھم السلام کے۔

میں نے اس کتاب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اہم خدمت اور قابل تعریف کارنامہ ہے۔ دراصل یہ حقیقت محتاج دلیل نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت نے حدیث ثقلین کی علانیہ مخالفت کرتے ہوئے علم تفسیر جیسے نہایت اہم پیچیدہ اور نازک معاملے میں اغیار سے رجوع کیا ہے، جسکا نتیجہ مذکورہ حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کے علمی وفکری انحطاط، افتراق و انتشار، اور ذلت وضلالت کی شکل میں رونما ہوا۔ مجھے ان لوگوں سے کوئی شکایت نہیں۔ حیرت تو ان افراد سے ہے جو حدیث ثقلین کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی تفسیر کے باب میں تقصیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعیت ارباب معرفت سے پوشیدہ نہیں کہ آج کل تفسیر وتاریخ اور روایات واحادیث کے موضوع پر جو کتابیں آرہی ہیں یا علما وخطبا جو تقریریں فرما رہے ہیں، ان میں یہ رواج عام ہو رہا ہے کہ صرف ان روایات کو لیا جائے یا وہ تفسیر بیان کی جائے جو بقول ان کے غیر اختلافی ہو اور تمام اسلامی فرقوں کیلئے قابل قبول ہو۔ غیر متفق علیہ روایات کو خواہ کتنی ہی صحیح موثق اور معتبر کیوں نہ ہوں خلاف رواداری اور منافی وحدت قرار دے کر یکسر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف اس رواداری کا جواب بنی امیہ کے کارخانوں میں ڈھلی ہوئی اور خوارج ونواصب کی گھڑی ہوئی روایات کی ترویج واشاعت کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ انہیں یہ خیال کبھی نہیں آتا کہ صرف وہ باتیں بیان کی جائیں جو مشترک نوعیت کی ہوں اس کے برعکس وہ پیروان اہلبیتؑ کی دل آزاری میں کوئی دقیقہ وفروگذاشت نہیں کرتے۔ مثلاً جہاں محسن اسلام حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ذکر آیا خواہ موقع ہو یا نہ ہو وہ اپنے اس سفیانی نظریہ کا اظہار کیے بغیر نہیں رہتے کہ وہ نعوذ باللہ کافر تھے۔ یا مثلاً ''عبس و تولی'' کی تفسیر میں بڑے شدومد سے وہ جھوٹی روایتیں بیان کی جاتی ہیں جن کا مقصد پیغمبر اسلام کی اہانت اور کردار کشی اور دوسری طرف اصل خطاکار کی پردہ پوشی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو خلق عظیم پر فائز ہو اور معلم اخلاق بن کر آیا ہو نعوذ باللہ ایسی بداخلاقی کا

مظاہرہ کرے کہ خدا کی طرف سے سرزنش کا مستحق قرار پائے۔ حیرت تو یہ ہے کہ بعض شیعہ مفسرین نے بھی اس صریح جھوٹ اور بہتان کو رد کرنے کے بجائے غیر منطقی تاویلات اور غیر عقلی توجیہات میں صفحات سیاہ کئے ہیں۔ کیوں نہیں بیان کرتے تفسیر اہلبیتؑ ؟ جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ وہ شخص جس نے ایک غریب و نابینا صحابی کی آمد پر ناگواری سے منہ موڑ لیا تھا وہ صاحب خلق عظیم پیغمبرؐ نہیں بلکہ بنی امیہ کا ایک شخص تھا اور بعض روایات میں نام کی صراحت بھی موجود ہے کہ وہ عثمان بن عفان تھے۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ کیونکہ وہ خود کو غنی خیال کرتے تھے۔ اور ابن مکتوم ، ابوذر، عمار یاسر جیسے بظاہر غریب و نادار صحابہ کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔

اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا معلوم نہیں اسے لطیفہ کہا جائے یا نادان مسلمانوں کی عقل کا مرثیہ۔ چند سال قبل شکاگو میں رحمۃ للعلمین انٹرنیشنل کانفرنس میں دنیا بھر کے علماء اور دانشور جمع تھے۔ ایک مقرر نے اپنے عقیدہ کے مطابق اسی آیت کی تفسیر کی۔ میں نے اپنی تقریر میں اس بات کی وضاحت کی کہ وہ پیغمبر اسلام نہیں تھے بلکہ بنی امیہ کا ایک معروف فرد تھا جس نے عبداللہ ابن مکتوم سے منہ موڑ لیا تھا۔ بعد میں ایک صاحب نے پوچھا وہ کون تھے۔ میں نے کہا عثمان بن عفان۔ کہنے لگے استغفراللہ خلفاء سے آپ کی دشمنی جائے گی نہیں! میں نے کہا کیوں؟ کیا یہ کوئی گناہ تھا؟ اگر تھا تو جو چیز آپ خلیفہ کیلئے برداشت نہیں کر سکتے وہ آپ نے رسول خداؐ کیلئے کیسے برداشت کر لی۔ پھر مجھے کہنے دیجئے۔ استغفراللہ پیغمبر اسلام سے آپ کی دیرینہ عداوت جائے گی نہیں۔

اسی طرح کی اور سینکڑوں مثالیں ہیں لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ علوم اہلبیتؑ اور احادیث و اقوال و تعلیمات و سیرت معصومین کی ترویج و اشاعت کا فریضہ بے خوف و خطر انجام دیا جائے اور لوگوں کو حقیقی اسلام کی برکتوں سے مستفید کیا جائے۔ آج عالم انسانیت کے انفرادی و اجتماعی مسائل کا حل اتباع اہلبیتؑ میں پوشیدہ ہے، اور اتباع اہلبیتؑ ممکن نہیں جب تک دنیا محاسن کلام آل محمدؐ سے واقف نہ ہو۔ کاش ہمیں سلیقہ آ جائے ''کلام اہلبیتؑ'' کو دنیا تک پہنچانے کا کیونکہ اگر دنیا اس کلام کو سن لے اور اس پیغام کو سمجھ لے تو ممکن نہیں جو پھر کسی اور در پر جبیں سائی کرے۔ امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

رحم الله عبداً احییٰ امرنا (فقلت له فیکف یحیی امرکم)؟ قال علیه السلام یتعلم علومنا و یعلمها الناس فان الناس لو علموا محاسن کلامنا لا تبعونا (معانی الاخبار ر ۱۸۰)

خدا رحمت نازل فرمائے اس شخص پر جو ہمارے امور کو زندہ کرتا ہے (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا۔ مولا آپ کے امور کو کوئی کیسے زندہ رکھتا ہے؟) فرمایا ہمارے علوم حاصل کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ کیونکہ اگر لوگ ہمارے کلام کا حسن محسوس کر لیتے تو ضرور ہماری پیروی کرتے۔

مخصوصاً دور حاضر میں اسلام کے تعارف کا بہترین ذریعہ اہلبیتؑ اور کلام اہلبیتؑ سے دنیا کو روشناس کرانا ہے۔ کیونکہ اہلبیتؑ کے کلام میں حسن ہے، دلکشی ہے، علم ہے، منطق ہے، حکمت ہے، معقولیت ہے واقعیت ہے، معنویت ہے۔ کوئی کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دون کلام الخالق فوق کلام المخلوق

خالق کے کلام کے بعد تمام مخلوقات کے کلام سے بالاتر ہے

یعنی کلام الامام امام الکلام ہے

لیکن یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ احادیث معصومین علیہم السلام بے شک آیات الہی کی تفسیر و تفہیم کا بہترین وسیلہ ہیں لیکن کلام امام حجیت کے اعتبار سے کلام اللہ کی طرح ہے ، لہذا اسے سمجھنے کیلئے بھی علم و عقل کی ضرورت ہے اور اس کے مفہوم و معنی کی گہرائیوں تک فکر کی رسائی کیلئے تعقل و تدبر لازم ہے۔ کلام امام میں بھی کلام اللہ کی طرح محکم و متشابہ ناسخ و منسوخ عام و خاص مطلق و مقید وغیرہ وغیرہ اقسام ہیں۔ کلام امام کو سمجھنا بھی معرفت ، بصیرت ، آگہی اور شعور کے بغیر ممکن نہیں۔

قابل مبارکباد ہیں محترم سید شائق حسین صاحب کہ جنہوں نے یہ کتاب ترتیب دے کر ایک اہم علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور نشر علوم اہلبیتؑ میں قلم اٹھا کر ثابت کیا کہ واقعاً دانشور ہیں ، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں ، اور صاحب فکر و بصیرت ہیں۔ ورنہ نام نہاد دانشوروں کا تو یہ حال ہیکہ وہ دین کی خدمت تو کیا کرتے دین پر قائم رہنے کو توہین سمجھتے ہیں۔ یہ بے چارے چالاک دشمن کے دام فریب میں آکر دانستہ یا نادانستہ دین پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور مسلمات و عقائد کی توہین و تمسخر کو دانشوری و ترقی پسندی کی علامت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآنی معیار علم و عقل کچھ اور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے : ولقد اتینا لقمان الحکمة ان اشکر لله (ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ اللہ کا شکر ادا کریں)۔

علم و حکمت اور عقل و فکر کا نتیجہ اگر شکر خدا نہیں تو جہل ہے علم نہیں۔ اور شکر یہ ہے کہ علم کا صحیح استعمال کیا جائے زیر نظر کتاب شائق صاحب کی طرف سے قلمی شکر ہے اس منعم حقیقی کی بارگاہ میں جس نے انہیں زیور علم و عمل سے آراستہ کیا۔ شائق صاحب ایک باشعور ، خوش عقیدہ اور باعمل مولف ہیں جنہوں نے عشق اہلبیتؑ کے پاکیزہ جذبہ کو اپنی پرکشش شخصیت میں سمولیا ہے اور اخلاقی و مذہبی قدروں کو اپنے وجود میں جذب کر کے اس کتاب کے ذریعہ عقیدہ و عمل کی گرمی و توانائی کو دوسروں کے فکر و احساس میں تحلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ خداوند عالم بطفیل معصومین علیہم السلام انکی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور اس سے بہتر انداز سے اسلام اور انسانیت کی خدمات کے مواقع کرامت فرمائے۔

سیّد محبوب مہدی عابدی النجفی

اسلامک ایجوکیشن سنٹر شکاگو

عکسِ تحریر حضرت اِمام رضا علیہ السلام

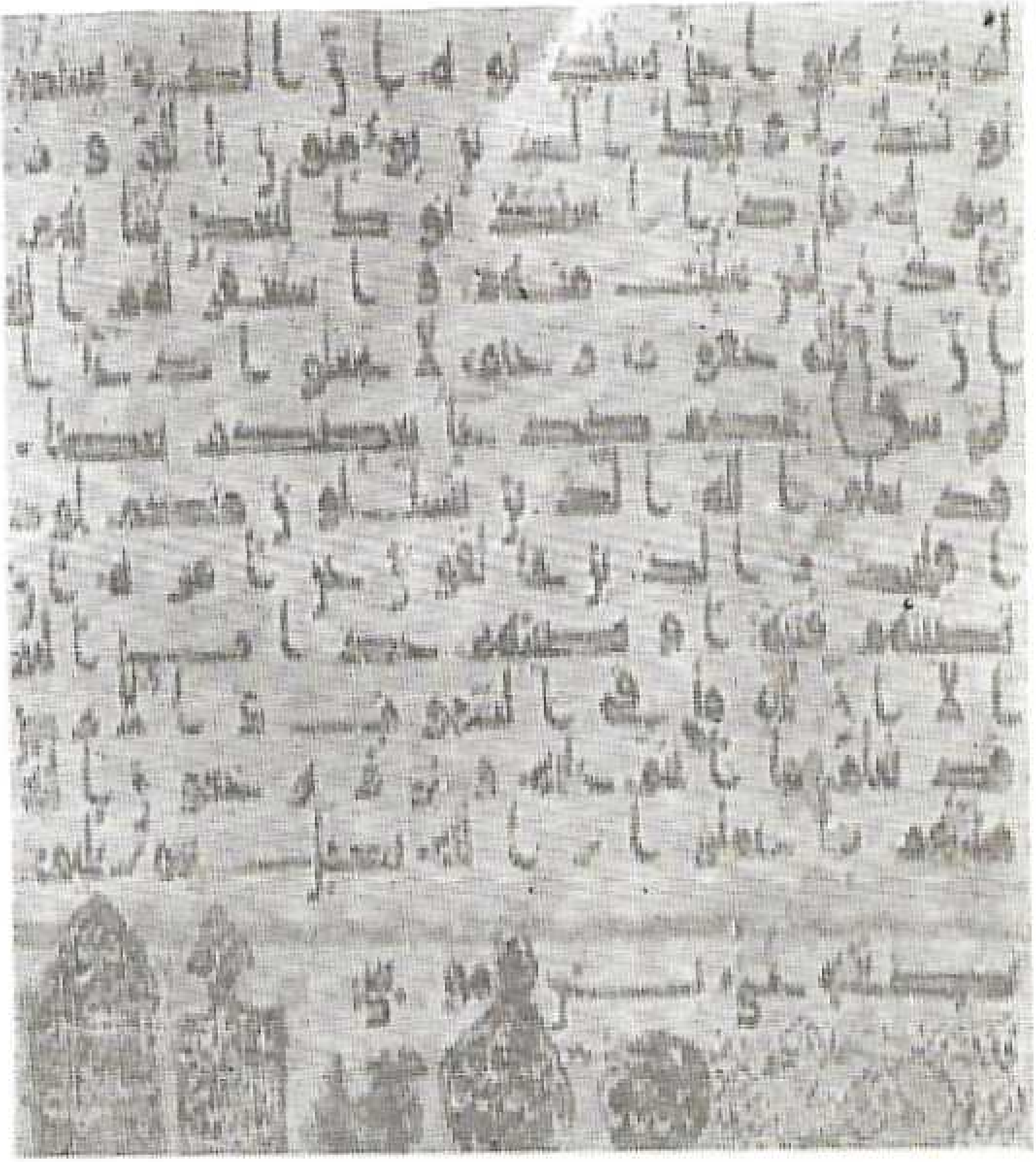

"کلام الامام امام الکلام"

۱۔ اَوۡفُوا بِعَهۡدِیۡ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ٥ (البقرة : ٤٠)

ترجمہ تم نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے اسے پورا کرو تا کہ میں نے جو وعدہ تم سے کیا ہے اسے پورا کروں اور صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو

"کلام الامام"

کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اللہ فرماتا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا) لیکن کیا بات ہے کہ ہم دعا تو کرتے ہیں لیکن ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔؟! حضرت نے فرمایا کہ تم نے اللہ سے جو وعدہ کئے ہیں انہیں پورا نہیں کرتے۔ اللہ فرماتا ہے اوفو بعهدی اوف بعهدکم قسم ہے اللہ کی اگر تم اس کا عہد پورا کرو گے تو وہ تمہارا عہد پورا کرے گا۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے اوفو بعهدی قال بولایة امیر المومنین علیه السلام. اوف بعهدکم اوف لکم بالجنة (تم ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں میرا عہد پورا کرو تو میں تمہیں جنت دے کر تمہارا عہد پورا کروں گا)۔

۲۔ ...وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا.... (البقرة :٤١)

ترجمہ اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑی قیمت (دنیاوی فائدہ) نہ لو

"کلام الامام"

" تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ حی ابن اخطب، کعب ابن اشرف اور دیگر علماء یہود کے پاس یہودیوں کی مقدس کتابوں کا مجموعہ تھا اور ہر سال وہ لوگوں کو ان کی زیارت کروایا کرتے تھے۔ اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اس مجموعہ میں جو آیتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تھیں اس میں انہوں نے تحریف کردی تا کہ ان کی آمدنی متاثر نہ ہونے پائے۔ یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی۔

۳۔ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ٥ (البقرہ ۔٤٨)

ترجمہ اس دن سے ڈرو (کہ جس دن) ایک شخص کسی دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا اور نہ ہی اس کی جانب سے کوئی شفاعت قبول کی جائیگی اور نہ اس کا کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی۔

"کلام الامام"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہاں یوم سے یوم الموت مراد ہے کیونکہ موت کے مقررہ وقت کے بارے میں کوئی شفاعت قبول نہیں ہوتی ورنہ بروز قیامت کوئی ایسا نہیں کہ جسے ہماری شفاعت کی ضرورت نہ ہو۔

۴۔ ۔۔۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٥ (البقرة ٦٢)

ترجمہ ان پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں منقول ہیکہ کسی شخص کے چہرے پر آثار خوف دیکھ کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا "اے شخص یہ تیرا کیا حال ہے۔؟! اس نے عرض کی کہ خوف خدا سے میرا یہ حال ہے۔ آپؑ نے فرمایا "اے خدا کے بندے اپنے گناہوں سے خوف کر (نہ کہ خدا سے) اگر بندہ گان خدا پر ظلم کیا ہے تو اللہ کے عدل سے خائف ہو۔ اوامر بجالا اور نواہی سے اجتناب کر وہ نہ کسی پر ظلم کرے گا نہ غیر مستحق کو عذاب دیگا، تو پھر خوف خدا کیا معنی۔؟!

۵۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ٥

(البقرة :٦٥)

ترجمہ اور تم تو انہیں خوب جانتے ہو کہ جنہوں نے شنبہ کے بارے میں زیادتی کی تو ہم نے انہیں کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔

"کلام الامام"

کسی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ ایک دشمنِ اہل بیت کا ہم پر یہ اعتراض ہیکہ اگر قتل سید الشہداء گناہ تھا تو یقیناً وہ یوم السبت کو مچھلیوں کا شکار کرنے سے زیادہ بڑا گناہ تھا پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے یوم السبت کو مچھلیوں کا شکار کرنے والوں کو تو بندر بنا دیا اور قاتلانِ امام حسین علیہ السلام پر کوئی ایسا عذاب نازل نہ کیا۔؟! امام علی ابن الحسین السجاد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس ناصبی سے کہدو کہ شیطان کا گناہ ان تمام کافروں کے گناہوں سے زیادہ سنگین ہے کہ جو اسکے بہکاوے میں آ کر کفر اختیار کر لیتے ہیں تو پھر کیا سبب ہیکہ اللہ نے مثلاً قوم نوح کو تو ان کے کفر کے سبب غرق کر دیا اور شیطان کو ہلاک نہ کیا حالانکہ وہ عذاب کا زیادہ مستحق ہے یقیناً اس میں اللہ کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہیکہ یوم السبت کے بارے میں زیادتی کرنے والوں کو اللہ نے فوراً سزا دی اور اہلبیت علیہم السلام پر ظلم و جور کرنے والوں کو فوراً عذاب نہ دیا۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ (اللہ اس بات سے ارفع و اعلیٰ ہیکہ اسکے افعال کی کوئی باز پرس کی جائے لیکن بندوں سے باز پرس ہوگی)

۶۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۔۔۔۔ (البقرة :١١٣)

ترجمہ یہودیوں نے کہدیا کہ نصاریٰ کا دین کچھ (صحیح) نہیں۔ اور نصاریٰ نے کہدیا کہ یہودی (دین کی) کسی بات پر نہیں حالانکہ وہ دونوں ہی (اللہ کی) کتاب پڑھتے ہیں۔

"کلام الامام"

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے دو گروہ آپس میں جھگڑتے ہوئے جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے درمیان فیصلہ کردیجئے یہودی کہتے تھے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور عیسائیوں کا دین کچھ بھی نہیں ہے اور عیسائی بھی یہودیوں کے متعلق ایسی ہی بات کہتے تھے۔ جناب رسالت مآبؐ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں ہی باطل پر ہو۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ ہم کیسے باطل پر ہوسکتے ہیں جبکہ ہمارے پاس کتاب خدا ہے جسے ہم پڑھتے ہیں۔ عیسائیوں نے کہا کہ ہم کیونکر باطل پر ہوسکتے ہیں جبکہ انجیل ہمارے درمیان ہے جسے ہم پڑھتے ہیں۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ تم دونوں کتاب خدا کے مخالف ہو اگر تمہارا عمل کتاب خدا کے موافق ہوتا تو تم ایک دوسرے کو بغیر کسی ثبوت و دلیل کے کافر قرار نہ دیتے۔ کتاب خدا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے چونکہ تمہارا عمل کتاب خدا کے مخالف ہوا اگر تمہارا عمل کتاب خدا کے موافق ہوتا اس لئے وہ تمہارے لئے آزمائش اور وبال ہے اور حجت خدا کی اطاعت نہ کرنے کے سبب تم خدا کے نافرمان قرار پائے ہو اور اس کے عذاب کے مستحق ہو۔

۷۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥

(البقرة:۱۱۵)

ترجمہ مشرق ہو کہ مغرب (سب) اللہ ہی کے ہیں پس جس طرف تم رخ کرلو وہیں خدا کا سامنا ہے۔ بے شک اللہ صاحب وسعت صاحب علم ہے

"کلام الامام"

کتاب التوحید میں جناب سلمان محمدی سے منقول ہے کہ جاثلیق نے مولائے کائناتؑ سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے یہ سوال بھی تھا کہ خدا کا رخ کدھر ہے۔؟ آپ نے چند لکڑیاں منگوا کر آگ جلائی جب اس آگ سے شعلہ بلند ہوا تو آپؑ نے جاثلیق سے پوچھا کہ اس شعلہ کا رخ کس طرف ہے؟ جاثلیق نے کہا کہ اس شعلہ کا رخ تو ہر طرف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شعلہ تو ایک مخلوق ہے جب اس مخلوق کے رخ کا تعین نہیں کیا جاسکتا تو خالق کل جو کسی مخلوق سے مشابہ نہیں اس کا رخ کیونکر متعین کیا جاسکتا ہے اور پھر مولاؑ نے یہ آیت ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله ۔۔۔ تلاوت فرمائی۔

۸۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ (البقرة:۱۱۷)

ترجمہ (وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

"کلام الامام"

حمران ابن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا کیا مطلب ہے؟ ۔آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اپنے علم سے ہر شئے کو نیا پیدا کیا جس کی مثل وجنس پہلے سے موجود نہ تھی۔ اسی طرح آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا کہ پہلے سے کوئی آسمان وزمین نہ تھے۔

تبصرہ مولف: خالق اور بدیع میں ایک اور فرق یہ بھی ملتا ہے کہ بدیع وہ ہے جو اجزائے تخلیق کا محتاج نہ ہو

۹۔ وَ اِذَا قَضٰی اَمْراً فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ (البقرۃ:۱۱۷)

ترجمہ اور جب کسی امر کو طے کر دیتا ہے تو صرف کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ (خود بخود) ہو جاتا ہے۔

"کلام الامام"

صفوان ابن یحیٰی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ اور اس کے مخلوق کی ارادے میں کیا فرق ہے تو حضرتؑ نے فرمایا مخلوق کا ارادہ پہلے دل میں ہوتا ہے اور جب یہی ارادہ منزل عمل میں آتا ہے تو لوگوں پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارادہ خود فعل ہے کیونکہ کسی عمل سے پہلے اس کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کرنا، کسی عمل کے مثبت ومنفی نتائج پر تفکر کرنا اس کی صفتیں ہیں جس کا علم ناکافی اور قدرت وقوت محدود ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے ان نقائص سے بری ہے۔

۱۰۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَداً اٰمِناً وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (البقرۃ:۱۲۶)

ترجمہ اور جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار اس (شہر) کو پرامن شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائیں پھلوں سے رزق پہنچا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ الثمرات پھلوں سے مراد ثمرات القلوب دلوں کے پھل یعنی محبت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بھی دعا فرمائی تھی **فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم** (پس لوگوں کے دل ان لوگوں یعنے اہلبیتؑ) کی طرف مائل کر دے۔

تبصرہ مولف: یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعا میں صرف ان لوگوں کیلئے پھلوں کا رزق مانگا ہے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کے بعد کافر بھی پھل کھاتے رہے لھذا یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اس آیت مبارکہ میں الثمرات سے مراد عام پھل نہیں بلکہ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ الثمرات سے مراد محبت اہلبیت علیھم السلام ہے۔ اسی لئے محبان اہلبیت کے قلوب ان ہستیوں کی طرف مائل رہتے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث نقل

کرتے ہیں کہ امام نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ دعا کی تو اللہ نے دریائے اُردن کی ملحقہ زمین کو حکم دیا اور وہ زمین مع اپنے درختوں اور پھلوں کے اپنے مقام سے حرکت کر کے کعبہ کے اطراف طواف کرتی ہوئی اس جگہ قیام پذیر ہوگئی کہ جس علاقے کو اب طائف کہا جاتا ہے۔ اس جگہ کا نام طائف اسی لئے ہوا کہ اس زمین نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

تبصرہ مولف: ان مندرجہ بالا احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کی ہر لفظ اور ہر آیت کے کئی کئی معانی ہیں آئمہ علیہم السلام نے سوال کرنے والے کے عقل وعلم کے معیار کے مطابق ایک ہی آیت کی کئی تفاسیر فرمائی ہیں۔

۱۱۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (البقرہ ۔ ۱۳۵)

ترجمہ (یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہوجاؤ تو ہدایت پاجاؤ گے۔ (اے رسول ان سے) کہہ وخلوصِ دل سے ملت ابراہیم کا اتباع کرو۔ وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حنفیت سے مراد طہارت ہے اور وہ دس امور ہیں جن میں سے پانچ سر سے متعلق ہیں اور پانچ بدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو باتیں سر سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں (۱) موچھیں کتروانا (۲) داڑھی رکھنا (۳) سر کے بال کتروانا (۴) مسواک کرنا (۵) خلال کرنا اور جو پانچ باتیں جسم سے تعلق رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) جسم کے بال نکالنا (۲) ختنہ کروانا (۳) ناخن کٹوانا (۴) غسل جنابت کرنا (۵) پانی سے استنجاء کرنا۔ یہی احکام حنفیت تھے جو حضرت ابراہیم کو دیئے گئے تھے جو نہ کبھی منسوخ ہوئے اور نہ قیامت تک منسوخ ہوں گے۔

کتاب المحاسن میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد منقول ہے کہ ملت ابراہیم پر صرف ہم اور ہمارے شیعہ قائم ہیں اور کوئی نہیں۔

تبصرہ مولف: پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء یہودیوں اور نصرانیوں میں تو کجا مسلمانوں کے تمام فرقوں میں بھی سوائے شیعوں کے کسی اور فرقہ میں ضروری نہیں ہے صرف فرقہ شیعہ امامیہ میں پیشاب کے بعد استنجاء صرف پانی سے ہوسکتا ہے لھذا از روے قرآن صرف شیعہ ہی حنفیت پر قائم ہیں۔

۱۲۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ :۱۴۳)

ترجمہ اور اسی طرح ہم نے تمہیں بیچ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔

"کلام الامام"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کافی اور تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ اس آیت

میں امۃ وسطاً سے مراد ہم آئمہ معصومین علیھم السلام میں ہم امت وسط اللہ کی جانب سے مخلوق پر گواہ اور اللہ کی زمین میں اس کی حجت ہیں۔ہم ہی حلال وحرام خدا کے جاننے والے ہیں۔(دین خدا میں) جس نے جو کچھ رد و بدل کیا جس کسی نے جو ضائع اور باطل کردیا ہم اس کی گواہی دینگے۔اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امت وسط سے تمام اہل قبلہ عام مسلمان مراد ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ عام مسلمانوں میں تو ایسے بھی لوگ موجود ہیں کہ جن کی گواہی ساگ کی ایک گڈی پر بھی قبول نہیں کی جاتی تو پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ گزشتہ تمام امتوں کی موجودگی میں ایسے لوگوں کی گواہی مانگے۔

۱۳۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرة:۱۷۳)

ترجمہ اس نے تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور جس ذبیحہ پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو حرام کیا ہے۔ پس جو شخص مجبور ہو اور نہ تو نافرمان ہو اور نہ ہی (مقررہ) حد سے تجاوز کرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بے شک اللہ بڑا بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مذکورہ آیت میں باغ سے مراد وہ شخص بھی ہے جو امام سے جنگ کرے وہ بھی ہے جو ظالم ہو اور وہ بھی ہے جو شکاری ہو اور عاد سے مراد سارق بھی ہے، راہزن بھی اور غاصب بھی۔پس مندرجہ بالا لوگوں پر مجبوری کے عالم میں بھی نہ مردار، خون، سوٗر کا گوشت اور غیر اسلامی ذبیحہ حلال ہوگا نہ ہی سفر میں نماز و روزہ قصر ہوگا اور اضطرار کے باوجود مکمل تکلیف شرعی ان پر عائد ہوگی۔

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ خلیفہ دوم عمر ابن الخطاب کے پاس ایک عورت آئی اس نے کہا کہ میں نے ارتکاب زنا کیا ہے اور اس کی جو سزا ہے مجھے دیدیجئے۔عمر ابن خطاب نے اس عورت کے سنگسار کردیئے جانے کا حکم دیدیا اس وقت مولائے کائنات بھی وہیں تشریف فرما تھے آپؑ نے عمر ابن الخطاب سے فرمایا کہ سزا اجرا کرنے سے پہلے مکمل تحقیقات کرلو کہ یہ گناہ کیا تھا اور کن حالات میں کیا گیا اس اسباب اور وجوہات کیا تھیں۔دریافت کرنے پر اس عورت نے بیان کیا کہ وہ ایک صحرا میں تھی اور اس پر پیاس کا شدید غلبہ تھا کچھ دور پر اسے ایک خیمہ نظر آیا سخت پریشانی و تکلیف سے وہ اس خیمے تک پہنچی وہاں ایک بدو عرب ملا جب اس نے اس شخص سے پانی مانگا تو وہ اسے بدکاری کے عوض پانی دینے پر راضی ہوا وہ عورت وہاں سے بھاگ نکلی کچھ دیر مزید تلاش کے باوجود کہیں پانی کے آثار تک نظر نہ آئے ادھر سخت تشنگی سے اس کی جسمانی قوت جواب دینے لگی اور زبان میں لکنت آ گئی ایسی حالت میں وہ دوبارہ اس بدو کے پاس آئی اس نے اسے پانی دیا اور بدکاری بھی کی۔مولائے کائناتؑ نے فرمایا کہ یہ عورت اللہ کے اس قول **فمن اضطر غیر باغ ولا عاد** کی مصداق ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔اس پر عمر ابن الخطاب نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور کہا لولا علی لھلک عمر مولا علی لحب عمر اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

۱۴۔ فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط (البقرة:۱۸۴)

ترجمہ (روزے کے دنوں میں) جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ اور دنوں میں (جتنے روزے قضا ہوئے ہوں) اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔۔۔

"کلام الامام"

من لایحضرہ الفقیه اور تہذیب الاحکام میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ مرض کی وہ کیا حد ہے کہ جہاں روزہ ترک کردینا چاہیے یا نماز بیٹھ کر پڑھنی چاہیے حضرت نے کہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بَل الانسان علی نفسه بصیرة (القیامۃ۔۱۴) بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے۔ یعنے انسان خود ہی اس کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ آیا اس میں روزہ رکھنے کی یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہے یا نہیں۔

۱۵۔ ۔۔۔وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○ (البقرة : ۱۸۵)

ترجمہ اور اللہ نے جو تمہیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار کرو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ

"کلام الامام"

من لایحضرہ الفقیه میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ اسی آیت مبارکہ کے پیش نظر نماز عیدیں میں سب سے زیادہ تکبیریں رکھی گئی ہیں۔ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ تکبیرات عید فطر کی شب نماز مغربین کے بعد اور بروز عید نماز فجر اور نماز عید کے بعد کہی جاتی ہیں۔ راوی نے پوچھا کہ یہ تکبیرات کس طرح کہی جائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح: الله اکبر الله اکبر . لا اله الا الله والله اکبر. ولله الحمد . الله اکبر علی ما ھدانا.

۱۶۔ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ . (البقرہ : ۱۸۹)

ترجمہ اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں پیچھے کی طرف سے آؤ بلکہ نیک تو وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پا جاو

"کلام الا مام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ "ایام جاہلیت میں لوگ حالت احرام میں گھروں کے دروازوں سے آنا ترک کردیتے تھے اور گھروں کے عقب میں ایک کھڑکی یا نقب لگالیا کرتے تھے اور اسے پھاند کر گھر میں داخل ہوجاتے تھے اسی رسم و تو ہم سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں منع فرمایا ہے" ورنہ بھلا عام طور پر گھر میں عقب سے کون داخل ہوتا ہے واْتو البُیُوتَ مِن اَبْوَابِهَا علامہ طبرسی نے اپنی کتاب الاحتجاج میں مولائے کائنات کا ایک قول نقل کیا ہے کہ آپ

نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم کے اہل مقرر کیے ہیں اور تمام مخلوق پر ان اہل علم کی اطاعت اپنے اس ارشاد **و اتو البیوت من ابوابها** سے واجب کردی ہے اس آیت میں بیوت سے مراد بیوت علم یعنی علم کے گھر ہیں اور وہ انبیاء علیھم السلام ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم سے نوازا ہے اور ابوابھا ان کے دروازوں سے مراد ان کے اوصیاء ہیں۔

ایک دوسری روایت میں مولائے کائنات سے منقول ہے کہ ہم ہی وہ گھر ہیں جن کے دروازوں کے ذریعہ آنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ہم ہی باب اللہ (اللہ کا دروازہ) اور بیت اللہ (اللہ کا گھر) ہیں جس میں آنا چاہیے اور جس نے ہماری اطاعت کی اور ہماری ولایت کا اقرار کیا تو گویا وہ دروازوں سے گھروں میں آیا اور جس نے ہماری نافرمانی کی اور غیر کو ہم پر فضیلت دی تو گویا وہ گھروں میں عقب سے داخل ہوا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ کسی اور ذریعہ سے لوگوں کو اپنی معرفت کرواتا۔ اور اسی دروازے سے لوگ داخل ہوا کرتے۔ لیکن اس نے ہمیں اپنا باب اپنی صراط اور اپنی سبیل منتخب کرلیا ہے اب جو ہماری ولایت کا انکار کرنے والے اور غیروں کو ہم پر فضیلت دینے والے ہیں ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ٥** (المومنون۔ ۷۴) اور بے شک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ صراط (مستقیم) سے ہٹے ہوئے ہیں

۱۷۔ **وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ....** (البقرة:۱۹۱)

ترجمہ اور فتنہ پردازی قتل سے بھی زیادہ شدید ہے

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد شرک ہے

تبصرہ مولف: فتنہ وفساد کی شدت کے اعتبار سے اس کے مختلف نتائج ہو سکتے ہیں معمولی فتنہ وفساد آپسی شکر رنجی اور تعلقات کی خرابی تک محدود ہو سکتا ہے اس سے نوبت آگے بڑھے تو انسان بدکلامی، فحش گوئی، ہاتھا پائی پر بھی اتر سکتا ہے اور پھر اس کے بعد ایک دوسرے کی جائیداد و املاک کا نقصان کرسکتا ہے اور اگر فتنہ وفساد اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کرلے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ انسان کسی کو قتل کردے۔ ایک شخص دوسرے شخص کو قتل سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتا فتنہ میں اس بات کا بھی امکان ہے کہ قتل تک نوبت ہی نہ آنے اور تعلقات کی خرابی ہی پر یا ہاتھا پائی پر بات ختم ہو جائے تو پھر ایسا فساد قتل سے بڑھ کر کیسے ہو سکتا ہے لازماً تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہاں فتنہ سے مراد شرک ہے۔ چنانچہ اس کے بعد والی آیت میں ارشاد ہوتا ہے **وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ٥** اور ان سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کا ہو جائے۔ ظاہر ہیکہ جب دین پھیل جائیگا تو جو چیز دین کی وجہ سے نابود ہو جائیگی وہ دین کی ضد ہوگی اور دین کی ضد شرک وکفر ہے۔

۱۸۔ **فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ٥** (البقرة : ۱۹۳)

ترجمہ اور سوائے ظالموں کے کسی اور پر زیادتی نہ ہوگی

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر یا حضرت جعفر صادق علیھما السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد **لا عدوان الا علی ذریه قتلة الحسین علیه السلام** (یعنی قاتلانِ امام حسینؑ کی ذریت کے علاوہ کسی اور پر زیادتی نہ ہوگی)

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب قائم آل محمد عجہ ظہور فرمائینگے تو قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو ان کے آباؤاجداد کے گناہوں کے بدلے قتل کرینگے۔ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ بے شک یہی ہوگا تو راوی نے پوچھا کہ مولا اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرىٰ۔ (الانعام . ١٦٤) ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' تو پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالی کا ہر قول برحق ہے مگر اولادِ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام اپنے آباؤاجداد کے افعال و کردار سے نہ صرف راضی ہے بلکہ ان پر فخر و مباحات کرتی ہے اور جو کوئی کسی بھی فعل سے راضی ہوگا اسے اس فعل کے فاعل ہی کی طرح سمجھا جائیگا اگر ایک آدمی مشرق میں قتل ہوجائے اور مغرب میں کوئی شخص اس قتل سے راضی ہو تو اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک وہ راضی ہونے والا بھی قتل میں شریک ہے۔ اس طرح حضرت قائم آل محمدؑ اولادِ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کو ان کی رضامندی کے جرم میں قتل کرینگے۔

تبصرہ مولف : اسی لئے مختلف زیارات میں جو معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں نہ صرف قاتلانِ امام حسینؑ پر لعنت کی گئی ہے بلکہ اس قتل سے راضی رہنے والوں پر بھی لعنت کی گئی ہے خصوصاً زیارت کے حسب ذیل فقرے قابل توجہ ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتكَ و لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ و لَعَنَ اللّٰه اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِه (اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپؑ کو قتل کیا اور اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپؑ پر ظلم کیا اور اللہ اس گروہ پر لعنت کرے جس نے اس (قتل) کے بارے میں سنا اور اس (قتل) پر راضی رہا)۔

۱۹۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرہ : ۱۹۶)

ترجمہ اور اللہ کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی اور علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو اس کیلئے عمرہ بھی حج کی طرح واجب ہے۔

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ حج کا اتمام زیارت امامؑ پر موقوف ہے۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو کوئی حج کرے اس پر لازم ہے کہ ہماری زیارت پر اختتام کرے حج کا اتمام (وَاَتِمُّوْا اور پورا کرو) ہماری زیارت ہی پر منحصر و موقوف ہے

تبصرہ مولف: روضہ ہائے آئمہ کی زیارت اس زمانے میں زیارت معصوم کے برابر ہے لھذا ضروری ہیکہ حج و عمرہ کے ساتھ زیارات مشاہد مقدسہ بجالائی جائیں۔

۲۰۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ ... (البقرہ : ۱۹۸)

ترجمہ تم پر کوئی الزام نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کا یہ تاریخی پس منظر ہے کہ ایام جاہلیت میں جو لوگ حج کیلئے مکہ معظمہ آتے تھے وہ اس سفر میں تجارت کو حرام سمجھتے تھے۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہاں **فَضۡلًا** سے مراد رزق ہے اور جو کوئی مناسک حج بجالا چکے اسے حج کے بازار میں خرید و فروخت کا اختیار ہے ورنہ اللہ کے فضل کی طلب پر الزام کا تصور بھی کیونکر ہوسکتا ہے۔ **فجعل فیه الاجتماع من الشرق و الغرب لیتعار فوا ولینزع کل قوم من التجارات** ---(حج میں مسلمانوں کیلئے اجتماع قرار دیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے متعارف ہوں اور تمام قومیں تجارت سے استفادہ کریں)

۲۱۔ **وَمِنۡهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةٗ وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ حَسَنَةٗ وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ۝**

(البقرۃ : ۲۰۱)

ترجمہ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خیر و خوبی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ دنیا کی خیر و خوبی کثرت رزق اور اچھے اخلاق ہیں اور آخرت کی خیر خوبی خوشنودی خدا اور جنت ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **ومن اولی قلبا شاکرا ولسانا ذاکر وزوجة مومنة تعینه علی امرالدنیا والاخرة فقد اوتی فی الدینا حسنة وفی الاخرة حسنة و وقی عذاب النار** (جس کسی کو شکر گزار قلب ذکر خدا کرنے والی زبان اور باایمان زوجہ مل جائے جو اپنے شوہر کی امور دین و دنیا میں مددگار ہو تو ایسے شخص کو دنیا و آخرت کی خیر و خوبی مل گئی اور وہ آتش جہنم سے بچ گیا)۔

ایک اور حدیث کے مطابق دنیا کی خیر و خوبی سے مراد علم و عبادت ہے اور آخرت کی خیر و خوبی سے مراد جنت ہے اور عذاب النار سے مراد شہوت اور وہ گناہ ہیں جو کسی کو جہنم میں لے جانے کا سبب ہوں۔

تبصرہ مولف: اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا احادیث صرف اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ کثرت رزق کے ساتھ خوش اخلاقی جنت کے حصول میں ممد و معاون ہوگی۔ اسی طرح علم و عبادت ہی سے تو عرفان کی منزلیں طے ہوتی ہیں جن کا لازمی نتیجہ آخرت میں جنت کی صورت میں ملتا ہے چنانچہ کافی میں ایک حدیث منقول ہے کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا عقل کیا چیز ہے؟! تو حضرت نے فرمایا کہ **العقل ماعبدبه الرحمن واکتسب به الجنان** کا عبد بہ الرحمٰن واکتسب بہ الجنان عقل وہ ہے کہ جس کے ذریعہ رحمٰن کی عبادت کی جائے اور جناں حاصل ہو جائے۔ بس یہی دنیا و آخرت کی خیر و خوبی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ صرف عارضی دھوکہ ہے۔

۲۲۔ نِسَآؤُکُم حَرۡثٌ لَّکُم فَاتُو حَرۡ ثَکُم اَنّٰی شِئۡتُمۡ... (البقرۃ: ۲۲۳)

ترجمہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس اپنی کھیتیوں میں جب (جس طرح) چاہو آو۔۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تمہیں خواہش ہو اپنی بیویوں سے مباشرت کرلو۔ وطی فی الدبر کی حرمت اس آیت سے واضح ہے کیونکہ لفظ حرث کھیتی وہی جگہ ہوتی ہے جہاں سے پھل ملے۔ بنجر زمین کو کھیتی نہیں کہا جاسکتا۔

تبصرہ مولف: لفظ انّی زمان ومکان دونوں کیلئے مستعمل ہوتا ہے اگر اسے انّی زمانیہ لیا جائے تو مطلب ہوگا ''جب بھی'' اور اگر مکانیہ لیا جائے تو یہی لفظ مکان اور کیفیت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے دوسرے فرقوں میں اسے وطی فی الدبر کا جواز سمجھا گیا ہے حالانکہ تفسیر معصومؑ سے واضح ہے کہ کھیتی اسی کا نام ہے جہاں سے ثمرہ دستیاب ہو اسکے علاوہ اس سے قبل کی آیت میں صراحتاً وطی فی الدبر سے منع کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے **فاتو هن حيث امر كم الله** جدھر سے خدا نے حکم دیا ہے ادھر سے ان ((بیویوں) کے پاس آو۔ (البقرۃ: ۲۲۲)

۲۳۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّ تٰنِ۔فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوفٍ اَو تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ط... (البقرۃ: ۲۲۹)

ترجمہ طلاق رجعی (جس میں رجوع کیا جاسکتا ہے) دومرتبہ ہے۔ اسکے بعد (ہر مرتبہ) یا تو مناسب طریقے سے (بیوی کو اپنے پاس) روک لے یا نیکی کے ساتھ رخصت کردے

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کسی نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قرآن میں تو الطلاق مرتن طلاق دومرتبہ ہے۔ تیسری طلاق کا ذکر کہاں ہے آپؐ نے فرمایا اسی آیت میں **تسریح باحسان** (نیکی کے ساتھ رخصت کردے) یہ ہی تیسری طلاق۔

۲۴۔ فَاِنۡ طَلَّـقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ط فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَا ط... (البقرۃ: ۲۳۰)

ترجمہ پھر اگر (تیسری بار) عورت کو طلاق دیدے تو اس کے بعد جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے وہ (عورت) اس (پہلے شوہر) کیلئے حلال نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ (دوسرا شوہر بھی) اسے طلاق دیدے تب ان زوجہ و (پہلے) شوہر پر باہم رجوع کرلینے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں منقول ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ طلاق بائن کے بعد اگر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح موقت (متعہ) کرلے تو کیا اس متعہ کی مدت ختم ہونے پر پہلا شوہر اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ پہلا نکاح دائمی تھا اور پھر قرآن میں شرط یہ ہیکہ دوسرا شوہر طلاق دے جبکہ متعہ میں تو طلاق ہی نہیں ہوتی۔ لھذا دوسرے نکاح کا دائمی ہونا ضروری ہے۔

۲۵۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعاً اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ (البقرة: ۲٤۰)

ترجمہ اور تم میں سے جو لوگ اپنی ازواج چھوڑ کر مرجائیں ان پر اپنی ازواج کے حق میں سال بھر تک کے اخراجات (اور گھر سے) نہ نکالنے کی وصیت کرنی (لازم) ہے۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ منسوخ آیت ہے۔ جہاں تک سال بھر تک شوہر کے گھر میں رہنے کا تعلق ہے وہ تو اسی سورہ کی ایک اور آیت یعنی وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْراً ۔۔۔ البقرة: ۲۳٤) اور تم میں سے جو لوگ اپنی ازواج چھوڑ کر وفات پاجائیں تو ان کی ازواج چار مہینے دس دن انتظار کرینگی ۔۔) سے منسوخ ہے اور سال بھر کے اخراجات دینے کا حکم آیت میراث سے منسوخ ہوا ہے۔

۲۶۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ ۔ (البقرة: ۲۵۷)

ترجمہ اللہ ان لوگوں کا حامی ہے جو ایمان لاچکے وہ ان کو تاریکیوں میں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہوگئے شیطان ان کے حامی ہیں جو انہیں نور سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے آتے ہیں۔۔۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نور سے مراد آل محمد علیھم السلام ہیں اور ظلمات سے مراد دشمنان آل محمدؐ۔ ابن ابی یعفور نے حضرت امام صادق علیہ اسلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرے لئے یہ بات تعجب کن ہے کہ وہ لوگ حق گو، امانت دار اور وفادار ہیں جو آپ سے محبت نہیں رکھتے بلکہ آپ کے دشمنوں کے چاہنے والے ہیں۔ یہ سن کر غضب سے امام کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا آپ سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ جو شخص ظالم کی ولایت کا ماننے والا ہو اور ایسے کو امام مانے جس کو اللہ نے منتخب نہ کیا ہو تو ایسے شخص کا کوئی دین ہی نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو امام عادل کی ولایت کا ماننے والا ہو اور ایسے کو امام مانے

جس کو اللہ نے منتخب کیا ہو تو ایسے شخص پر عتاب نہ ہونا چاہیے میں نے عرض کی کہ ان کا کوئی دین ہی نہیں اور ان پر عتاب بھی نہ ہونا چاہیے۔؟!! تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں ان کا دین نہیں ہے اور ان پر کوئی عتاب بھی نہیں ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی کہ **اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ** اللہ ان لوگوں کا حامی ہے جو ایمان لائے وہ انہیں ان کے ولایت پر یقین کی وجہ سے گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر مغفرت کی روشنی میں لے آتا ہے۔ اور **والذین کفرو او لیئهم الطاغوت یخرجوهم من النور الی الظلمات** اور وہ جو پہلے نور اسلام میں تھے لیکن جب ظالم کی امامت کے قائل ہوئے اور اسکی اطاعت کی جو اللہ کا مقرر کردہ نہ تھا تو یہی بات انہیں تاریکیوں میں لے گئی۔ ابن ابی یعفور نے عرض کی تو کیا **و الذین کفروا** (اور جو لوگ کافر ہو گئے) سے مراد عام کافر نہیں ہیں۔؟! امام علیہ السلام نے فرمایا قطعاً نہیں کیونکہ عام کافروں کے پاس نور ہی کونسا تھا کہ جس میں سے طاغوت انہیں نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے۔؟!

تبصرہ مولف: یعنی ناصبیوں کے پاس نور توحید و رسالت تو تھا لیکن نور ولایت نہ تھا تو شیطان نے ان سے ولایت کا انکار کروا کے نور توحید و رسالت سے بھی محروم کر دیا۔ اسی لئے ارشاد ہوا اور جو لوگ کافر ہو گئے (یعنی ولایت سے کفر کیا) ان کے حامی شیطان ہیں جو انہیں نور (توحید و رسالت) سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں اب رہے عام کافر وہ نہ تو توحید ہی کے قائل ہیں نہ رسالت کے تو بھلا ان کے پاس نور ہی کونسا ہے کہ وہ وہاں سے ظلمات میں جائیں۔ انکے پاس نہ تو نور توحید ہے نہ نور رسالت وہ تو پہلے ہی سے ظلمات میں ہیں۔

۲۷۔ **یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ** (البقرۃ۔ ۲۷۶)

ترجمہ اللہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے

"کلام الامام"

کافی میں مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ سود لینے والوں کا مال تو گھٹتا نظر نہیں آتا تو پھر اللہ سود کو کیونکر مٹا دیتا ہے آپؑ نے فرمایا کہ اب اس سے بڑھ کر مٹانا کیا ہوگا کہ سود کا ایک درہم دین کو مٹا دیتا ہے۔ اگر سود خوار کی توبہ قبول ہو جائیگی تو ضرور اس کو مال کا نقصان ہوگا اور وہ یقیناً فقیر و محتاج ہو جائیگا

۲۸۔ **...وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ...** (ال عمران : ۷)

ترجمہ حالانکہ اللہ اور ان لوگوں کے علاوہ جو علم میں راسخ ہیں اس کا حقیقی مفہوم کوئی اور نہیں جانتا

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں مولائے کائناتؑ سے ایک حدیث میں یہ وارد ہوا کہ اللہ جانتا تھا کہ لوگ اس کے کلام میں تغیرات پیدا کریںگے اس لئے اس نے اپنا کلام تین قسم کا رکھا۔ پہلی قسم تو وہ ہے کہ جس کا مطلب چاہے عالم ہوں کہ جاہل سبھی جانتے ہیں دوسری قسم وہ ہے کہ جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے ذہن صاف، حس لطیف اور تمیز صحیح ہے اور جن کے سینے اللہ نے اسلام کے محاسن سمجھنے کیلئے کشادہ کر دیئے ہیں اور اللہ کے کلام کی تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا مفہوم سوائے خود اللہ تعالیٰ انبیاء اور

الراسخون فی العلم کے کوئی اور نہیں جانتا اور اللہ نے یہ اس واسطے کیا کہ جو لوگ غاصبانہ طور پر رسولؐ کے جانشین بن جائیں تو علم قرآن کے دعویدار نہ ہو سکیں کیونکہ اللہ نے انہیں تو علم عطا ہی نہیں کیا لھذا جب قرآن کے متعلق ایسے سوال ان کے سامنے آئیں کہ جن کا وہ جواب نہ دے سکیں تو مجبوراً انہیں **الراسخون فی العلم** کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے۔

تبصرہ مولف: ظاہر ہے کہ محکمات سے مراد وہ آیات ہیں کہ جن کا ظاہری مطلب بالکل واضح ہے اور متشابہات سے مراد وہ آیتیں ہیں کہ جن کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں جن کی اصلی غرض وغایت یہ ہے کہ الراسخون فی العلم کا رتبہ اور ان ہستیوں کی فضیلت عوام پر واضح ہو جائے اور انکے علم کے آگے سب سر تسلیم خم کریں اور یہ دیکھیں کہ وہ متشابہات سے محکمات کا ربط کیونکر قائم کرتے ہیں اور جو بات عوام کی حد فکر میں نہیں آسکتی وہ کس آسانی سے حل کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ان کے وسیلے سے معرفت کے مختلف درجات طے کرتے رہیں۔

دوسرے فرقوں کے علماء اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں کہ اس کا حقیقی مفہوم سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے کہ جو کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے (یعنی محکم و متشابہ پر)۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ اگر قرآن میں کوئی ایسی بات ہے کہ جس کا مفہوم صرف اللہ ہی جانتا ہے تو پھر اسے نازل ہی کیوں کیا گیا جبکہ عوام تو کجا خود رسول اللہ بھی (معاذ اللہ) اس کے مفہوم سے واقف نہ تھے سوائے کائنات کی ارشاد کردہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ قرآن میں متشابہ آیات کا وجود عوام الناس کے علمی فقدان اور اہلبیت علیہم السلام کے الراسخون فی العلم ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے اس طرح جب لوگ اپنی علمی بے بضاعتی کو محسوس کرینگے تو ان کے در پر سر تسلیم خم کرینگے کہ جنہیں اللہ نے ابواب العلم قرار دیا ہے۔ اس لئے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: **انّی تارک فیکم الثقلین کتاب الله واهل بیتی** (مستدرک حاکم) متشابہ سے محکم کا ربط بتانا صرف ان ہی ہستیوں کا کام ہے جنہیں اللہ نے اسکا علم عطا فرمایا ہے تفسیر صافی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ایک حدیث منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: **من ردّ متشابه القرآن الیٰ محکمة هدی الیٰ صراطٍ مستقیم** (جو متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف پلٹاتا ہے اسی نے صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کی ہے)۔

۲۹۔ **قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ...** (آل عمران: ۲۶)

ترجمہ کہو! یا اللہ، ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں داؤد ابن مرقد سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ بے شک اللہ ہی نے تو بنی امیہ کی سلطنت عطا کی تھی۔ اس پر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عوام الناس جس طرح قیاس کرتے ہیں حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطنت تو ہمیں عطا کی تھی اور بنو امیہ نے یہ سلطنت ہم سے بہ ظلم و جور چھین لی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کا لباس ہو اور ایک دوسرا آدمی اس سے وہ لباس چھین لے۔ اب لباس دوسرے آدمی کے قبضہ و تصرف میں تو ہے لیکن یہ لباس اس کی ملکیت نہیں ہے۔

تبصرہ مولف: یہاں یہ بات غور طلب ہیکہ لفظ ملک میں ملکیت کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لئے ملک اسی کا ہوگا جس کی ملکیت ہوگا۔ لھذا مالک الملک تو صرف اللہ ہی ہے اب وہ ملک جسے دیدے اسی کا ہوگا۔ باقی تمام سربراہان ممالک غاصب سمجھے جائینگے۔

۳۰۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ۔۔۔ (آل عمران : ۲۸)

ترجمہ مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں ۔ جو ایسا کریگا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم ان سے کسی قسم کا خوف رکھتے ہو

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں مولائے کائنات کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کبھی بھی تقیہ کو ترک نہ کرنا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے ۔ تقیہ ترک کر کے کہیں تم ہلاکت میں نہ پڑ جانا ۔ ترک تقیہ تمہارے اور تمہارے بھائیوں کا خون بہانے والا تمہاری اور ان کی نعمتوں پر زوال لانے والا اور دشمنان خدا سے انہیں ذلت پہنچانے والا ہے ۔ جبکہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے بھائیوں کی عزت وتکریم کرو۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو تقیہ کا انکار کرے وہ ایمان سے بے بہرہ ہے کیونکہ اس نے اللہ کے اس فرمان **الا ان تتقو منھم تقۃ** کا انکار کیا۔

تبصرہ مولف: بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں تقۃ اس لئے ایسا لکھا گیا ہے کہ بعض قاریوں کے نزدیک یہ لفظ تقیہ ہے اور اس لفظ کو اس طرح لکھنے سے یہ لفظ دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔

اگر چہ کہ سنی حضرات تقیہ کے مخالف ہیں لیکن اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے بھی تقیہ کی حمایت کی ہے ۔ مثلاً ابوالاعلی مودودی اپنی مشہور تفسیر تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ " شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمہ کفر تک کہہ جانے کی رخصت ہے "۔

۳۱۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۔۔۔ (آل عمران : ۷۲)

ترجمہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ جو کچھ ایمان لانے والوں پر نازل ہوا ہے دن کے ابتدائی حصہ میں تم بھی اس پر ایمان لے آؤ اور آخری حصہ میں اس سے انکار کر جاؤ شاید (اس ترکیب سے) وہ (بھی اپنے ایمان سے) پھر جائیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت تک بھی بیت المقدس کی سمت ہی نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ بات وہاں کے یہودیوں کو اچھی معلوم ہوتی تھی کہ نماز میں آپ کا رخ بیت المقدس کی طرف ہوتا تھا ۔ لیکن جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو یہ بات یہودیوں کو ناگوار گزری۔

چونکہ تحویل قبلہ کا حکم نماز ظہر کے دوران آیا تھا اس لئے یہودیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ نے نماز فجر تو ہمارے قبلہ کی سمت رخ کر کے پڑھی تھی اس لئے دن کے ابتدائی حصہ میں جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لاؤ اور آخری حصہ میں جو نازل ہوا ہے اس کا انکار کر دو۔ (یعنی بیت المقدس کو قبلہ تسلیم کرو اور کعبہ کا انکار کرو)۔

۳۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○۔۔۔

(آل عمران : ۷۷)

ترجمہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں ان کا آخرت میں نہ تو کوئی حصہ ہے نہ اللہ ان سے بات کرے گا نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہے کہ ولا یزکیھم سے مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں گناہوں سے پاک نہ فرمائے گا۔

۳۳۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط ○۔۔۔ (آل عمران : ۸۱)

ترجمہ اور جس وقت اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ (آج) میں نے تمہیں کتاب و حکمت سے نوازا ہے کل کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اس کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو (پہلے سے) تمہارے پاس ہے تو ضرور تم کو اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنی ہو گی۔

"کلام الامام"

مولائے کائنات کی ایک طویل حدیث کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ واحد، احد یکتا اور منفرد ہے اس نے ایک کلمہ ادا کیا جو نور ہو گیا پھر اس نور سے اس نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، مجھے اور میری اولاد کو خلق فرمایا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور کلمہ فرمایا جو روح بن گیا۔ جسے اللہ نے ہمارے جسموں میں سمو دیا۔ پس ہم روح اللہ اور ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں۔ اللہ کی مخلوق اللہ کو نہیں دیکھ سکتی لیکن ہمارے وسیلہ سے اس کی صفات کا عرفان حاصل کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے ہم پر ایمان لانے اور ہماری مدد کرنے کا عہد لیا اذاخذ اللہ میثاق النبیین ۔۔۔ والی آیت میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اس آیت لتومنن بہ سے مراد لتومنن بمحمدؐ ہے یعنی تم ضرور رسالتمآبؐ پر ایمان لانا اور ولتنصرنہ سے مراد ولتنصرون وصیہ ہے یعنی تم ضرور ان کے وصی کی مدد کرنا۔۔۔۔ انبیاء میں سے کسی کو میری مدد کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

لیکن عنقریب وہ سب میری نصرت کرینگے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ {وعداللہ الذین امنوا منکم و عملوالصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ص و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امناً ط یعبدوننی لایشرکون بی شیئاً ط۔۔۔ (النور : ۵۵)

(اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ (ایک نہ ایک دن) انہیں ضرور زمین پر اپنا نائب مقرر کرے گا جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور جس دین کو اس نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے اسے پائیدار قرار دیدے گا۔ اور ان کی (موجودہ حالت) خوف کو ضرور امن سے بدل دیگا کہ وہ (اطمینان سے) میری ہی عبادت کرینگے اور کسی کو میرا شریک نہ بنائینگے} پورا ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر قمی و تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ حضرت آدم سے حضرت ختم المرسلین تک جتنے انبیاء گزرے ہیں ان سب کی رجعت ہوگی اور یہ سب مولائے کائنات کی مدد و نصرت کرینگے۔

تبصرہ مولف: عقیدہ رجعت بحمد اللہ شیعیان علیؑ کا ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں البتہ دیگر فرقوں کے ماننے والے اس عقیدے کے قائل نہیں حیرت یہ ہے کہ اتنی واضح آیت کے باوجود امت مسلمہ میں عقیدہ رجعت کے منکر پائے جاتے ہیں۔ چونکہ انبیاء سے اللہ نے رسول اللہ کی مدد کرنے کا وعدہ لیا اور انہیں نصرت و مدد کا موقع ہی فراہم نہ کیا گیا اس لئے معاذ اللہ یہ وعدہ لینا ایک فعل عبث قرار پاتا ہے جو اللہ کیلئے نازیبا ہے لھذا عقلاً بھی رجعت کو تسلیم کرنا پڑیگا۔

۳۴۔ اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰهِ یَبۡغُوۡنَ وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعاً وَّکَرۡهاً وَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ○۔۔۔ (آل عمران : ۸۳)

ترجمہ کیا یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق چارونا چار اسی کی اطاعت کرتی ہے اور اسی کی طرف سب پلٹ کر جائینگے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہ آیت حضرت صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک اور روایت کے بموجب آپ نے یہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا کہ جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو زمین کا ایسا کوئی علاقہ نہ ہوگا کہ جس سے کلمہ شہادتین کی آواز نہ آئے۔

تبصرہ مولف: یہ بات غور طلب ہے کہ اس زمانے میں اور گزشتہ ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے ہیں کہ جو بہ رغبت وخوشی (طوعاً) تو کیا بہ جبر و اکراہ (کرھا) بھی اللہ کی اطاعت نہیں کرتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ آیت نہ ماضی کے بارے میں ہے نہ حال کے متعلق بلکہ مستقبل میں ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ جب ساری مخلوق اسی کی اطاعت کرے گی۔

۳۵۔ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰةُ، قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○۔۔۔ (آل عمران : ۹۳)

ترجمہ بنی اسرائیل کیلئے ہر (پاک) کھانا حلال تھا سوائے اسکے کہ جو توریت کے نازل ہونے سے قبل اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ (یہودیوں سے) کہو کہ توریت لاو اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔ (یہ غیر صحیح باتیں خود تمہاری توریت میں بھی نہیں ہیں)

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) جب اونٹ کا گوشت تناول فرماتے تو انہیں نہایت سخت درد پہلو ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس سے پرہیز کرنا شروع کردیا۔ یہودی اس بات کی مدعی تھے کہ توریت نے اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے بس اسی کے جواب میں اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ یہودیوں سے کہیں کہ اگر تم اپنے اس دعوی میں سچے ہو تو توریت لاو اور پڑھ کر دکھاو۔

تبصرہ مولف: مختلف تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بنیادی دو بڑے اعتراضات تھے۔

ا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کے گوشت کو حلال قرار دیا تھا جبکہ یہودیوں کے قول کے مطابق یہ حضرت ابراہیم کی شریعت میں حرام تھا اور اسلیئے یہودی بھی اسے حرام سمجھتے تھے۔

۲۔ دیگر تمام انبیاء نے بیت المقدس کو محترم قرار دیا تھا اور اس کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے جبکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس سے رخ موڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ قرار دیا۔

آل عمران کی زیرنظر آیت مبارکہ میں یہودیوں کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر اونٹ کا گوشت حرام ہے تو پھر توریت میں دکھاو کہ اس کی حرمت کا حکم کہاں ہے۔ اس کھلی دعوت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی توریت میں کہیں بھی اونٹ کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ نہ تھا۔ اور اگر کہیں اس کی حرمت ہوتی تو قرآن میں اتنا بڑا چیلنج نہ ہوتا۔ اور اگر معاذ اللہ قرآن نے ایسا غلط دعوی کردیا ہوتا تو یہودی فوراً اپنی توریت لاکر بتادیتے کہ دیکھئے یہاں اونٹ کے گوشت کی حرمت کا حکم ہے۔ یہودیں کا اس آیت پر خاموش ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک کی توریت میں کہیں بھی اونٹ کے گوشت کی حرمت نہ تھی لیکن موجودہ توریت کی LEVITICUS کی گیارہویں فصل میں یہ عبارت پائی جاتی ہے:

Nevertheless among those that chew the cud or part the hoof, you shall not eat these : The Camel, because it chews the cud but does not part the hoof, is unclean to you.

(The Holy Bible 1952, Zandervan Publishing House.

ترجمہ: جگالی کرنے والے اور پھٹے ہوئے سموں والے جانوروں کو نہ کھاو۔ اونٹ باجودیکہ جگالی کرتا ہے تاہم اس کا سم پھٹا ہوا نہیں ہے، وہ تمہارے لئے پاک (حلال) نہیں ہے۔

اس عبارت کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریف عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی وقت کی گئی کیونکہ اس سے قبل اونٹ کے گوشت کی حرمت کا کہیں ذکر نہ تھا۔

اب رہا دوسرا اعتراض کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو کیوں قبلہ قرار دیدیا ہے۔؟ اس کا

جواب انشاء اللہ اس کے بعد والی آیت کی تفسیر میں پیش کیا جائے گا۔

۳۶۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥... (آل عمران : ۹۶)

ترجمہ بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے واسطے بنایا گیا وہ یہی (کعبہ) ہے جو مکہ میں بڑی برکت والا اور سارے جہانوں کیلئے ہدایت ہے۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ مکہ کا نام بکہ اس لئے ہے کہ لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہوتے ہیں، اور لوگ حرم میں آ کر گریہ کرتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہر و آبادی کا نام مکہ ہے اور خاص خانہ کعبہ کی زمین کا نام بکہ ہے۔ (عربی میں لفظ بک اژدہام کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور یہ بکا کا بھی مشتق ہو سکتا ہے)

تبصرہ مولف: اب یہاں یہودیوں کے دوسرے بنیادی اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے۔ انکا اعتراض یہ تھا کہ تمام گزشتہ انبیاء نے بیت المقدس کو محترم قرار دیا تھا اور رسالتمآب نے ان گزشتہ انبیاء کی سیرت سے اختلاف کر کے کعبہ کو قبلہ کیوں قرار دیا۔؟! اسکا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے واسطے بنایا گیا وہ یہی (کعبہ) ہے۔ بیت المقدس اور زمین کے دوسرے حصے تو بہت بعد کو وجود میں آئے، چنانچہ من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کو زمین کی تخلیق کرنا منظور ہوا تو ہواؤں کو حکم دیا کہ پانی سے ٹکرائیں جس سے موجیں پیدا ہوئیں اور پھر ان موجوں سے کف (جھاگ) وجود میں آیا۔ اللہ نے اس جھاگ کو اس جگہ یکجا کر دیا کہ جہاں بیت اللہ ہے اسی جھاگ سے ایک پہاڑ وجود میں آیا پھر اللہ نے اسی پہاڑ کے نیچے سے زمین پھیلا دی۔ اور زمین میں جس جگہ کی سب سے پہلے خلقت ہوئی وہ کعبہ ہے۔ اور اس آیت کا یہی مفہوم ہے۔

بیت المقدس کے سنہ تعمیر کے متعلق خود موجودہ بائبل میں یہ عبارت پائی جاتی ہے۔:

In the four hundred and eightieth year after the people of Israel came out of the land of Egypt, in the fourth year of Solomon's reign over Israel, in the month of Ziv, which is the second month, he began to build the house of the Lord. (Kings I , Chapter 6,verse 1) (The Holy Bible, Zondervan Publishing House)

ترجمہ: اسرائیلیوں کے مصر سے نکلنے کے چار سو اسی (۴۸۰) سال بعد سلیمان کے عہد حکومت کے چوتھے سال زو کے مہینے میں جو دوسرا مہینہ ہے انہوں (سلیمان) نے خدا کے گھر کی تعمیر شروع کی۔

احادیث معصومین میں مذکورہ ماقبل تاریخ کے واقعات سے قطع نظر بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان کے عہد حکومت میں حضرت موسیٰ کے تقریباً چار سو پچاس (۴۵۰) سال بعد ہوئی جبکہ نہ صرف مذہبی اعتبار سے قرآن میں بلکہ تاریخی اعتبار سے بھی عربوں کی متفقہ روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت موسیٰ سے زائد از ۸ سو سال قبل کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ اس طرح تاریخی اعتبار سے بھی کعبہ کی تعمیر بیت المقدس کی تعمیر سے زائد از بارہ سو سال (۱۲۰۰) سال قبل قرار پائی ہے۔

۳۷۔ فِيهِ اٰيٰتٌ ، بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيمَ ، وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ، وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا ، وَمَنْ كَفَرَفَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ۔۔ (آل عمران : ۹۷)

ترجمہ اس میں واضح نشانیاں (اور) مقام ابراہیم ہے۔اور جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی۔اور لوگوں پر واجب ہے کہ اللہ کے لئے بیت (اللہ) کا حج کریں۔جنہیں اس تک پہنچنے کی استطاعت ہے اور جس نے (اس کا) انکار کیا (وہ یہ سمجھ لے) کہ بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ابوحنیفہ سے پوچھا کہ **ومن دخله کان امناً** (اور جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی) کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس سے مراد بیت اللہ ہے یعنی جو حرم میں داخل ہوگیا وہ امان پا گیا۔تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حجاج بن یوسف نے بیت اللہ کا محاصرہ کرلیا اور عبداللہ ابن زبیر کے خلاف منجنیق لگوائی اور پھر قتل بھی کر دیا تو بھلا عبداللہ ابن زبیر اس وقت کس طرح امان میں رہا۔اس پر ابوحنیفہ نے کہا کہ مولا پھر آپ ہی اس کی تفسیر بیان فرمائیں۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کی بیعت کر کے ان کی اطاعت بجالائے اور انکے اعوان وانصار میں داخل ہو وہ بے شک امان پائیگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کافی اور تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ اگر کوئی بیت اللہ کے ارادے سے آئے اور یہ سمجھ کر آئے کہ جس کے حج کا اللہ نے حکم دیا ہے یہ وہی بیت اللہ ہے اور ہمارے حق کا ایسے ہی معترف ہو جیسا کہ اس کا حق ہے تو ایسے شخص کو دنیا وآخرت میں امن وامان حاصل ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں اس حال میں داخل ہو کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ واجبات کو جانتا اور مانتا ہو تو اسے آخرت کے دائمی عذاب سے امن وامان حاصل ہے۔اسی لئے کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کعبہ میں پڑھی جانے والی دعاوں میں یہ جملہ بھی ملتا ہے: **اللھم انت قلت فی کتابك ومن دخله کان آمناً فآمنی من عذاب النار**۔یا اللہ! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جو اس میں داخل ہوا امان پا گیا پس مجھے اپنے عذاب یعنی عذاب جہنم سے محفوظ فرمادے۔

ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین ٥ اور جس نے (حج کا) انکار (کیا وہ یہ سمجھ لے کہ) بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے **من لا یحضرہ الفقیه** میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے جو آپ نے مولائے کائنات سے کہی تھی:

یا علیؑ تارك الحج وھو مستطیع کافر.....یا علی من سوف الحج حتیٰ یموت بعثه الله یوم القیامة یھودیاًاونصرانیاً

یا علی باوجود مستطیع ہونے کے جو حج ترک کرے وہ کافر ہے یا علی جو حج میں تاخیر کرے حتی کہ اسے موت آجائے تو اللہ تعالی اسے بروز قیامت یہودی یا نصرانی محشور کرے گا۔

۳۸۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَاناً... (ال عمران : ۱۰۳)

ترجمہ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ جبکہ تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو تم اس کی نعمت کے طفیل میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی بن گئے۔۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حبل اللہ یعنی اللہ کی رسی سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں اور لوگوں کو چاہیے کہ ان ہستیوں سے تمسک اختیار کریں۔

واذکروا نعمت الله علیکم (اور اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔) تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت امام علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیاوی چیزوں میں کوئی حقیقی نعمت نہیں۔ اس پر کسی نے کہا کہ اللہ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے **ثم لتسئلن یومئذن النعیم (التکاثر : ۸)** پھر تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اس سے مراد دنیاوی نعمت یعنی ٹھنڈا پانی ہے یہ سن کر امام علیہ السلام نے تند لہجے میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کی اسی طرح تفسیریں کرلی ہیں کوئی ٹھنڈا پانی مراد لیتا ہے تو کوئی لذیذ کھانا اور کوئی اطمینان و آرام کی نیند جب اسی طرح کے اقوال میرے جد امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ جو چیزیں اللہ تم کو دے چکا ہے ان کے بارے میں تم سے نہ تو ہرگز کوئی سوال کرے گا اور نہ ہی ہرگز تم پر ان کا احسان جتائے گا۔ عطا کردہ چیز کے بارے میں سوال کرنا یا اس کا احسان جتانا تو مخلوق کیلئے بھی زیبا نہیں، تو جو چیز مخلوق کے بھی شایان شان نہیں اس کی نسبت خالق کی جانب کیونکر دی جاسکتی ہے؟! حق یہ ہے کہ اس آیت میں **النعیم** سے مراد آل محمد علیہم السلام کی مودت وولایت ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے بعد سوال کرے گا۔

تبصرۂ مولف: بعض احادیث میں حبل اللہ کی رسی سے مراد قرآن کریم بھی ہے۔ مثلاً معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حبل اللہ قرآن مجید ہے لیکن مندرجہ بالا حدیث میں حبل اللہ سے مراد اہلبیت علیہم السلام وارد ہوا ہے ان دونوں احادیث کو جو بظاہر ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تمسک کی روشنی میں دیکھا جائے تو پھر یہ اختلاف باقی نہیں رہتا۔ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا "**انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**" (میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کتاب خدا ہے اور دوسری میری عترت جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوں گے ہرگز ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتی اس کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر پہنچ جائیں)۔

ایک اور حدیث میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **علی مع القران و القرآن مع علی** (علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ) ان دونوں احادیث نے قرآن اور اہلبیت علیہم السلام کے اس رشتہ کو واضح کردیا جو زمانے کے تغیرات و حادثات سے ماورا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایسا مستحکم ہے کہ جس کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہیں اور ایسا معتبر ہے کہ جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لھذا حبل اللہ سے مراد اگر قرآن کریم ہو تو بہر حال اہلبیت علیہم السلام اس میں شامل ہیں اگر اہلبیت مراد ہوں تو قرآن ان سے بہر صورت جدا نہیں۔

نعمت الله کے بارے میں ایک اور بات قابل توجہ یہ ہیکہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان غدیر فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے (اس) دین اسلام کو پسند کیا یعنی ولایت آئمہ معصومین کہ نعمت الٰہی قرار پاتی ہے۔

۳۹۔ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (آلِ عمرن : ۱۰۴)

ترجمہ اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہو جو بھلائی کی باتوں کی طرف دعوت دے یہ (لوگ) نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

"کلام الامام"

کافی میں مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر فرد امت پر واجب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ بلکہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو قوت واقتدار رکھتا ہو کہ عوام اس کی اطاعت کریں، معروف اور منکر سے واقف بھی ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ان جہلا پر عائد نہیں ہوتا جو خود ہی حق و باطل میں تمیز نہ کر سکتے ہوں اور وہ جو کچھ کہیں اس کے متعلق خود ہی شک میں مبتلا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے صحیح ہے یا غلط۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ آیت خاص ہے عام نہیں۔ (یعنی اس کے مصداق خاص ہستیاں ہیں اور امت کے عام افراد اس سے مراد نہیں ہیں)

۴۰۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥
(آلِ عمرن : ۱۲۸)

ترجمہ (اے رسولؐ) اس بارے میں تمہیں کوئی اختیار نہیں، چاہے (اللہ) ان کی توبہ قبول کرے یا چاہے تو انہیں عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظالم ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں منقول ہیکہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور میں اس آیت کا ذکر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ واللہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا۔ اور اس آیت کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ حقیقت یہ ہیکہ جب رسالتمآب کو ولایت امیر المومنینؑ کے اعلان کا حکم دیا گیا تو آنحضرتؐ امیر المومنین سے امت کی عداوت و حسد کی بناء پر متفکر ہوئے۔ تو اللہ نے فرمایا لیس لك من الامر شی، یعنی اس میں تمہارا کوئی اختیار نہیں ہے (یعنی اس ضمن میں متفکر نہ ہو۔ اعلان ولایت تو بہر حال تمہیں کرنا ہی ہے) لیکن عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ کہا گیا ہیکہ رسول اللہ کو جنگ کے بارے میں کوئی

اختیار نہ تھا حالانکہ اللہ نے خود فرمایا ہیکہ ما اتیکم الرسول فخدوہ و مانھکم عنہ فانتھو (الحشر: ۷) رسول جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اس طرح رسول کا حلال کردہ حلال اور حرام کردہ حرام ہے بھلا انہیں اختیار کیونکر نہ ہوگا۔

تبصرہ مولف: اکثر مفسرین نے اس آیت کی ضمیروں کو اُحد کے مشرکین کی طرف راجع قرار دیا ہے کہ اللہ اگر چاہے تو مشرکین کو معاف کردے اور چاہے تو سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ لیکن یہ بات متفق علیہ ہیکہ مشرکوں کو انکے شرک کے باوجود معاف کردینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ اسلام لے آئیں تو اللہ انہیں معاف کردے گا تو یہ بھی بے معنی بات ہوئی کیونکہ یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد گزشتہ گناہوں کی باز پرس ہی نہیں ہے تو پھر اس کا تذکرہ ہی کیوں۔؟! اور پھر بعد کے الفاظ یعنی او یعذبھم (اور چاہے تو انہیں عذاب دے) اس آیت کے مفہوم میں مزید پیچیدگی پیدا کردیتے ہیں کیونکہ قبول اسلام کے بعد قبل اسلام کے جملہ گناہوں کی جب معافی مل جاتی ہے تو پھر ان پر عذاب کے امکان کے کیا معنی۔؟! اللہ انہیں چاہے معاف کردے یا چاہے عذاب دے۔ ان دونوں صورتوں یعنی معافی اور عذاب کا امکان صرف ان ہی کیلئے ممکن ہے جو اسلام لا چکے کہ اللہ چاہے ان کے گناہوں کو معاف کردے، چاہے انہیں ان کی سزا دے۔

بہر حال مذکورہ بالا اسباب کے تحت یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اس سے مراد مشرکین نہیں بلکہ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت ہے جسے نہ صرف معاف کردینے یا عذاب دینے کا اختیار اللہ نے اپنے لئے مختص کر رکھا ہے بلکہ انہیں "فانھم ظلمون" کہہ کر ظالم بھی قرار دیا ہے

اس آیت میں ایک اور بات توجہ طلب یہ ہے کہ صرف اس ایک امر (ولایت) میں اللہ نے اختیار مغفرت و عذاب اپنے لئے مختص کرلیا ہے ورنہ قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جائوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لو جدو اللہ توابا رحیماo (النساء: ٦٤)

اور اگر انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم (گناہ) کیا تھا تو (اے رسول) وہ تمہارے پاس آتے اور اللہ سے طلب مغفرت کرتے تو وہ اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہیکہ دعا کا قبول کرنے والا بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے لیکن اسکا طریقہ یہ ہے گنہگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور طلب مغفرت کریں۔ وسیلہ و شفاعت کا اس سے زیادہ مبین ثبوت کیا ہوسکتا ہے

آیت کے آخری فقرے فانھم ظلمون سے ایک اور بات واضح ہوتی ہیکہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ اس آیت میں مشرکین نہیں بلکہ مسلمان مراد ہیں چاہے وہ جنگ احد کے ہوں یا غدیر خم کے تو بہر حال اصطلاحی طور پر سبھی وہ سب صحابہ ہی ہوں گے اور قرآن میں ان صحابہ کیلئے بھی ظلمون کی لفظ استعمال ہوئی ہے۔ لھذا یہ کہنا کہ تمام صحابہ عادل تھے۔ یقیناً حق بجانب نہیں ہوسکتا۔

۴۱۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ o
(آلِ عمران: ۱۳۲)

ترجمہ اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی جانب دوڑ پڑو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہیکہ جناب رسالت مآبؐ سے پوچھا گیا کہ جب جنت کی وسعت جملہ آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تو پھر جہنم کہاں ہے؟! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟!

تبصرۂ مولف: یعنی جب صبح نمودار ہوتی ہے تو کائنات کی وسعت میں اتنی گنجائش ہے کہ رات وہاں چلی جاتی ہیکہ جو مقام ہماری قوت بصر سے ماوراء ہے۔ اسی طرح جنت جب تمام آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر ہے تو جہنم اس نظام شمسی سے ماوراء کہیں ہوسکتی ہے جو ہماری قوت ادراک سے بھی باہر ہے۔

۴۲۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ (الِ عمران : ۱۴۴)

ترجمہ اور محمدؐ نہیں ہیں مگر ایک رسول، ان سے پہلے کے تمام رسول گزر چکے ہیں۔ اگر یہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاوں پھر جاؤ گے؟!

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص قتل کردیا جائے، آیا وہ مرا ہے یا نہیں؟ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قتل اور موت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ سائل نے کہا جو شخص قتل کردیا جائے وہ یقیناً مرجاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو ان دونوں (یعنی قتل اور موت) میں فرق ملحوظ رکھا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے **افائن مات او قتل** یعنی وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں، یا جیسا ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے **ولئن متم او قتلتم لا الی اللہ تحشرون** (آل عمران : ۱۵۸) اگر مرجاو یا مارے جاو تو بے شک اللہ ہی کی طرف محشور کئے جاؤ گے۔ پس یہاں بھی موت اور قتل علیحدہ علیحدہ بتائے گئے ہیں۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ **کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون** (العنکبوت : ۵۷) ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کی بازگشت ہماری طرف ہوگی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک یہ صحیح ہے لیکن جو قتل ہو جائے اس نے موت کا مزہ نہیں چکھا۔ پس یہی رجعت کے حق ہونے کا ثبوت ہے کہ جس نے موت کا مزہ نہیں چکھا لازم ہیکہ وہ دوبارہ دنیا میں لوٹ آئے اور موت کا مزہ چکھے۔

تبصرۂ مولف: اس آیت میں اکثر مترجمین نے **الرسل** کا ترجمہ بہت سے رسول کیا ہے اگر الرسل کے بجائے رسل ہوتا تو یہ ترجمہ صحیح تھا۔ لیکن چونکہ **الرسل** ہے اس لئے اس کا ترجمہ تمام یا سب ہونا چاہیے۔ یہ بھی قرآن کی بلاغت کا ایک نمونہ ہے کہ لفظ رسول پر صرف ال کے اضافہ سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل فراہم کردی۔

قد خلت من قبله الرسل (ان سے قبل سب انبیاء گزر چکے ہیں) یہاں بھی قرآن کی بلاغت ملاحظہ فرمایئے کہ قد خلت یعنی گزر چکے ہیں اگر قد ماتت (مرچکے ہیں) ہوتا تو پھر حضرت عیسیٰؑ و حضرت الیاسؑ کی حیات زیر بحث آسکتی تھی۔

۴۳۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الِ عمران : ۱۶۱)

ترجمہ اور جو خیانت کریگا تو اسے قیامت کے دن خیانت کردہ چیز لانی ہوگی۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ جو شخص مال غنیمت میں سے کس چیز کی خیانت کرے گا تو وہ اسی چیز کو جہنم کی آگ میں دیکھے گا۔ پھر اس شخص کو وہ چیز جہنم میں داخل ہو کر نکال لانی ہوگی۔ اور یہی اس آیت کے معنی ہیں۔

۴۴۔ اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا لا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ط قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ

(الِ عمران : ١٦٥)

ترجمہ کیا جب تم پر ایسی مصیبت آجائے جس کی دگنی تم پہنچا چکے ہو تو تم نے کہا یہ کہاں سے آئی؟! (اے رسول) کہدو کہ یہ خود تمہارے ہاتھوں ہوا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ کان المسلمون قد اصابوا ببدر مائة واربعین رجلا قتلوا سبعین رجلا واسروا سبعین فلما کان یوم احد اصیب من المسلمین سبعون رجلا (مسلمانوں نے بدر میں جملہ ایک سو چالیس کافروں کو نقصان پہنچایا تھا جن میں سے ستر آدمی قتل کئے اور ستر آدمی قید کئے تھے لیکن احد کے دن ستر مسلمان شہید ہوئے)

تبصرۂ مولف: جب جنگ احد میں ستر مسلمان شہید ہو گئے تو اکثر صحابہ چیخ و پکار کرنے لگے اور بقول علامہ طبرسیؒ کے من ای وجه اصابنا هذا ونحن مسلمون و فینا رسول الله و ینزل علیه الوحی ہمیں یہ مصیبت لاحق ہوئی حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں رسول اللہ ہیں جن پر وحی نازل ہوتی ہے یعنی اسلام و رسول اسلام کی حقانیت میں شک کرنے لگے۔ تو اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں ہی تو ہوا ہے کہ تم نے رسول اللہ کی نافرمانی کر کے کوہ عینین کے اہم مورچہ سے فرار اختیار کی، اختتام جنگ سے قبل مال غنیمت کی لوٹ مار میں لگ گئے اور پھر بالآخر مشرکین کے حملے کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کی۔

۴۵۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ط اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا اِثْمًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

(الِ عمران : ١٧٨)

ترجمہ اور یہ کافر گمان نہ کریں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں تو یہ ان کیلئے کوئی اچھی بات ہے ہم تو صرف اسلئے انہیں مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کر لیں۔ اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کافر کی موت بہتر ہے یا زندگی؟! امام علیہ السلام نے فرمایا کہ موت مومن اور کافر دونوں کیلئے بہتر ہے۔ مومن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وما عند الله خیر للابرار . (ال عمران : ١٩٨) اور نیک لوگوں کیلئے جو اللہ کے پاس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ اور کافروں کے

بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ولا یحسبن الذین کفرو انما نملی لھم ...الخ

تبصرہ مولف: یعنی صالح مومنین کیلئے آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے یقیناً بہتر ہیں تو مومنین کیلئے موت آرام و آسائش اور نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہوئی لھذا مومن کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہوئی کیونکہ دنیا بہرحال دار البلاء ہے۔ کافر کی موت اس کی زندگی سے اسلئے بہتر ہیکہ وہ جتنی طویل زندگی پائے گا اتنے ہی زیادہ گناہوں کا مرتکب ہوگا اور اسی نسبت سے عذاب کا مستحق ہوگا اس لئے کافر کی موت بھی اس کے حق میں زندگی سے بہتر ہے۔

۴۶۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْ وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ٥

(الِ عمران : ۲۰۰)

ترجمہ اے ایمان والو صبر کرو، استقامت دکھاؤ اور تیار رہو، اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کا خیال رکھو، شائد کہ تمھیں دین و دنیا کی بہتری مل جائے۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل ہے: اصبروا علی المصائب وصابروا علی الفرائض و رابطوا علی الائمة ۔مصائب پر صبر کرو، فرائض کی تکمیل میں استقامت دکھاؤ اور ائمہ سے متمسک رہو۔

معانی الاخبار میں سرکار شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کی ہیکہ اصبروا علی المصائب و صابروا علی الفتنة و رابطوا علی من تقتدون؟ مصائب پر صبر کرو، فتنوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ثابت قدم رہو اور جن کی پیروی کرتے ہو ان سے ربط رکھو۔ ایک اور حدیث یہ بھی ملتی ہے کہ اصبرو علی دینکم واصابروا عدوکم ممن یخالفکم ورابطوا امامکم اپنے دین کے بارے میں صبر کرو اور اپنے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اور اپنے امام سے مرابطہ کرو۔

تبصرہ مولف: بعض مفسرین نے رابطوا کا ترجمہ "سرحدوں پر تیار رہو" اور جہاد کیلئے کمریں کس لو کیا ہے جو ظاہر ہے کہ اصطلاحی معنی ہیں لغوی نہیں اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں باب الجہاد کے تحت مرابطہ اور رباط کے عنوان پائے جاتے ہیں اگر اس پس منظر کے تحت ترجمہ ہو تو جہاد کیلئے کمریں کس لو صحیح ہو سکتا ہے لیکن جس طرح جہاد صرف جنگ کا نام نہیں اسی طرح یہ کمریں کسنا اور تیار رہنا بھی اپنے معنی میں وسعت رکھ سکتا ہے۔ اکثریت کی مخالفت اور بے پناہ ظلم و جور کے باوجود عقیدہ امامت کی ہر ثابت قدمی سے بڑا مرابطہ کیا ہو سکتا ہے۔

حیدرآباد دکن میں ایام عزا کے آغاز سے چند روز قبل ماتمی گروہوں کے اراکین کسی جگہ ہر رات جمع ہوتے ہیں جہاں پرانے نوحوں کی مشق اور نئے نوحوں کی طرز منتخب کی جاتی ہے۔ ان مجالس کو ربط یا رباط کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لفظ اسی رابطوا سے مشتق ہو جس کے معنی تیار ہونے یا کمر کس لینے کے ہیں۔ چونکہ آغاز محرم سے قبل یہ ماتمی گروہ عزاداری و ماتم کیلئے تیار ہوتی ہیں اس لئے شاید انہیں بھی ربط یا رباط کہا جاتا ہو۔

۴۷۔ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً (النسآء : ۱)

ترجمہ اے انسانو۔۔۔! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک تنفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیں۔۔۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علل الشرائع اور من لایحضرہ الفقیہ میں زرارہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت آدم کی نسل کیونکر چلی۔؟! کیونکہ ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت آدم کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے لڑکوں کا نکاح اپنی لڑکیوں سے کردیں اور اس طرح نسل آدم چلی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا" اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور منزہ ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے منتخب بندوں اپنے اولیاء و انبیاء و مرسلین اپنی حجتوں، تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کی اصل و نسل حرام سے چلائی۔ اور اس اللہ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ انہیں حلال ذریعہ سے پیدا کرتا۔۔ پھر زرارہ نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا' امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ اس بات سے پاک و برتر ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کیا وہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی کے علاوہ کسی اور چیز سے پیدا کرتا ایسا کہنے والے شخص نے اہل طعن و تشنیع کے اعتراضات کیلئے دروازہ کھول دیا۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اگر آدم علیہ السلام نے اپنی پسلی سے پیدا ہونے والی سے اور اپنی لڑکیوں کا خود اپنے ہی لڑکوں سے نکاح کردیا تو ہمارے اور ان کے درمیان اللہ کے حکم میں یہ فرق کیسا۔؟!

تبصرہ مولف: حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی خلقت کے بارے میں متعدد احادیث ملتی ہیں مثلاً تفسیر مجمع البیان میں ہے روی عن ابی جعفر الباقر علیهما السلام ان الله تعالیٰ خلق حواء من فضل الطینة التی خلق منهاادم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو اس مٹی سے پیدا کیا جو حضرت آدم کی خلقت سے بچ گئی تھی۔ تفسیر عیاشی اور علل الشرائع میں ہے: عن الباقر علیه السلام خلق الله عزوجل ادم من طین ومن فضلة و بقیة خلقت حوا حضرت امام محمد باقر کا ارشاد ہیکہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور ان ہی کی بچی ہوئی مٹی سے حضرت حوا کی خلقت ہوئی۔

زیر نظر آیت میں ارشاد الٰہی ہے کہ خلقکم من نفس واحده (اللہ نے) تمہیں نفس واحد یعنی آدم سے پیدا کیا و خلق منها زوجها اور اسی سے یعنی ان ہی کی جنس اور ان ہی کی نوع سے ان کی زوجہ کو پیدا کیا۔ مراد یہ ہے کہ حضرت حوا، حضرت آدم کی طرح انسان ہیں انکا تعلق جناب یا فرشتوں سے نہیں ہے، یہ بھی ان ہی کی جنس اور ان ہی کو نوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے ومن ایاته ا ن خلق لکم من انفسکم ازواجالتسکنوا الیها (اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری بیویاں تمہاری ہی جنس سے پیدا کیں تاکہ تمہیں ان سے سکون ملے (الروم : ۲۱) اور واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا (اللہ نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں بنائی ہیں) (النحل : ۷۲)

۴۸۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً ۝ (النسآء : ۱۷)

ترجمہ اللہ کے ذمہ صرف انکی توبہ قبول کرنا ہے جو جہالت سے گناہ کرتے ہیں اور پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں یہ وہ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔اور اللہ صاحب علم وحکمت ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہے: عن ابی عبدالله علیه السلام مانه قال کل ذنب عمله العبدوان کان عالما فهو جاهل حین خاطر بنفسه فی معصیة ربه حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بندہ جب ارتکاب گناہ کرتا ہے تو چاہے عالم ہی کیوں نہ ہو بوقت گناہ وہ جاہل ہوتا ہے کہ خود کو اپنے پروردگار کی معصیت میں ملوث کر لیتا ہے۔کیا تم نے حضرت یوسف کا یہ قول نہیں پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے:قال هل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذ نتم جاهلون (یوسف : ۸۹) (یوسف نے) کہا تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ تم نے جہالت میں یوسف اور انکے بھائی کے ساتھ کیا کر دیا۔ یہاں جہل سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی کے خطرے میں ڈال دیا تھا۔

تبصرۂ مولف: مغربی ممالک میں ماہرین نفسیات کا کہنا ہیکہ بعض اوقات انسان غصہ،حسد، انتقام،اور دیگر انسانی اور حیوانی جذبات کے تحت عارضی طور پر اپناد ماغی توازن کھو بیٹھتا ہے اور ایسی حالت میں اس سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے۔عدالت میں اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو مجرم اگر بری نہ بھی کیا جائے تو کم از کم اس کی سزاء میں تخفیف ضرور کر دی جاتی ہے۔اس کیفیت کا نام Temporary Insanity (عارضی دیوانگی) ہے۔

۴۹۔ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ، وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط (النسآء : ۲۳)

ترجمہ اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں (نہ کہ متبنّیٰ) اور دو بہنوں کو (ایک وقت میں) جمع کرنا (تم پر حرام ہے) سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا۔۔۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے پوچھا کہ آیا حضرت امام حسن علیہ السلام یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی کسی مطلقہ زوجہ سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کر سکتے تھیں یا نہیں؟! اگر کوئی کہے کہ کر سکتے تھے تو اس نے جھوٹ کہا اور تاجر و فاسق اور لعنت کا مستحق ہوا اور اگر کوئی کہے کہ نہیں کر سکتے تھے تو اس آیت کے حکم کے بموجب حسنین علیہما السلام حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلبی فرزند قرار پائے۔

۵۰۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (النسآء : ۵۶)

ترجمہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا بے شک عنقریب ہم انہیں آگ میں جھونک دینگے۔ جب انکی جلد جل جائیگی تو ہم انہیں دوسری جلد سے بدل دینگے تا کہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔۔۔

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ کے عہد کے مشہور دہریہ اور مادہ پرست عالم ابن ابی العوجاء نے اس آیت کی تلاوت کر کے آپ سے سوال کیا ما ذنب الغیر یعنی جب ایک جلد جل جائیگی تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ جونئی جلد پید کرے گا اس نئی جلد کا کیا گناہ ہے؟ گناہ تو پہلی جلد نے کیا تھا۔ اب نئی جلد کو کس گناہ کا عذاب دیا جائے گا۔؟! امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ھی وھی غیر ھا یعنی یہی پرانی بھی ہے اور نئی بھی۔ اس پر ابن ابی العوجاء نے کہا مثل لی فی ذلک شیئا من امر الدنیا یعنی میرے لئے اس کی کوئی دنیاوی مثال بیان کر دیجئے (تا کہ میں سمجھ سکوں) امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اریت لو ان رجلا اخذ لبنة فکسرھا، ثم ردھا فی ملبنھا فھی ھی وھی غیرھا اسے اس طرح سمجھ کہ ایک شخص نے ایک اینٹ لی اور اسے توڑ دیا پھر اسی اینٹ کے ریزوں کو اس کے سانچے میں ڈال کر ایک نئی اینٹ بنالی تو اب یہ نئی اینٹ وہی پرانی اینٹ بھی ہے اور نئی اینٹ بھی۔

۵۱۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ (النسآء : ۱۰۵)

ترجمہ بے شک ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کیساتھ نازل کی تا کہ جو اللہ نے آپ پر نمایاں کر دیا ہے اسکے مطابق آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ "خدا کی قسم لوگوں میں فیصلہ کرنے کا حق اللہ نے صرف رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کو دیا ہے۔ احتجاج طبرسیؒ میں ہے کہ آپ نے ابوحنیفہ سے فرمایا تمہاری رائے (قیاس) غلط ہے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے صحیح تھی، کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے لتحکم بین الناس بما آرك الله کسی اور سے نہیں بلکہ صرف رسالت مآبؐ سے کہا ہے۔ (یعنی فیصلہ وفتوی دینے کا حق صرف رسالت مآبؐ کو ہے)

۵۲۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (النسآء : ۱۱۹)

ترجمہ (شیطان نے کہا) اور میں انہیں ضرور گمراہ کردوں گا اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاوں گا اور میں انہیں حکم دونگا تو وہ ضرور چوپایوں کے کانوں کو شگافتہ کرینگے اور کہوں گا تو وہ اللہ کی (طرف سے بنائی ہوئی ہیئت و صورت کو ضرور بدل ڈالیں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر تبیان میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں خلق اللہ سے مراد اللہ کا دین اس کے احکام اور اوامر و نواہی ہیں۔ اور تغیر سے مراد فطرت توحید اور فرمان خدا میں تغیر ہے اور اس بات کا ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت ہے فاقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم (الروم : ۳۰) تو تمام (راستوں سے ہٹ کر) دین حق کے ہو رہو فطرت خدا جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ دین خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی دین حق ہے۔

تبصرۂ مولف: ایام جاہلیت میں عرب کچھ جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد کر دیتے تھے اور نشانی کیلئے انکے کان شگافہ کر دیتے تھے پھر ان جانوروں سے نہ سواری کا کام لیتے نہ ہی انہیں ذبح کرتے تھے۔

ان مذکورہ آیات میں جہاں خلق اللہ آیا ہے ان دونوں ہی جگہ خلق اللہ سے مراد اگر مخلوق یا خلقت لیا جائے تو مضمون بے ربط اور بے معنی ہو جاتا ہے لیکن اگر خلق اللہ سے حسب ارشاد معصوم علیہ السلام دین اللہ مراد لیا جائے تو کلام کا ربط اور معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ پہلی آیت میں بھلا شیطان لوگوں کو کیونکر حکم دے سکتا ہے کہ وہ خلقت کو بدل ڈالیں۔؟! یعنی انہیں احکام خدا بدل ڈالنے کا حکم دے سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہیکہ یہ ماضی میں ہوا بھی ہے اور آج بھی ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں اگر خلق اللہ سے مراد خلقت لیا جائے تب بھی مضمون بے ربط و بے معنی ہو جاتا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت تبدیل نہ ہوگی اور یہی دین حق ہے۔ لیکن یہاں بھی حسب ارشاد معصوم خلق سے دین اللہ مراد لیا جائے تو اس کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی اور یہی دین حق ہے۔

۵۳۔ وَاِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰهُ کُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ۝ (النسآء : ۱۳۰)

ترجمہ (صلح صفائی کی کوئی امید نہ ہو اور زن و شوہر اسلامی قوانین کے مطابق) اگر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنے (خزانہ) وسعت سے غنی کر دے گا۔

"کلام الامام"

کافی میں روایت کی گئی ہیکہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تنگدستی کی شکایت کی، آپ نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا، اس نے شادی کر لی لیکن اسکے بعد اسکی تنگدستی و افلاس میں مزید اضافہ ہو گیا اس نے پھر امام علیہ السلام سے اپنی محتاجی کا شکوہ کیا تو آپؑ نے اسے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ جب اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو چند ہی دنوں میں اس کے معاشی حالات بہتر ہو گئے۔ اس نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ آپؑ نے پہلے تنگدستی کا علاج شادی بتایا اور پھر اسی تنگدستی کا مداوا طلاق کو قرار دیا؟! امام علیہ السلام نے اسے جواب دیا کہ میں نے تمہیں دونوں حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کے مطابق دیئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" وانكحو الايامى منكم والصالحين من عبادكم وامائكم ان يكونوا فقرآء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم (النور : ۳۲) بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کر دیا کرو، اگر یہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ اپنے فضل و (کرم) سے انہیں غنی بنا دیگا اور اللہ صاحب وسعت و علم ہے (یعنی

یہاں نکاح کو تنگ دستی دفع کرنے کا ذریعہ بتایا ہے) اور زیر نظر آیت یعنی و ان یتفقرقا یغن اللہ کلامن سعتہ اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ انہیں اپنی وسعت سے غنی بنادے گا (یعنی یہاں طلاق کو تنگ دستی دفع کرنے کا ذریعہ بتایا ہے)

تبصرۂ مولف: ان آیات میں تضاد و اختلاف نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد اپنے مقسوم کے اعتبار سے رزق پاتا ہے کبھی زوجہ کی نیک بختی سے شوہر کو، اور کبھی اولاد کی خوش قسمتی سے والدین کو وہ رزق میسر آجاتا ہے جو خود ان کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کسی کی بدنصیبی سے متعلقین کے رزق میں کمی کا بھی امکان ہے۔ اس طرح منطقی طور پر یہ بات قابل فہم ہے کہ جس طرح نکاح سے زیادتی رزق کا امکان ہے اسی طرح طلاق سے بھی اضافہ رزق ممکن ہے۔

۵۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا ○ (النسآء: ۱۳۷)

ترجمہ بلاشبہ وہ جو ایمان لائے، پھر کفر اختیار کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر اختیار کیا پھر اپنے کفر میں اور بڑھ گئے اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں راہ راست کی ہدایت کریگا

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہ آیت فلاں ۱، فلاں ۲ اور فلاں ۳ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ وہ پہلے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ (آمنوا)۔ پھر جب غدیر میں رسالتمابؐ نے ولایت امیرالمومنین کا اعلان فرمایا تو انھوں نے اسکا انکار کیا۔ (کفروا)۔ جب رسالتمابؐ نے سب سے امیرالمومنین کی بیعت لی تو انھوں نے بیعت کی۔ (آمنوا)۔ اور پھر جب رسالتمابؐ نے اس دار فانی سے کوچ کیا تو یہ امیرالمومنین سے اپنی بیعت پر قائم نہ رہے۔ (کفروا) بلکہ الٹا لوگوں سے امیرالمومنینؑ کی بیعت تڑوا کے خود اپنی بیعت لے لی (ازدادوا کفرا یعنی کفر میں بڑھ گئے)۔

۵۵۔ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ○ (النسآء: ۱۴۱)

ترجمہ اور اللہ ہرگز کافروں کیلئے مومنین پر غلبہ پانے کی کوئی سبیل قرار نہیں دے گا۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمۃ عیون اخبار الرضاؑ میں نقل فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ کافروں کو مومنین پر غلبہ حاصل نہ ہونے دے گا اس لئے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید نہیں ہوئے حنظلہ ابن اسعد شامی کو سید الشہداؑ کی شبیہ بنادیا گیا، اور امام حسین علیہ السلام حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح آسمان پر اٹھا لیئے گئے۔ امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا کہنے والے جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کا غضب ولعنت ہو۔ انہوں نے رسالت مآب کی کئی احادیث کا انکار کیا ہے جس سے وہ کافر قرار پائے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی ہے۔ خدا کی قسم، امام حسینؑ شہید کیے گئے اور ان سے قبل حضرت امیرالمومنین اور جناب حسن مجتبیٰ علیہما السلام بھی شہید کیئے گئے، اور واللہ ہم ائمہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ جو شہید نہ ہو۔ خود میں

بھی ایک فریبی کے فریب سے شہید کیا جاؤں گا۔ ولن یجعل الله للکفرین علی المومنین سبیلا کا مطلب یہ ہیکہ اللہ کافروں کی حجت کو مومنین پر غالب نہ ہونے دیگا۔ چنانچہ گزشتہ انبیاء میں بعض کے ساتھ یہی ہوا کہ جب کفار ان انبیاء پر اپنی حجت سے غالب نہ آ سکے تو انہوں نے ان انبیاء کو قتل کر دیا۔

تبصرہ مولف: کسی کو قتل کر دینا اس پر غلبہ پانا نہیں ہے۔ یزید ابن معاویہ، حضرت امام حسینؑ سے بیعت کا طلبگار تھا لیکن امام حسین علیہ السلام نے اسکی بیعت نہیں کی۔ مسئلہ، بیعت کا تھا، کربلا میں یہ مقابلہ نہیں تھا کہ دیکھیں کون کس کو قتل کرتا ہے یا کس کی طاقت زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بحکم یزید حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے لیکن بیعت نہ کرنے میں آپ کامیاب وکامران رہے اور یزید بیعت لینے میں نامراد رہا۔ اب دیکھیں کہ کون غالب ہوا اور کون مغلوب۔۔۔؟!۔

۵۲۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝
(النسآء: ۱۵۹)

ترجمہ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسکی موت سے قبل اس عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئیگا۔ اور وہ (عیسیٰ) بروز قیامت ان سب کے خلاف گواہ ہوگا۔

"کلام الامام"

تفسیر علی ابن ابراہیم قمی میں ہے عن شهر بن حوشب قال قال لی الحجاج یا شهر اية فی كتاب الله قد اعيتنی فقلت ايها الاميراى اية هی؟ فقال قوله :وان من اهل الكتب الاليومنن ... الخ والله انی لامر باليهودی والنصرانی فاضرب عنقه ثم ار معة بعينی فما اراه يحرك شفتيه حتى يحمد فقلت اصلح الله الامير ليس علی ما تاولت . قال كيف هو ۔ ؟! قلت ان عيسیٰؑ ينزل قبل يوم القيامة الی الدنيا فلا يبقی اهل ملة يهوديولا غيره الآ امن به قبل موته وليصلی خلف المهدیؑ قال ويحك انی لك هذا ۔؟! فقلت حدثنی به محمد بن علی بن الحسين بن علی بن ابی طالب عليهم السلام فقال جئت به من عين صافيه شہر بن حوشب سے منقول ہیکہ حجاج بن یوسف نے مجھ سے کہا کہ قرآن کی ایک آیت نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ شہر نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے۔؟! حجاج نے یہ آیت وان من اهل الكتب ۔۔۔الخ (اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کی موت سے قبل اس پر ایمان نہ لے آئیگا اور وہ بروز قیامت ان سب کے خلاف گواہ ہوگا) پڑھی اور کہنے لگا میں جب کسی یہودی یا نصرانی کے قتل کا حکم دیتا ہوں تو پھر اسے کچھ مہلت دے دیتا ہوں لیکن اس کے ہونٹوں کو حرکت کرتے نہیں دیکھتا کہ وہ حضرت عیسیٰ پر اپنے ایمان کا اعلان کر رہا ہو۔ شہر نے کہا اے امیر اللہ تیرا بھلا کرے اس آیت کی تاویل وہ نہیں جو تو سمجھ رہا ہے۔ حجاج نے کہا وہ کیسے۔؟! شہر نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے پھر تشریف لائینگے، تو پھر یہودیوں اور غیر یہودیوں میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جو موت سے قبل ان پر ایمان نہ لے آئے۔ اور وہ حضرت مہدی صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حجاج نے کہا وائے ہو تجھ پر تو نے یہ تاویل کہاں سے نکالی؟! شہر نے کہا مجھ سے حضرت امام محمد باقر ابن علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے بیان کیا۔ اس پر حجاج نے کہا یہ تو تو نے ایک صاف وشفاف چشمہ سے حاصل کیا ہے

۵۷۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ، وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا○ (النسآء :١٦٤)

ترجمہ کچھ پیغمبر ایسے ہوے کہ جن کے حالات ہم نے آپ سے پہلے بیان کر دیئے اور کچھ ایسے گزرے کہ ہم نے آپ کو ان کے واقعات نہیں بتائے۔ اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا جو کلام کرنے کا حق تھا۔

"کلام الامام"

کافی اور کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوح اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے درمیان بعض ایسے انبیاء گزرے کہ جنہوں نے بالا اعلان دین حق کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور بعض ایسے انبیاء بھی گزرے جنہوں نے مخفی طور پر دین حق کی تبلیغ کی۔ جنہوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ان کے نام قرآن میں مذکور ہوے اور جن انبیاء نے خفیہ طور پر فرائض نبوت انجام دیئے ان کے نام قرآن میں مذکور نہیں ہوے۔

احتجاج طبرسیؒ میں ہے کہ یہودیوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے پوچھا کہ کیا حضرت موسیٰ آپؐ سے افضل تھے؟! رسالت مآبؐ نے پوچھا کیوں۔؟! انہوں نے کہا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے چار ہزار کلمات سے کلام کیا تھا اور آپ سے کوئی بات نہ کی۔ رسالتمآبؐ نے فرمایا مجھے موسیٰ سے ارفع واعلیٰ مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیسے۔؟! رسالت مآبؐ نے فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا ط (بنی اسرائیل :١) منزہ ہے وہ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی جس کے اطراف ہم نے برکت قرار دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔

تبصرۂ مولف: حضرت موسیٰ سے تو یہیں اسی دنیا میں اللہ نے کلام کیا لیکن حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو معراج ملی جو کسی اور نبی یا رسول کو نصیب نہ ہوئی اور معراج میں ظاہر ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور سے کلام بھی کیا۔

۵۸۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ (المآئدہ :٣٨)

ترجمہ سارق اور سارقہ کے ہاتھ ان کے عمل کی پاداش میں اللہ کی جانب سے سزا کے طور پر کاٹ دو۔ بے شک اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر تبیان اور تفسیر عیاشی میں منقول ہیکہ مولائے کائناتؑ جب کسی کو چوری کی سزاء دیتے تو انگوٹھا اور ہتھیلی کو چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہتھیلی چھوڑ دی جائے کیونکہ سجدہ میں جن اعضاء کا ٹیکنا واجب ہے ان میں ہتھیلیاں بھی ہیں۔ اگر چوری کی سزا میں ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو سجدہ میں ہتھیلی نہ ٹک سکے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وان المساجد للہ (الجن :١٨) یہاں مساجد سے مراد بھی اعضائے سجدہ ہیں۔ اور جو چیز اللہ کی ہے اسے نہیں کاٹا جا سکتا۔

تبصرۂ مولف: فقہ اہلبیت علیھم السلام کے بموجب ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر یہ حد جاری ہوگی جبکہ عامۃ المسلمین میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی نے مشہور شیعی عالم سید مرتضیٰؒ سے بصورت شعر پوچھا

یدبخمس مئین عسجد و دیت

ما بالھا قطعت فی ربع دینار

وہ ہاتھ جسکے کاٹنے کی دیت پانچ سو دینار ہے صرف ایک چوتھائی دینار کی چوری کی پاداش کیوں کاٹ دیا جاتا ہے۔؟!

اس سوال کا جواب سید مرتضٰی علیہ الرحمۃ نے شعر ہی میں دیا، فرماتے ہیں

عز الامانۃ اغلاھا وارخصھا

ذل الخیانۃ فافھم حکمۃ الباری

امانت کی عزت و وقار نے جس ہاتھ کو گرانقدر و قیمت قرار دیا تھا، اس ہاتھ کو خیانت کی ذلت و بے شرمی نے بے قدر و قیمت کر دیا۔

۵۹۔ **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡ لَا تَتَّخِذُوا الیَھُوۡد والنَّصٰرٰیٓ اَوۡلِیَآءَ ۘ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡھُمۡ ؕ** (المائدہ : ۵۱)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جس کسی نے ان سے دوستی کی تو وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو اہلبیت علیھم السلام سے دوستی رکھے اور ان کو قرابت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے لوگوں سے ارفع و اعلیٰ مانے تو وہ آل محمد علیھم السلام کی نگاہ میں مثل اہلبیت کے ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے درجہ سیادت مل جائیگا بلکہ اہلبیت کی پیروی و اطاعت کرنے اور ان سے مودت و محبت رکھنے کی وجہ سے ان ہی کے گروہ کا سمجھا جائیگا۔ اور **ومن یتولھم منکم فانہ منھم** کا یہی مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: حضور رسالتمآب کی مشہور حدیث سلمان منا اھل البیت سلمان ہم اہلبیت سے ہے۔ یا یہ ارشاد گرامی کہ سلمان کو سلمان فارسی نہ کہو بلکہ مسلمان محمدی کہہ کے پکارو اسی ارشاد والہی کی تفسیر ہے سلمان کے اہلبیت سے ہونے کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ ان کا شمار سادات میں ہوگا یا ان پر صدقہ حرام ہو جائے گا۔ اس کی ایک اور مثال قرآن نے حضرت ابراہیم کی زبانی نقل کی ہے۔ رب **انھن اضللن کثیراً من الناس ۚ فمن تبعنی فانہ منی ۚ**۔ اے میرے پروردگار ان (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو میری اطاعت کرے وہ مجھ سے ہے یعنی اسکا تعلق میرے گروہ سے ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز مقاصد اور محرمات میں ان کا شریک نہ ہونا ورنہ اپنی شریعت اور عقائد کی پابندی کے ساتھ ان سے سماجی و معاشرتی تعلقات رکھنا اور مثبت طریقہ پر عام فلاحی امور میں اشتراک و تعاون ہر مذہب و ملت کے ساتھ جائز ہے۔ رسالتمآب کا کفار کی امانتیں رکھنا خود اس کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

۶۰۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ
لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (المائدہ : ۵۴)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! جوتم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو (اس میں اللہ کا کچھ نقصان نہیں) اللہ بہت جلد ایک ایسے گروہ کو لائے گا جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں۔ وہ مومنین کے سامنے نرم اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ صاحب وسعت وعلم ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر تبیان میں سرکار شیخ طوسی علیہ الرحمۃ اور تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسیؒ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ یہ آیت مولائے کائنات اور آپ کے اصحاب کے بارے میں ہے جبکہ آپ نے ناکثین (جنگ جمل والوں) قاسطین (لشکر شام) مارقین (خوارج) سے جہاد فرمایا تھا۔ دیگر روایات کے موجب جنگ خیبر کے موقع پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے یہ حدیث لاعطین الراية غدا رجلاكرارا غير فرار يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله لا يرجع حتى يفتح الله على يديه (کل میں یقینا علم ایک ایسے مرد کو دوں گا جو کرار اور غیر فرار ہے وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت تک نہ لوٹے گا جب تک کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے)۔ ارشاد فرمائی تو اس آیت کے مصداق مولائے کائنات ہوئے۔ ذیل میں آیت قرآن اور حدیث نبوی کا ربط ملاحظہ فرمائیں:

آیت	ترجمہ
۱۔ يحبهم يحبونه	اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔
۲۔ اعزه على الكافرين	وہ کافروں پر سخت ہیں۔
۳۔ يجاهدون فى سبيل الله	وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حدیث	ترجمہ
يحب الله و رسوله	وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے۔
ويحبه الله ورسوله	اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔
كراراً غير فرار	بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا جو بھاگے گا نہیں۔

لن يرجع حتى يفتح الله على يديه وہ اس وقت تک نہیں لوٹے گا جب تک کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نہ دیدے

تبصرۂ مولف: مزید روایات اور تفاصیل کے لئے تفسیر برہان، تفسیر ثعلبی اور احقاق الحق ملاحظہ فرمائیں۔

۶۱۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ ٥ (المائدہ : ۵۵)

ترجمہ تمہارا حاکم و سرپرست بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحب ایمان جو نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور مجالس المومنین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہ آیت مولائے کائنات کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ آپؑ نے بحالت رکوع ایک سائل کو اپنی انگشتری عطا فرمائی تھی۔

تبصرۂ مولف: احقاق الحق اور الغدیر کے بموجب شیعہ اور سنی مفسرین کی ایک کثیر تعداد نے اس آیت کی شان نزول کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے جسے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن سلام وغیرھم نے بیان کیا ہے۔ خود عہد رسالت مآب کے مشہور شاعر حسان بن ثابت کہتے ہیں

فانت الذی اعطیت اذکنت راکعا

زکوۃ فدتك النفس یا خیر راکع

فانزل فیك اللہ خیر ولایۃ

و بینھا فی محکمات الشرائع

(یا علیؑ) آپ وہ ہیں کہ جنہوں نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ہے۔ اے بہترین رکوع بجالانے والے میں آپ پر سے نثار ہو جاؤں پس اللہ نے آپ کیلئے بہترین ولایت نازل کی اور شریعت کے احکام (قرآن) میں اس کا تذکرہ بھی کردیا۔

ان تمام شہادتوں کے باوجود چند مفسرین ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہر ممکنہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ آیت مولائے کائنات کے متعلق نہیں ہے۔ ان مفسرین کے اعتراضات کی ایک طویل فہرست ہے، لیکن ذیل میں ہم صرف تین اعتراضات کا جواب دینگے۔

پہلا اعتراض: یہ ہیکہ اگر صرف مولائے کائنات شخص واحد نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی تھی تو پھر آیت میں والذین ۔ امنو الذین ۔ یقیمون ۔ یوتون ۔ ھم ۔ اور راکعون تمام جمع کے صیغے کیوں استعمال ہوئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی کا ادب کا معمولی طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ عربی ادب میں ایسی ان گنت مثالیں موجود ہیں کہ جہاں جمع سے واحد اور واحد سے جمع مراد ہوتی ہے۔ مثلاً خود قرآن میں مشہور و معروف آیت مباہلہ میں سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ ابنـاء نـا کی جگہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم صرف حسنین علیہما السلام کو لے گئے جبکہ جمع کا صیغہ کم سے کم تین افراد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ نساء نا کی جگہ صرف سیدہ عالمیان علیہا السلام گئیں، اور انفسنا ء کا مصداق مولائے کائنات قرار پائے۔ یہاں تمام صیغے جمع کے ہیں لیکن ان کا مصداق شخص واحد یا زیادہ سے زیادہ تثنیہ ہے، جمع کہیں بھی نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ ولی کے معنی حاکم و سرپرست کے نہیں بلکہ رفیق و دوست کے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات غور طلب ہے کہ آیت کا آغاز انما سے ہوتا ہے جو کلمہ حصر ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہیکہ ایک مخصوص گروہ کے بارے میں کچھ بیان ہوگا۔ جس طرح آیت تطہیر کا آغاز بھی اسی انما سے ہوتا ہے۔ اب اس کلمہ حصر کے بعد تفصیل ہے کہ کون کون تمہارے حاکم و سرپرست ہیں۔ اس ولایت کے معنی رفاقت و دوستی کے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ رفاقت و دوستی تو بہر حال مومنوں کے درمیان ہوتی ہی ہے چاہے وہ زکوۃ دیں یا چاہے اتنے غریب و مفلوک الحال ہوں کہ ان پر زکوۃ واجب ہی نہ ہو۔ اور یہ بات تو ناقابل تردید ہے کہ یہ ولایت ایسی ہے کہ جس میں اللہ اور اس کا رسول بھی شریک ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عبث در معنی من کنت مولامی روی ہر سو

علیؑ مولا بہ این معنی کہ پیغمبرؐ بود مولا

(معنی ولایت کی تلاش میں دور کیوں جایئے یہ ولایت ان ہی معنی میں ہے کہ جن معنی میں اللہ اور رسول (ولی ہیں) اب چونکہ اس آیت سے مولائے کائنات کی خلافت بلافصل پر قوی دلیل ثابت ہوتی ہے اس لئے اس کے انکار اور غلط تاویلوں کی ضرورت پیش آئی۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ تفسیر تبیان میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان هذه الاية من الادلة الواضحة على امامة امير المومنين عليه السلام بعد النبیؐ بلا فصل (جان لیجئے کہ یہ آیت بعد رسول امیر المومنینؑ کی امامت بلا فصل پر واضح دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔

تیسرا اعتراض: یہ ہے کہ اس آیت میں حالت رکوع میں زکوۃ دینے کا تذکرہ ہی نہیں ہے بعض مفسرین الذين يقيمون الصلوة و يوتون الزكوة وهم راكعون کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: جو نماز ادا کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں یعنی قواعد کی زبان میں واو حالیہ کے بجائے اسے واو عطف سمجھتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات غور طلب ہیکہ جب یقیمون الصلوۃ نماز ادا کرتے ہیں کہدیا گیا تو پھر رکوع کرتے ہیں کہنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے کیونکہ رکوع رکن نماز ہے جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی تو پھر اسے علیحدہ بیان کرنا بے فائدہ ہے جو یقیناً بلاغت قرآن کے منافی ہے۔

۶۲۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۤءُ ۚ۔ (المائدة : ٦٤)

ترجمہ اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ بندھیں، اور جو انہوں نے کہا اسکی وجہ سے ان پر لعنت ہو۔ بلکہ اس کے ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی، تفسیر برہان اور التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہودیوں نے یہ جو کہا کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے تو اس سے ان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اللہ بخیل ہے، بلکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ نے ابتداء ہی میں سارے امور طے کر دیئے خود اسے جو کچھ کرنا تھا اس نے کر دیا اور اب اللہ خود بھی کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اللہ نے یہاں ان کے اس غلط عقیدے کی نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ یمحو الله مايشاء ويثبت و عنده ام الكتاب (الرعد: ۳۹) اللہ جسے چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے باقی رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

تبصرۂ مولف: مذکورہ بالا آیت وحدیث کی روشنی میں یہ سمجھنا غلط ہے کہ جو اللہ کو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا، اب اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ اب خود بھی اپنے جاری کردہ فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ یہی مسئلہ بدا ہے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کا عقیدہ ہے کہ بدا واقع نہیں ہوتا جو قرآن واحادیث کے سراسر خلاف ہے۔ استغفار و توبہ سے یقیناً گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح دعا کے اثر سے کسی کی مختصر حیات طویل ہو سکتی ہے یا کوئی جہنمی شفاعت معصومین علیہم السلام کی وجہ سے مستحق جنت قرار پا سکتا ہے۔ دعاؤں اور نیک وبد اعمال کی وجہ سے اللہ حیات اور موت کے فیصلہ میں تقدیم وتاخیر اور رزق کی تقسیم میں کمی وزیادتی کرتا ہے۔

۶۳۔ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيراً مِنهُمْ مَّا أُنزِلَ إِلَيكَ مِن رَّبِّكَ طُغيَاناً وَّ كُفراً (المائدہ : ۶۸)

ترجمہ: یہ فرمان جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو مزید بڑھا دے گا۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں مــا انــزل سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے۔

تبصرۂ مولف: مختلف اسلامی فرقوں میں جو عقائد کے اختلافات پائے جاتے ہیں ان میں سب سے اہم اور مرکزی اختلاف امامت ہی کے متعلق ہے، باقی تمام اختلافات کو فروعی یا فقہی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مسئلہ امامت پر گفتگو ہوتی ہے تو اس کے مخالفین کی سرکشی اور انکار میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل کی آیت یــا ایـهـا الـرسـول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته ط (المائدہ : ۶۷) میں بھی ما انزل سے مراد ولایت وامامت ہی ہے۔ اس آیۂ بلغ اور حدیث غدیر کی روایت متعدد اصحاب، تابعین اور بعد والے علماء ومورخین نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ عبدالحسین امینیؒ کی الغدیر، شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستریؒ کی احقاق الحق اور علامہ حامد حسین اعلی اللہ مقامہ کی عبقات الانوار جیسی کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

مشہور صحابی اور مداح رسولؐ حسان ابن ثابت نے غدیر خم کے موقع پر جو قصیدہ کہا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

يناديهم يوم الغدير نبيهم ... بخم واسمع بالرسول مناديا
فقال فمن مولاكم ونبيكم ... فقالوا ولم يبدوا هناك التعاميا
الهك مولانا وانت نبينا ... ولم تلق منافى الولاية غاصياً
فقال له قم يا على فاننى ... رضيتك من بعدى اماما وهاديا
فمن كنت مولاه فهذا وليه ... فكونوا له اتباع صدق مواليا
هناك دعا اللهم وال وليه ... وكن للذى عاد عليا معاديا

بروز غدیر ان کے نبی نے انہیں خم کے مقام پر آواز دی۔ آپؐ نے پوچھا تمہارا مولا اور نبیؐ کون ہے؟ تو انہوں نے بلا جھجک جواب دیا کہ آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے نبی ہیں۔ اور ہم ولایت کے قبول کرنے سے کنارہ کش نہ ہوں گے

۔تب آپؐ نے فرمایا یا علی کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں اپنے بعد تمہارے امام و ہادی ہونے سے راضی ہوں۔ پھر فرمایا میں جس کا مولا ہوں یہ اس کے مولا ہیں پس صدق دل سے ان کی پیروی کرو۔ اس وقت آپؐ نے دعا فرمائی کہ پروردگار اس کے دوست کو دوست رکھو اور جو علیؑ کا دشمن ہو تو بھی اسے دشمن رکھ۔

۶۴۔ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○ (المائدہ : ۷۱)

ترجمہ اور انہوں نے سمجھا کہ کوئی سزا نہ ملے گی تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کر لی، اسکے بعد ان میں سے بہت سے پھر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسکا خوب دیکھنے والا ہے

"کلام الامام"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک قول کافی میں منقول ہے کہ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے درمیان موجود تھے تو وہ سمجھتے تھے کہ (آپؐ کے وجود کی برکت سے) ان کی کوئی آزمائش و ابتلا نہ ہوگی۔ پھر جب رسالتمآبؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو وہ لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے (یعنی صراط مستقیم سے ہٹ گئے) پھر جب مولائے کائنات کو خلافت ظاہری ملی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، لیکن پھر مولائے کائنات کی شہادت کے بعد قیامت تک کیلئے ان میں اکثر لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

۶۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ۔ (المائدہ : ۱۰۱)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں صدمہ ہو۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خطب رسول الله فقال ان الله كتب عليكم الحج فقام عكاشه بن محصن ويروى سراقه بن مالك فقال افی كل عام يارسول الله ۔؟!!(ایک دن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج واجب کیا ہے اس پر عکاشہ بن محصن نے کھڑے ہو کر سوال کیا، یارسول اللہ کیا حج ہر سال واجب ہے؟! رسالت مآبؐ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس نے دوسری یا تیسری مرتبہ پھر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا وائے ہو تم پر کیوں اس قدر اصرار کر رہے ہو اگر میں ہاں کہدوں تو حج ہر سال تم پر واجب ہو جائے گا اور تم ہر سال حج نہ کر سکو گے اس طرح ترک واجب کر کے گنہگار ہو جاؤ گے اس لئے جب تک میں خود صراحت نہ کر دوں تم ایسی باتوں پر اصرار نہ کیا کرو۔ اذا امرتكم من شیء فاتوا منه ماستطعتم (میں جب کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے انجام دو اور جب کسی بات سے منع کر دوں تو اس سے باز رہو۔ آپ کے اسی فرمان پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۶۶۔ وَقَالُوا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (الانعام : ۸،۹)

ترجمہ اورانہوں نے کہا کہ ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا۔؟!! اوراگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو بس معاملہ ہی طے کردیا جاتا۔ پھرانہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اوراگرہم فرشتے کو نبی بناتے تو ہم اسے بھی انسانی شکل کا قراردیتے، اورانہیں پھر بھی ایسا ہی شبہ ہوتا جیسا کہ اب انہیں شبہ ہے۔

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضور رسالتمآبؐ نے عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی سے فرمایا کہ اگر اللہ اپنے نبیؐ کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجتا یا فرشتے ہی کو نبیؐ بنا کر بھیجتا تو تیری طرح کے لوگ اپنے انسانی حواس سے فرشتے کو کس طرح دیکھ سکتے۔؟! فرشتے کی جنس ہوا سے تخلیق کی گئی ہے اور تم ہوا کو نہیں دیکھ سکتے۔ اوراگر تمہاری قوت بصارت میں اضافہ کردیا جاتا کہ تم فرشتوں کو دیکھ سکتے تو پھر تم یہ کہتے کہ یہ فرشتہ ہے ہی نہیں، یہ تو انسان ہے، کیونکہ وہ انسانی شکل ہی میں آتا تا کہ تم اس کی بات چیت اور غرض وغایت سمجھ سکو۔ پھر تو تم اسے انسان ہی سمجھتے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو نبیؐ بنا کر بھیجا لیکن اسے ایسے معجزے عطا فرمائے، جو انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر یہی معجزے وہ نبی پیش کرتا جو انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوتا تو یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی، کیونکہ فرشتوں سے وہ باتیں تو ہونے ہی چاہیں کہ جنکے انجام دینے سے انسان عاجز ہو، اسلئے کہ یہ باتیں ان کیلئے طبعی ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہیکہ پرندوں کا اڑنا ان کے لئے ایک معمولی اور طبعی فعل ہے۔ لیکن اگر انسان اڑنے لگے تو یقیناً یہ بات باعث استعجاب ہے۔ اللہ نے تمہارے لئے اس بات کو آسان کردیا کہ اس نے انسان ہی کو نبی بنا کر بھیجا تا کہ تم پر اس کی حجت قائم ہوجائے۔

۶۷۔ وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الانعام : ۳۷)

ترجمہ اورانہوں نے کہا ان پر انکے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نازل نہ ہوئی۔؟! (اے رسول) کہد یجئے کہ اللہ نشانی (معجزہ) نازل کرنے پر قادر ہے لیکن ان میں کے اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں جس نشانی ومعجزہ کا ذکر ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آخری زمانے میں ظاہر فرمائے گا۔ جن میں دابۃ الارض، دجال وحضرت عیسیٰ کی آمد اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا شامل ہیں۔

۶۸۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الانعام : ۴۷)

ترجمہ کہدو، کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا ظاہر بہ ظاہر آجائے تو کیا ظالموں کی جماعت کے علاوہ کوئی اور ہلاک ہوگا؟!

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیکہ بنی امیہ کا خاتمہ اچانک ہوا اور بنی عباس کی گرفت ظاہر بہ ظاہر ہوئی۔

تبصرۂ مولف: بغتة کے معنی اچانک اور ناگہانی ہیں اور قاعدے کی رو سے اچانک اور ناگہانی کے مقابلے میں بتدریج، آہستہ آہستہ یا دھیرے دھیرے آنا چاہیے تھا لیکن یہاں بغتة یعنی اچانک کے مقابلے میں جهرة یعنی ظاہر بظاہر علی الاعلان اور کھلم کھلا آیا ہے۔ مذکورہ تفسیر امام علیہ السلام سے الفاظ کا یہ خلاف قاعدہ انتخاب سمجھ میں آتا ہے۔

۶۹ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ

(الانعام : ۷۳)

ترجمہ اسکا قول حق ہے۔ اور جس دن صور پھونکا جائیگا اسی کا اقتدار ہوگا۔ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہرہ چیزوں سے باخبر ہے

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ غیب سے مراد وہ سب کچھ ہے جس کا تا حال ظہور نہیں ہوا ہے۔

تبصرۂ مولف: جو چیزیں ہمارے لئے پوشیدہ ہیں وہ اللہ کیلئے مخفی نہیں۔ لھذا عالم الغیب کا مطلب جو امام نے ارشاد فرمایا یہ ہے کہ اللہ ان چیزوں سے بھی باخبر ہے کہ جو اب تک ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔ ورنہ عالم امکان میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اس سے پوشیدہ وغائب ہو سوائے اس چیز کے کہ جس کی ابھی تک تخلیق ہی نہ ہوئی ہو بس وہی غائب ہے اور اللہ ان چیزوں سے بھی باخبر ہے۔

۷۰۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

(الانعام : ۷۶ ... ۷۸)

ترجمہ جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ کہا: یہ میرا پروردگار ہے۔ جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر انہوں نے جب چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا اگر میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے پر نہ رکھتا تو میں ضرور

گمراہوں میں سے ہو جاتا۔ پھر جب انہوں نے سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم والو! تم جو شرک کرتے ہو میں اس سے بری ہوں۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمۃ اپنی کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں فرماتے ہیں کہ مامون رشید نے حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہا کیا آپ انبیاء کی عصمت کے قائل نہیں؟۔ امامؑ نے کہاں ہاں۔ اس پر مامون نے کہا کہ پھر مجھے اس آیت کا مطلب سمجھایئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں تین طرح کے لوگ تھے۔ کچھ ستارہ زہرہ کی عبادت کرتے تھے۔ کچھ چاند کی پرستش کرتے تھے۔ اور کچھ سورج کو خدا مانتے تھے۔ آپ نے جب ستارہ زہرہ کو دیکھا تو ستارہ پرستوں سے بہ استعجاب یہ پوچھا یہ میرا پروردگار ہے۔؟! اسی طرح چاند اور سورج کے متعلق فرمایا۔ اور آخر میں اپنی قوم کے ان اعتقادات سے بری ہونے کا اعلان فرمادیا۔

تبصرۂ مولف: چونکہ قرآن میں سوالیہ نشان؟ کہیں استعمال نہیں ہوتا اور پھر تحریر میں صرف الفاظ ہوتے ہیں، لہجے کا اتار چڑھاؤ نہیں ہوتا اس لئے بسا اوقات صحیح مطالب کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کبھی بحث و مناظرہ میں مخالف کی ایک بات کچھ دیر کیلئے مان لی جاتی ہے پھر اسی بات کو ایک قوی دلیل کے ذریعہ رد کر دیا جاتا ہے یعنی اگر بفرض محال تمہاری بات مان لی جائے کہ ستارہ، چاند، یا سورج میرا پروردگار ہے تو یہ ڈوبتا کیوں ہے۔؟!

تفسیر عیاشی میں محمد ابن مسلم، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا انما کان ابراهیم طالباً لربه ولم یبلغ کفرا وانه من فکر من الناس فی مثل ذلك فانه بمنزلته حضرت ابراہیم کی یہ گفتگو طلب حق میں تھی اور انکی یہ بات ہرگز کفر نہ تھی اور عوام الناس میں سے جو شخص بھی اس طرح کی بات کہے گا وہ بھی اسی قبیل کی بات ہوگی۔

۱۷۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام : ۸۲)

ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا، ان ہی کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ابن مسعود سے روایت ہےکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت لوگوں کو بہت گراں محسوس ہوا اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ایسا کون ہے جس نے اپنے آپ پر کچھ نہ کچھ ظلم نہ کیا ہو۔؟! (اس طرح یہ آیت ہر فرد کو شامل کرلیتی ہے) رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا وہ مفہوم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ کیا تم نے اللہ کے ایک صالح بندے (لقمان) کا قول نہیں سنا'' یا بنی لا تشرك با الله ان الشرك لظلم عظیم۔ اے میرے بیٹے خدا کا شریک قرار نہ دے کیونکہ شرک ایک بڑا ظلم ہے''

کافی اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ الذین امنو سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت پر ایمان لائے۔ ولم یلبسو ایمانھم بظلم اور اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس ایمان کو باطل دعویداروں کی ولایت وخلافت سے مخلوط نہ کیا۔

تبصرۂ مولف: اگر یہاں ظلم کے معنی شرک فی التوحید لئے جائیں تو آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ان ہی کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ اگر کوئی ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط کرے تو پھر اس کا ایمان لانا ہی کیا ہوا۔؟ شرک چاہے کتنا ہی خفی ہو داخل ایمان کیونکر ہوسکتا ہے۔ لھذا یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ یہاں ان کا تذکرہ ہے جو توحید ورسالت کے اقرار کے بعد ولایت امیر المومنینؑ پر بھی ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک فی الولایہ کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا چنانچہ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور حدیث منقول ہے کہ یہ آیت ان خوارج کے بارے میں بھی ہیں جو ولی خدا حضرت امیر المومنینؑ کی ولایت سے نکل کر شیطان کی ولایت و رہبری میں چلے گئے۔

۷۲۔ لَا تُدۡرِکُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَهُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ○ (الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نظریں اسکا ادراک نہیں کرسکتیں لیکن وہ سب نظروں کا ادراک رکھتا ہے۔ اور وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

"کلام الامام"

اصول کافی میں حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہیکہ ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ لطیف ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لطیف مخلوقات کا خالق ہے اور لطیف اور ناقابل دید اشیاء سے باخبر ہے۔ کیا تم اس کی صنعت کے آثار لطیف اور غیر لطیف نباتات میں نہیں دیکھتے۔؟ اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی مخلوقات، حیوانات اور باریک حشرات الارض میں اور ان چیزوں میں جو ان سے بھی چھوٹی ہیں۔ ایسی موجودات جو آنکھوں سے دیکھی ہی نہیں جاسکتیں اور اس قدر لطیف ومہین ہیں کہ ان کے نر اور مادہ کم سن اور بوڑھے بھی پہچانے نہیں جاسکتے۔ ایسے وجود جو گہرے سمندروں میں، درختوں کی چھال کے نیچے بیابانوں اور صحراؤں میں ہیں۔ کچھ ایسے بھی وجود ہیں کہ جنہیں ہماری آنکھیں ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکتیں۔ ہم انہیں اپنے ہاتھوں سے چھو بھی نہیں سکتے کہ انہیں محسوس کرسکیں ایسی ہی مخلوقات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ انکا خالق لطیف ہے۔ عیون اخبار الرضا حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ لطیف کا مطلب اشیاء کی انتہا سے باخبر ہونا اور خود کا ایسا ہونا ہیکہ جسے کوئی نہ سمجھ سکے۔ جیسے کے عربوں کا محاورہ ہے لطف عنی ھذا الامر یعنی یہ بات میری عقل سے ماورا ہے۔ اور خبیر سے مراد وہ ہے کہ جس سے کوئی بات پوشیدہ نہ ہو اور یہ صفت تجربہ واعتبار سے حاصل نہ ہوئی ہو۔

۷۳۔ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَکُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰکَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَکِیۡلٍ ○

(الانعام: ۱۰۷)

ترجمہ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک ہی نہ کرتے اور (اے رسول) ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور نہ آپ کے ذمہ دار ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں اہلبیت علیہم السلام سے مروی ہیکہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو نہ صرف مومن بلکہ معصوم تک بنا دیتا۔ اور پھر کوئی بندہ اللہ کی عدول حکمی و نافرمانی ہی نہ کرتا اس طرح نہ جنت کی ضرورت ہوتی نہ جہنم کی حاجت۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض اوامر و نواہی مقرر فرمائے اور لوگوں کو قوت و اختیار دیا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور ان کا امتحان لیا جائے، تا کہ وہ یا تو عذاب کے سزاوار یا ثواب کے مستحق قرار پا جائیں۔

۷۴۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ ۝ (الانعام : ۱۱۲)

ترجمہ اور اس طرح ہم نے ہر نبی کیلئے شیاطین جن وانس میں سے کچھ دشمن بنائے، جو ایک دوسرے کو پر فریب اور بے بنیاد باتیں سناتے رہتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر نبی کے ساتھ دو شیاطین ہوئے جو اس نبی کو تکالیف پہنچاتے رہے، اور اس نبی کے اس دار فانی سے گزر جانے کے بعد اس نبی کی امت کو بہکاتے رہے۔ چنانچہ حضرت نوح کے ساتھ قنطیفوس اور حزام، حضرت ابراہیم کے ساتھ مکشل اور مرام، حضرت موسیٰ کے ساتھ سامری اور مرعقیا، حضرت عیسیٰ کے ساتھ بولیس اور میری نون، اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زُریق اور حبتر۔

تبصرہ مولف: اول زریق ہے جس کے معنی نیلی آنکھوں والا اور دوم حبتر ہے جسکا معنی لومڑی ہے، جو اس کی مکارو چالاک فطرت کی طرف اشارہ ہے۔

۷۵۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

(الانعام : ۱۲۵)

ترجمہ تو اللہ کی جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے، اور جسے گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگی سے بالکل بند کر دیتا ہے۔ جیسے کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ جو ایمان نہیں لاتے اللہ اس طرح ان پر نجاست قرار دیتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے پوچھا کہ شرح صدر سے کیا مراد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نور يقذفه الله فى قلب من يشاء فينشرح له صدره هو

ینفسخ (شرح صدر) ایک نور ہے جسے اللہ جس کے قلب میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے، جس سے اسکی روح (قبول اسلام) کیلئے کشادہ ہو جاتی ہے۔ پھر آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ آیا اس شرح صدر کی کوئی علامت ہیکہ جس سے پہچانا جاسکے۔ آپ نے فرمایا: نعم الانابة الی وار الخلود، و التجافي عن دار الغرور، والاستعداد للموت قبل نزول الموت ہاں (شرح صدر کی نشانی) خیال آخرت، دنیا سے کنارہ کشی اور موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری ہے۔

كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يومنون جو ایمان نہیں لاتے اللہ اس طرح ان پر نجاست قرار دیتا ہے تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہاں پر رجس (نجاست) سے مراد شک ہے۔

۷۶۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (الانعام : ۱۶۴)

ترجمہ اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ عیون اخبار الرضا میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ جب حضرت حجت عجل اللہ فرجہ ظہور فرمائیں گے تو آپ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو ان کے آباواجداد کے گناہوں کی پاداش میں قتل کرینگے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ولا تزر وازرة وزراخرى اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کی اولاد نہ صرف اپنے آباواجداد کے افعال واعمال سے راضی ہوگی بلکہ ان پر فخر و مباہات کریگی اگر کوئی شخص کسی فعل سے راضی ہو تو وہ خود بھی اس فعل کا فاعل سمجھا جائیگا۔

تبصرہ مولف: بظاہر مذکورہ بالا آیت قرآن کریم کی ایک دوسری آیت (ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم (النحل : ۲۵) بروز قیامت اپنے گناہوں کا بوجھ اور جن لوگوں کو انہوں نے بغیر علم کے گمراہ کیا، انکے (گناہوں کے) بوجھ بھی ان ہی کو اٹھانے پڑیں گے) سے تضاد رکھتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے تو پھر یہ گمراہ کرنے والے دوسروں کے گناہوں کا بوجھ کیوں اٹھائینگے۔؟! لیکن عیون اخبار الرضا کی حدیث سے یہ تضاد قائم نہیں رہتا۔ اسکے علاوہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہمیں ملتا ہے کہ من سن سنة حسنة كان له اجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شي ومن سن سنة سيئة كان عليه وزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شي اگر کسی نے کوئی سنت حسنہ قائم کی تو جو کوئی اس پر عمل کرے گا اسکا ثواب بھی اسے ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جس نے کوئی رسم گناہ قائم کی تو اسکے نام ان لوگوں کے گناہ لکھے جائیں گے کہ جو اس پر عمل کرتے رہینگے بغیر اس کے ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ کمی کی جائے۔

۷۷۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف : ۸)

ترجمہ اور اس دن تولا جانا بالکل حق ہے۔ تو جس کے پلے بھاری ہونگے بس یہی لوگ تو فلاح پانے والے ہیں۔

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کیا اعمال تولے جائینگے۔؟! آپؑ نے فرمایا کہ اعمال جسم نہیں ہیں کہ تولے جائیں۔ اسکے علاوہ تولنے کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے جو اس کی گرانی اور ہلکی سے واقف نہ ہو، اور اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ پھر فمن ثقلت موازینه (تو جس کے پلے بھاری ہوں گے) کا کیا مطلب ہے۔؟! آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہیکہ جسکے اچھے اعمال غالب ہوں گے۔

تبصرۂ مولف: دراصل میزاں پیمانے کے معنی میں ہے، جس سے کمی و زیادتی معلوم ہو۔ یہی لفظ اشعار کی بحر کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وزن ہی کی مدد سے اشعار کی تقطیع کر کے کمی و زیادتی معلوم کی جاتی ہے۔ اسی لئے منطق کو علم المیزان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ بحث و تحقیق کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حرات کا اندازہ کرنے کیلئے (Thermometer) میزان الحرارۃ، ہوا کیلئے (Barometer) میزان الھوا، دوران خون کے اندازے کیلئے (Sphygmomanometer) میزاں الدم استعمال ہوتے ہیں۔ بروز قیامت جب نماز کی جانچ مقصود ہوگی، روزوں کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ معلوم کرنا ہوگا، زکوۃ دینے میں نیت و خلوص دل کا درجہ معلوم کرنا ہوگا تو معیار کیلئے کسی کی کامل نماز، کسی کے بے افطار رکھے ہوئے تین تین دن کے روزے، میں کسی کی حالت رکوع میں دی ہوئی زکوۃ معیار بنے گی۔ چنانچہ بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد ہیکہ والموازین الانبیاء والاوصیاء ومن الخلق من یدخل الجنة بغیر حساب (میزان سے مراد انبیاء و اوصیا اور وہ افراد ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے)۔ بحار الانوار ہی کی ایک اور روایت ہیکہ ان امیر المومنین والائمة من ذریته هم الموازین امیر المومنینؑ اور آپ کی ذریت میں سے جو ائمہ ہیں وہی میزان ہیں۔ اس کے علاوہ زیارت مطلقہ امیر المومنینؑ میں ہے السلام علی میزان الاعمال (میزان اعمال پر سلام ہو) تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا ما معنی المیزان میزان کے کیا معنی ہیں آپؑ نے فرمایا: العدل (میزان سے مراد عدل ہے) اس روایت میں اور اس سے پہلے جو کچھ عرض کیا گیا اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ معصومین علیہم السلام بہر حال صفات الٰہی کے مظہر ہیں، لھذا عدل سے مراد بھی معصومین ہی ہیں۔

۷۸۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ق صلے ... (الاعراف: ۱۱)

ترجمہ اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ خلقنکم (ہم نے تمہیں پیدا کیا) سے مراد نطفہ، بستہ بوند، لوتھڑا اور ہڈی کی تخلیق اور اس پر گوشت چڑھانا ہے۔ صورنکم (تمہاری صورت بنائی) سے مراد آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ، پاوں، بدصورت، خوبصورت، موٹا، دبلا، قد کی بلندی، یا پستی ہے۔

تبصرۂ مولف: اس آیۂ مبارک میں تخلیق کا ذکر صورت گری سے پہلے کیا گیا ہے۔ اگر مذکورہ بالا حدیث پیش نظر نہ ہو تو یہ بات قطعاً ناقابل فہم ہے کہ صورت اگر بعد کو بنی تو پھر خلقت کس صورت پر ہوئی۔ کیونکہ خلقت لازماً کسی نہ کسی صورت پر ہوگی۔ بلا صورت خلقت نہیں ہو سکتی۔ بغیر صورت کے خلقت سے مراد نطفہ کی منزل ہے جبکہ بظاہر سبھی ایک جیسے ہوں گے اور صورت گری کی منزل رحم

مادر میں بعد کو آتی ہے جس میں ہر انسان کی مختلف شکل وصورت قرار پائی ہے۔ چنانچہ تفسیر قمی کی عبارت ہیکہ خلقناکم فی اصلاب الرجال وصورناکم فی ارحام النساء ہم نے مردوں کے صلب میں تمہاری تخلیق کی اور عورتوں کے رحم میں تمہاری صورت گری کی ہے۔

۷۹۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷،۱۶)

ترجمہ (شیطان نے) کہا جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے، اب میں ضرور تیرے سیدھے راستے میں ان کیلئے بیٹھ جاوں گا۔ پھر میں ان کی طرف آوں گا ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے۔ اور تو ان میں سے زیادہ کو شکر گزار نہ پائے گا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ سامنے سے مراد آخرت ہے۔ شیطان لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے آخرت کی کچھ حقیقت نہیں۔ نہ جنت ہے نہ جہنم۔ پیچھے سے مراد مال و دولت ہے۔ شیطان اسے راہ خیر میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ دائیں سے مراد دین وایمان ہے کہ وہ اس میں شک وشبہات پیدا کر دیتا ہے۔ اور بائیں سے مراد نفسانی خواہشات ہیں کہ وہ ان میں بے راہ روی پیدا کر کے انسان کی ہلاکت و بربادی کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔

۸۰۔ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۸)

ترجمہ اور جب وہ کوئی بدی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباواجداد کو اسی طریقہ پر پایا۔ اور اللہ نے ہمیں اسکا حکم دیا ہے۔ کہیے کہ اللہ بدکاری کا حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ پر ایسی بات کی تہمت لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کسی سے پوچھا کہ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو یہ کہتا ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے زنا کرنے، شراب پینے اور اسی طرح کے حرام افعال کرنے کا حکم دیا ہے۔؟! عرض کیا گیا کہ نہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ پھر اس آیہ مبارکہ میں آخر کس بدی کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اللہ اور اس کا ولی اس بات سے بہتر واقف ہے۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ائمہ ظلم وجور کے بارے میں ہے کہ ان ہی کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ اللہ نے انہیں خلیفہ وامام بنالینے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے انہیں اس بدی کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلاف تہمت ہے۔ یہاں فاحشہ سے یہی گناہ مراد ہے۔

۸۱۔ ۔وَنُودُوٓا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (الاعراف : ۴۳)

ترجمہ اور انہیں ندا دی جائیگی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث قرار دیئے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو تم نے انجام دیئے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:
مامن احد الا وله منزل فی الجنة ومنزل فی النار، فاما الكافر فيرث المؤمن منزله من النار، والمؤمن يرث الكافر منزله من الجنة فذلك قوله "اور ثتموها بما كنتم تعلمون" (بلا استثناہر شخص کا ایک مکان جنت میں اور ایک مکان جہنم میں ہے۔ کافر، مومن کے اس مکان کے وارث ہوں گے جو جہنم میں ہے۔ اور مومن، کافر کے اس مکان کے وارث ہوں گے جو جنت میں ہے۔ اور یہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قول اور ثتموها بما كنتم تعلمون کا مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: ارث مال وملکیت کے ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف بغیر معاہدہ اور خرید وفروخت کے منتقل ہو جانے کو کہتے ہیں۔ کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کا مال ومتاع جب اس کے پسماندگان کو ملتا ہے تو اس کو بھی ارث اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس مال ومتاع کی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقلی بھی بغیر معاہدہ اور بغیر کسی خرید وفروخت کے قرار پاتی ہے۔ زیر نظر آیہ مبارکہ میں مومن وکافر کے وارث ہونے کے معنی بغیر اس حدیث کے سمجھ میں نہیں آسکتے۔

۸۲۔ وَبَيۡنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ يَّعۡرِفُوۡنَ كُلًّاۢ بِسِيۡمٰهُمۡ ۚ ۔ (الاعراف : ۴۶)

ترجمہ اور ان دونوں (جنت اور دوزخ والوں) کے درمیان ایک حجاب ہوگا۔ اور اعراف پر کچھ لوگ ہونگے جو ہر ایک کو اس کی صورت سے پہچان لینگے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیکہ الاعراف كثبان بين الجنة والنار والرجال الائمة صلوت الله عليهم يقفون على الاعراف مع شيعتهم وقد سبق المومنون الى الجنة بلا حساب اعراف جنت وجہنم کے درمیان ٹیلے ہیں، اور رجال سے مراد ائمہ معصومین صلوت اللہ علیہم السلام ہیں جو اپنے شیعوں کے ساتھ ان ٹیلوں پر کھڑے ہونگے۔ اس حالت میں کہ مومنین بغیر حساب کے جنت میں جا چکے ہونگے سرکار شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے تفسیر تبیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں یہ جملہ بھی ہیکہ كما يوقف قائد الجيش مع الضعفا من جنده ائمہ معصومین علیہم السلام اپنے گنہگار شیعوں کے ہمراہ ان اعراف پر اس طرح کھڑے ہونگے جس طرح ایک لشکر کا قائد اپنے کمزور سپاہیوں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے (کہ کہیں وہ پیچھے نہ رہ جائیں اور انکی مدد کر کے انہیں خطرے سے باہر نکال لاتا ہے)۔

۸۳۔ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ
(الاعراف : ۵۴)

ترجمہ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش کی جانب متوجہ ہوا۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمۃ عیون اخبار الرضاؑ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو زمین وآسمان اور جملہ مخلوق کو پلک جھپکنے میں پیدا کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ نے یہ سب چیزیں یکے بعد دیگرے چھ دن میں خلق فرمائیں، تاکہ فرشتے انکی بتدریج تخلیق کے شاہد رہیں، اور انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ یہ سب چیزیں عدم سے وجود میں آئی ہیں اور ان میں سے کوئی قدیم نہیں۔ ثم استوی علی العرش مولائے کائناتؑ سے احتجاج طبرسی میں منقول ہیکہ (عرش کی جانب متوجہ ہوا) سے مراد یہ ہیکہ اس کا حکم غالب رہا۔

تبصرۂ مولف: زیر نظر آیت میں ستۃ ایام چھ دن سے مراد وہ دن نہیں جسے ہم دن سمجھتے ہیں۔ تفسیر قمی اور تفسیر برہان میں قول معصوم ہیکہ فی ستۃ ایام یعنی فی ستۃ اوقات چھ دن سے مراد چھ (مختلف) اوقات ہیں۔ اسی حدیث سے اس بات کا بھی جواب مل جاتا ہیکہ جب زمین، آفتاب کے بعد اور مہتاب ہی نہ تھے تو پھر دن کا شمار کیسے ہوسکتا تھا کہ اللہ نے چھ دن فرمایا۔ نہ صرف عربی میں بلکہ دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی دن کا لفظ مدت اور دوران وقت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کا ارشاد ہے: الدھر یومان یوم لك ویوم علیك دنیا دوروزہ ہے ایک دن فائدہ کا اور ایک دن نقصان کا۔ اسی طرح جوش ملیح آبادی اپنے مشہور مرثیہ "حسینؑ اور انقلاب" میں فرماتے ہیں:

ہمراز یہ فسانۂ آہ و فغاں نہ پوچھ
دو دن کی زندگی کا غم ایں و آں نہ پوچھ

ثم استوی علی العرش (پھر عرش کی جانب متوجہ ہوا)۔ جیسا کہ اس ضمن میں مولائے کائنات کا قول پیش کیا جا چکا ہیکہ اس سے مراد یہ ہیکہ اللہ کا حکم غالب رہا۔ عرش یا تخت حکومت، واقتدار، کے معنی میں بھی استعمال ہوتا۔ تخت نشین ہونا، تخت سے اتار دیا جانا یا پایہ تخت یہ تمام محاورے اور الفاظ حکومت اور اقتدار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اسلامی فرقوں نے اس کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور (معاذ اللہ) اللہ کے جسم کے قائل ہیں۔

۸۴۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (الاعراف : ۵۶)

ترجمہ اور زمین میں اسکی اصلاح (ہوجانے) کے بعد فساد نہ کرو اور اس (اللہ) سے خوف اور امید کیساتھ دعا کرو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ ان الارض کانت فاسدۃ فاصلحها اللہ بنبیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (زمین میں فساد تھا لیکن اللہ نے اپنے نبی کے ذریعہ اس کی اصلاح کردی تھی) تفسیر قمی میں ہیکہ فافسدوا

حین ترکوا امیر المومنین و ذریته اورانہوں نے (زمین میں) پھر فساد پھیلا دیا جبکہ انہوں نے بعد پیغمبرؐ امیر المومنینؑ اور ان کی ذریت کو چھوڑ دیا۔

۸۵۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ جولوگ رسول کی پیروی کرتے ہیں یعنی اس نبی امی کی، جسکاذکر وہ اپنے پاس توریت وانجیل لکھا ہوا پاتے ہیں۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے جعفر بن محمد صوفی نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ یہ بتائیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امی کیوں کہا جاتا ہے۔؟! آپ نے دریافت کیا کہ لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟! جعفر بن محمد صوفی نے عرض کیا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ چونکہ رسالت مآبؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے انہیں امی کہا جاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ ان پر لعنت کرے، وہ جھوٹے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرماتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة (الجمعة: ۲) (وہ وہی ہے جس نے امیوں کی قوم میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزہ بناتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص خود لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، وہ دوسروں کو کیسے پڑھائے گا۔ حقیقت یہ ہیکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر (۷۲) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (راوی کہتا ہے کہ یا شاید امام علیہ السلام نے (۷۳) کہا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امی کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کہ آپ مکہ کے باشندے تھے اور مکہ ہی ام القریٰ ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولتنذر ام القریٰ ومن حولها (الانعام: ۹۲) (تا کہ تم ام القریٰ مکہ) اور اسکے اطراف واکناف والوں کو ڈراؤ)۔

۸۶۔ فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَا اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ○ (الاعراف: ۱۹۰)

ترجمہ پھر جب اس (اللہ) نے ان دونوں (آدم وحوا) کو صحیح وسالم (بچہ) عطا فرمایا تو ان دونوں نے اس کیلئے شریک قرار دیئے اس میں جو اس نے انہیں عطا کیا تھا۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ عیون اخبار الرضاؑ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مامون رشید نے حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں تو پھر قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔؟! فلما اتهما صالحا جعلا له شرکا فیما اتهما، فتعلی الله عما یشرکون (پھر جب اس نے ان دونوں کو صحیح وسالم بچہ عطا فرمایا تو ان دونوں نے اس کیلئے شریک قرار دیئے اس میں جو اس نے انہیں عطا کیا تھا) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں صحیح الخلقت اولاد ہوگی تو ہم شکر ادا کرینگے۔ اب جو اولاد ہوئی ان میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پیدا ہوئیں۔ اللہ نے ان

دونوں قسموں یعنی ان لڑکوں اور لڑکیوں کو جو عطا کیا تھا اس میں انہوں نے (یعنی اولاد آدم) نے شرک کیا اور جیسا کہ انہیں (مثل آدم و حوا) شکر کرنا چاہیے تھا شکر بجانہ لاے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فتعلی عما یشرکون اللہ ان (سب چیزوں) سے برتر ہے جن کا وہ اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔

تبصرۂ مولف: فلما اتھما صالحا جب اللہ نے ان دونوں یعنی آدم وحوا کو صحیح الخلقت اولاد عطا کی تو جعلا له شرکا فیما اتھما (یعنی اولاد آدم میں سے لڑکوں اور لڑکیوں) دونوں نے اس کے لئے شریک قرار دیئے آیت کے دونوں حصوں میں تثنیہ کے صیغے استعمال ہوے ہیں، لیکن ایک جگہ آدم وحوا مراد ہیں اور دوسری جگہ لڑکے اور لڑکیاں۔ اس کے بعد آیت کے آخری حصہ یعنی عما یشرکون۔ میں جمع کا صیغہ ہے اور عربی قواعد کے اعتبار جمع کا صیغہ کم سے کم تین افراد کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور دو افراد کیلئے تثنیہ کا صیغہ آتا ہے۔ اگر شرک کی نسبت (معاذ اللہ) حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف ہوتی تو لازم تھا کہ یہاں بھی تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوتا لھذا یہ بات واضح ہیکہ شرک کی نسبت اولاد آدم کی طرف ہے نہ کہ حضرت آدم وحوا کی طرف۔

اہلسنت کی معتبر ترین کتابوں مثلاً مسند احمد ابن حنبل، جامع ترمذی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فتح الرحمٰن، شاہ عبد القادر کی موضح القرآن اور محمد رشید رضا کی تفسیر المنار وغیرہ میں ایک حدیث منقول ہے: سمرہ بن جندب کہتا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لما ولدت حوا، طاف بھا ابلیس وکان لا یعیش لھا ولد فقال سمیه عبد الحارث فعاش و کان ذلك من وحی الشیطان و امره جب حوا کے بچہ ہوا تو شیطان ان کے گرد پھرنے لگا اور اس سے قبل حوا کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ شیطان نے حوا سے کہا، اس کا نام عبد الحارث رکھو (حارث شیطان کا ایک نام ہے) یعنی بندہ شیطان۔ جب حوا نے شیطان کے کہنے اور اس کے حکم سے یہ نام رکھا تو وہ بچہ زندہ رہ گیا اس روایت سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت حوا نے شیطان کے حکم کی اطاعت کی اور شیطان قضا وقدر اور موت وحیات پر تصرف رکھتا ہے۔ اب ایسے اعتقادات رکھنے والے اگر حضرت آدم وحوا کو اگر مشرک قرار دیں تو اس میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ نعوذ باالله من ذلك۔

۸۷۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (الانفال: ۲۴)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ زندہ کردیگی، اور جان لو کہ اللہ انسان اور اسکے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ اور تم محشور ہوکر اسی کی طرف جاؤ گے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لما یحییکم (وہ چیز جو تمہیں زندہ کردے گی) سے مراد جنت ہے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ اس سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے کہ آپ کی ولایت کا اقرار ہی موجب نجات ہے، جس کا نتیجہ جنت ہے۔

واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه (اور جان لو کہ اللہ انسان اور اسکے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے التوحید میں اور علامہ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کے ذیل میں یہ حدیث تحریر فرمائی ہے:
عن ابی عبدالله قال معناه لایستقین القلب ان الحق باطل ابدا ولایستقین القلب ان الباطل حق ابدا۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ انسان اور اسکے قلب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے کا مطلب یہ ہیکہ دل کبھی حق کو باطل اور باطل کو حق نہیں سمجھے گا۔ تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن اور اس کے گناہ کے درمیان حائل ہوجاتا ہیکہ اس سے گناہ نہ ہونے پائے اور کافر اور اس کی اطاعت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے تاکہ اسے اطاعت کا مفاد نہ ملنے پائے۔

۸۸۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (الانفال: ۲۸)

ترجمہ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: لایقولن احدکم اللهم انی اعوذبك من الفتنة لانه ليس احد الا وهو مشتمل على فتنة ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلات الفتن تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ اے اللہ میں فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ فتنہ تو ہر آدمی کیلئے ضروری ہے۔ لیکن جو پناہ مانگے تو ان فتنوں سے پناہ مانگے جو انسان کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

تبصرۂ مولف: عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہیکہ فتنہ یعنی آزمائش وامتحان ہمیشہ بڑا پریشان کن اور تکالیف ومصائب وآلام پر مشتمل ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ آزمائش صرف بھوک، پیاس، خوف اور موت سے ہو۔ بسا اوقات آزمائش رزق کی فراوانی، دولت وعشرت، اولاد و ازواج اور احکام الٰہی میں بھی ہوتی ہے۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے ونبلو کم بالشر و الخیر فتنة (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تمہیں مصیبت وراحت میں بغرض امتحان آزماتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہیکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے ارادوں، دل کے رازوں اور تمام ظاہر و باطن سے واقف ہے تو پھر یہ آزمائش کیوں۔؟! امتحان تو وہ لیتا ہے جسے امتحان دینے والے کی صلاحیتوں یا کمزوریوں کا علم نہ ہو۔ حلال مشکلات مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں: وان كان سبحانه اعلم بهم من انفسهم ولكن لتظهر الافعال التي بها يستحق الثواب والعقاب (نہج البلاغہ) اگرچہ کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنے بندوں کو خود ان سے بہتر جانتا ہے، لیکن انہیں اسلئے آزماتا ہیکہ اچھے اور برے کام ظاہر ہوں، جن سے وہ یا تو مستحق ثواب قرار پائیں یا عذاب کے سزاوار۔

۸۹۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (الانفال: ۳۸)

ترجمہ (اے رسول) جو لوگ کافر ہو گئے ان سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو انکے گزشتہ (گناہ) بخش دیئے جائینگے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں ہیکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے عرض کی کہ مجھے بنو امیہ کی جانب سے حاکم مقرر کیا گیا تھا، اور میں نے اس زمانے میں بہت مال ودولت جمع کرلی۔ کچھ عرصہ بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ سب کچھ میرے لئے حلال نہیں ہے۔ جب

میں نے اس ضمن میں معلوم کیا تو مجھے جواب دیا گیا تمہارے اہل وعیال اور مال سب کچھ تم پر حرام ہے۔امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس طرح نہیں ہے۔اس نے پوچھا کیا میرے لئے توبہ ہے؟! آپؑ نے فرمایا تیرے لئے قرآن میں توبہ ہے، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: قل للذین کفروا ان ینتھو یغفر لھم ما قدسلف (اے رسولؐ) جو لوگ کافر ہو گئے ان سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو انکے گزشتہ (گناہ) بخش دیئے جائینگے۔

تبصرۂ مولف: اہلسنت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ وان الھجرۃ تھدم ما کان قبلھا وان الحج یھدم ما کان قبلہ۔(صحیح مسلم) "اسلام سے قبل جو ہوا، اسلام اسے ختم کر دیتا ہے۔ہجرت سے پہلے جو ہوا، ہجرت اسے نابود کر دیتی ہے۔اور حج سے پہلے جو ہوا، حج اسے مٹا دیتا ہے۔" اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے صحیح عقائد کی طرف آنا روحانی اور دینی ہجرت ہے۔

٩٠۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (الانفال: ٣٩)

ترجمہ اور ان کے ساتھ جنگ کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (عبادت) صرف اللہ کا ہو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث منقول ہیکہ لم یجیء تاویل ھذہ الایة ولو قام قائمنا بعد سیری من یدرکه مایکون من تاویل ھذہ الایة ولیبلغن دین محمدؐ ما بلغ اللیل حتی لا یکون مشرك علی ظھر الارض ۔اس آیت کا مصداق (تاویل) ابھی تک نہیں آیا۔جب ہمارا قائم ظہور کرے گا، تو جو لوگ اس کے زمانے میں موجود ہوں گے وہ اس آیت کی تاویل دیکھیں گے۔اس وقت دین محمدؐ ہر جگہ اس طرح پھیل جائیگا جس طرح رات پھیل جاتی ہے، یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی مشرک باقی نہ رہ جائیگا۔

تبصرۂ مولف: تاریخ سے معمولی آشنائی رکھنے والے بھی اس بات سے خوب واقف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری جنگوں کے باوجود دنیا میں کہیں نہ کہیں فتنہ باقی رہا۔اور آپؐ کے عہد میں دنیا کے بیشتر مقامات پر غیر اللہ کی عبادت کی جاتی رہی۔لھذا یہ بات قبول کرنی پڑتی ہے کہ اس آیت پر نہ تو رسول اللہ کے عہد میں عمل ہوا نہ ہی آج تک کوئی ایسا دور گزرا کہ جس میں صرف اللہ کا دین قائم رہا ہو، اور صرف اللہ کی عبادت کی جاتی رہو۔اس لئے یہ نا قابل انکار حقیقت قرار پاتی ہیکہ اس آیت کی تاویل کا زمانہ تا حال مستقبل میں ہے، اور اسی آئندہ دور کی طرف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

٩١۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (التوبة: ١٩)

ترجمہ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کو آباد رکھنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام، عباس ابن عبد المطلب اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ آپس میں فخر و مباحات کرتے ہوئے عباس نے کہا تھا کہ حاجیوں کو پانی پلانا میرے ذمہ ہے لھذا میں افضل ہوں۔ شیبہ نے کہا کہ میں بیت اللہ کا کلید بردار ہوں لھذا میں افضل ہوں۔ جب حضرت امیر المومنینؑ نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں افضل ہوں اس لئے کہ میں تم سے پہلے ایمان لایا، پھر ہجرت کی اور جہاد بھی کیا۔ اس پر انہوں نے اس بات کا فیصلہ رسول اللہؐ پر چھوڑا۔ تفسیر مجمع البیان میں اتنا اور ہے کہ میں نے تلوار سے جہاد کیا، یہاں تک کہ تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لے آئے۔ اس موقع پر جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

۹۲۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ (التوبة : ۲۵)

ترجمہ (اے رسول) اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن (بھی)۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے منقول ہیکہ عہد رسالت مآب میں جو جنگیں ہوئیں وہ تعداد میں اسی (۸۰) تھیں۔ اور یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ تفسیر عیاشی اور کافی میں روایت کی گئی ہیکہ بنو عباس کے خلیفہ متوکل کے بدن میں زہر سرایت کر گیا۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اسے شفا ہوگئی تو وہ کثیر مال غربا و فقراء میں تقسیم کریگا جب وہ صحت یاب ہوگیا تو اس نے اپنے درباری علماء و فقہا سے دریافت کیا کہ اسے کتنا مال فقراء میں تقسیم کرنا چاہیے کہ جو کثیر کی تعریف میں آجاے۔ ان علماء و فقہا کے درمیان اختلاف تھا لیکن کسی کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں تھی۔ آخر انہوں نے کہا کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے دریافت کیا جاے۔ آپ نے متوکل کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسی (۸۰) درہم خیرات کر دیئے جائیں۔ جب اس نے آپ سے دلیل طلب کی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اسکی دلیل قرآن میں موجود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہیکہ اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی۔ اور اسی جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ہوئی، اس طرح معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک اسی (۸۰) کی تعداد کثیر ہے۔

۹۳۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (التوبة : ۳۰)

ترجمہ اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ اپنے منہ سے انکی باتیں ہیں۔ یہ ویسی ہی باتیں کرتے ہیں جس طرح پہلے کے کافروں کی باتیں تھیں۔ اللہ انہیں برباد کرے، یہ کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں۔؟!

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں ہیکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے پوچھا کہ آخر وہ کس دلیل کی بنیاد پر حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔؟! تو انہوں نے جواب دیا کہ توریت کے گم ہوجانے کے بعد دوبارہ توریت لکھنے کا کام سوائے خدا کے بیٹے کے اور کوئی نہیں کر سکتا اسلیئے ہم عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر توریت دوبارہ

لکھنے پر عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو پھر یہ لقب موسیٰ کو کیوں نہیں دیتے ، جبکہ موسیٰ نے عزیر کے مقابلے میں زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ تمہیں توریت تو موسیٰ کے ذریعہ ملی۔ اس طرح موسیٰ خدا کے بیٹے بننے کے زیادہ مستحق ہوئے۔ اس پر یہودی خاموش ہو گئے تفسیر برہان کی ایک طویل حدیث کا اقتباس یہ ہیکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں سے پوچھا کہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ عیسیٰ خدا کے بیٹے ہے تو اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔؟! اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا جو قدیم ہے عیسیٰ کی صورت میں آکر حادث بن گیا، یا پھر عیسیٰ جن کا وجود ممکن وحادث ہے خدا کا مظہر بن کر قدیم بن گئے۔ عیسائیوں نے کہا کہ ہم عیسیٰ کو انکے معجزات کی وجہ سے خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ یہ سن کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی گفتگو دہرائی جو آپ نے یہودیوں سے کی تھی۔

قاتلهم الله کے لغوی معنی ہیں اللہ ان سے جنگ کرے لیکن تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ یہاں اس کے معنی لعنهم الله (یعنی اللہ ان پر لعنت کرے) ہیں۔

٩٤۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التوبة : ٣١)

ترجمہ انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے مقابلے میں پروردگار بنا رکھا ہے، اور مریم کے فرزند مسیح کو (بھی) حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا سوا اس کے کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں عدی بن حاتم کا بیان ہیکہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک طلائی صلیب اپنی گردن میں حمائل کئے ہوئے حاضر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عدی یہ بت اپنی گردن سے اتار دو۔ میں نے وہ صلیب اپنی گردن سے اتار دی، اور جب میں آپ کے قریب ہوا تو میں نے سنا کہ آپ اس آیت اتخذوا احبارهم ۔۔۔ کی تلاوت فرمارہے ہیں۔ جب آیت ختم ہوئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے کبھی اپنے علماء کی عبادت تو نہیں کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ (علماء) حلال خدا کو حرام، اور حرام خدا کو حلال نہیں کرتے، اور کیا تم اس میں انکی پیروی نہیں کرتے تھے؟! میں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی ان کی عبادت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت امام محمد باقرؑ و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہیکہ اما والله ماصاموا لهم ولا صلوا ولكنهم احلوا لهم حراما و حرموا عليهم حلالا فاتبعوهم وعبدوهم من حيث لا يشعرون خدا کی قسم یہود و نصاریٰ نے نہ تو اپنے علماء و راہبوں کیلئے روزہ رکھا نہ ہی ان کی نماز پڑھی۔ لیکن جب انکے علماء نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا اور انہوں نے ان کی تقلید کی تو اس طرح لاشعوری طور پر ان کی عبادت و پرستش کر لی۔

٩٥۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبة : ٣٣)

ترجمہ وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ان ذلك يكو ن عند خروج المهدی فلا يبقى احد الا اقر بمحمد صلی الله علیه و آله و سلم (اسلام کا غلبہ) قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے ظہور کے وقت ہوگا جبکہ دنیا میں ایسا کوئی شخص نہ ہوگا کہ جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اسکے علاوہ سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد تحریر فرمایا ہے: والله ما نزل تاويلها بعد ولا ينزل تاويلها حتى يخرج القائم لم يبق كافر بالله العظيم اللہ کی قسم ۔! اس آیت کی تاویل ابھی تک نازل نہیں ہوئی۔ اور اللہ کا یہ وعدہ اس وقت تک پورا نہ ہوگا جب تک کہ ظہور قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ نہ ہو۔ اور اس وقت ایک شخص بھی ایسا باقی نہ ہوگا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا منکر ہو۔

تبصرۂ مولف: جس طرح ہم نے آیت نمبر ۹۰ کے ذیل میں عرض کیا تھا کہ تاریخ وحالات حاضرہ پر جن کی نظر ہے وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تا حال ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس میں اسلام کو مکمل غلبہ تو کجا معمولی سی اکثریت ہی حاصل رہی ہو۔ لھذا یہ نا قابل انکار حقیقت قرار پاتی ہے کہ اس آیت کی تاویل یا مصداق مستقبل سے متعلق ہے اور اسی جانب آئمہ معصومین علیہم السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

۹۶۔ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ٥ (التوبة : ٥٤)

ترجمہ اور کوئی چیز مانع نہیں ہے اس سے کہ انکی خیرات قبول کی جائے، سوائے اسکے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کیساتھ کفر اختیار کیا۔ اور نماز نہیں پڑھتے مگر الکسائے ہوے، اور خیرات نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہےکہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نقصان نہیں پہنچاتا، اور کفر کے ہوتے کوئی عمل نفع نہیں پہنچا سکتا۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے: ومامنعهم ان تقبل منهم نفقتهم الاانهم كفروا بالله و برسوله اور کوئی چیز مانع نہیں ہے اس سے کہ ان کی خیرات قبول کی جائے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

۹۷۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ (التوبة : ٦٧)

ترجمہ وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ بھی انہیں بھول گیا۔ بے شک منافقین ہی تو فاسق ہیں۔

"کلام الامام"

التوحید اور تفسیر عیاشی میں حضرت امیر المومنین سے منقول ہےکہ نسوا الله کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس دنیا میں اللہ کو بھول گئے۔ یعنی اس

کی اطاعت نہ کی فنسیھم سے مراد یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے دنیا میں اللہ کے احکام کی پابندی نہ کی لھذا آخرت میں اللہ انہیں بھول جائیگا یعنی انہیں اپنی ابدی نعمتوں میں سے کچھ بھی عطا نہ فرمائیگا۔

تبصرۂ مولف: خدا کی جانب بھول جانے کی نسبت سے مراد حقیقی صحیح معنی میں بھول جانا نہیں ہے۔ اللہ نسیان سے منزہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہیکہ اللہ کو بھلا دینے کا ردعمل اس کی سزا اور لازمی نتیجہ یہ ہیکہ وہ بھی اس کے لطف و کرم اور اس کی رحمت و نعمت سے محروم رہینگے۔

۹۸۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (التوبة : ۱۰٤)

ترجمہ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور وہی صدقات لیتا ہے، اور بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

"کلام الامام"

بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماتصدق احدکم بصدقة من کسب حلال طیب . ولا یقبل الله الا الطیب . الا اخذها الرحمن بیمینه و ان کانت تمره فتربوا فی کف الرحمن حتی تکون اعظم من الجبل تم میں سے کوئی حلال و پاکیزہ کمائی میں سے صدقہ نہیں دیتا اور اللہ سوائے پاکیزہ چیزوں کے کچھ قبول بھی نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اللہ اسے دائیں ہاتھ سے لے لیتا ہے چاہے وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ اللہ کے دست قدرت میں پھلے پھولے گا حتی کہ وہ ایک پہاڑ سے بھی بڑا ہو جائیگا۔

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث منقول ہیکہ ان الصدقة تقع فی یدالله قبل ان تصل الی ید السائل صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے قبل اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ تفسیر عیاشی و تفسیر صافی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہیکہ ان الصدقة لا تقع فی یدا لعبد حتی تقع فی یدالرب صدقہ اس وقت تک بندے کے ہاتھ میں نہیں پہنچتا جب تک کے پہلے اللہ کے ہاتھ میں نہ پہنچ جائے۔

تبصرۂ مولف: کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ جب بھی حضرت امام محمد باقر علیہ صدقہ دیتے تو صدقہ حاجت مند کے ہاتھ میں رکھنے کے بعد فوراً واپس لے لیتے، پھر اسے سونگھتے اور بوسہ دیتے کہ یہ صدقہ حاجت مند کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کے دست قدرت میں جاتا ہے۔

۹۹۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (التوبة : ۱۰۵)

ترجمہ اور کہیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو۔ اللہ اسکا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد منقول ہیکہ ان الاعمال تعرض علی نبیکم کل عشیة الخمیس فلیستع احدکم ان تعرض علی نبیه العمل القبیح (ہر جمعرات کی شام کو تمہارے اعمال رسالتمآب کی خدمت میں پیش کیے جاتے

ہیں۔ اسلئے تمہیں اس بات سے شرم وحیا ہونی چاہیے کہ کہیں تمہارا کوئی برا عمل رسالتمآب کی خدمت میں پیش ہوجائے)۔

کافی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ۔ واللہ ان اعمالکم لتعرض علی فی کل یوم ولیلہ۔اما تقرا کتاب اللہ عزوجل: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون،ہو واللہ علی ابن ابی طالب، (اللہ کی قسم تمہارے اعمال میرے پاس ہر روز وشب پیش کئے جاتے ہیں کیا تو نے اللہ عزوجل کی کتاب نہیں پڑھی جسمیں ارشاد ہے" اور کہیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو اور اللہ، اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔ خدا کی قسم اس سے مراد علی ابن ابی طالب اور آئمہ معصومین ہیں)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد اصول کافی میں منقول ہے۔ تعرض الاعمال علی رسول اللہ اعمال العباد کل صباح، ابرارھا و فجارھا فاحذروھا، وھو قول اللہ عزوجل وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون (رسول اللہ کے سامنے ہر صبح لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اسلئے اس سے ڈرو اور اللہ عزوجل کے اس قول (اور کہیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو۔ اللہ، اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے) کا یہی مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: سنی مفسرین کا کہنا ہیکہ مومنین سے مراد عام مومنین ہیں، اور نسان جو کچھ کرتا ہے وہ بہر حال سب پر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر خلوت میں جو بداعمالیاں ہوتی ہیں وہ راز ہی میں رہتی ہیں۔ دنیا میں ایسے کتنے قتل ہوتے ہیں کہ جن کے قاتل کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ اگر ساری بداعمالیاں خود بخود تمام مومنین پر ظاہر ہوجائیں تو دنیا کسی ملک میں نہ پولیس کی ضرورت ہوتی، نہ وکلاء کی حاجت نہ کہیں خفیہ پولیس کا محکمہ ہوتا نہ قاضی وعدالت۔ لھذا یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور آئمہ معصومین علیہم السلام کو وہی طریقوں سے یہ معلومات بہم پہنچا دیتا ہے اور اس طرح یہ ہستیاں عام ذرائع اطلاع سے نہیں بلکہ حکم خدا سے خصوصی انتظام کے ذریعہ تمام اسرار و اعمال سے مطلع ہوتی ہیں۔

۱۰۰۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ○

(التوبة : ۱۰۶)

ترجمہ اور دوسرے ایسے ہیں جو اللہ کے حکم کے منتظر ہیں، یا وہ انہیں سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی وتفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق وحضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے مروی ہیکہ کچھ اپنے مشرکین جو حضرت حمزہ ابن عبد المطلب اور حضرت جعفر طیار کے قتل کے ذمہ دار تھے، بعد میں مسلمان ہوگئے لیکن ان کے دلوں میں ایمان وعرفان اتنا راسخ نہیں ہوا تھا کہ مومن کہلاتے اور ان پر جنت واجب ہوجاتی۔ وہ نہ اپنے کفر پر ایسے اڑے رہے کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ قرار پاتا۔ اس لئے وہ اس حالت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فیصلہ کے امیدوار ہیں کہ آیا وہ انہیں عذاب دیتا ہے یا ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۱۰۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○ (التوبة : ۱۱۹)

ترجمہ اے ایمان لانے والو۔! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمہ اور تفسیر برہان میں ہےکہ حضرت امیر المومنین نے ایک دن کچھ لوگوں سے کہا، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب اللہ نے یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین نازل کی تھی اور سلمان نے پوچھا تھا یا رسول اللہ یہ حکم عام ہے یا خاص ؟! تو رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ آپ مومنین کو حکم دیا گیا ہے لیکن صادقین سے مراد میرا بھائی علی اور قیامت تک آنے والے اوصیاء ہیں۔ اس پر سب نے گواہی دی تھی یا امیر المومنین! جی ہاں ہم نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی۔

تفسیر برہان ہی میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی مع محمدؐ واھل بیتہ صادقین یعنی محمد و آل محمدؐ علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

تبصرۂ مولف: اس آیت میں غور طلب امر یہ ہے کہ اگر صادقین سے مراد عام لوگ ہوتے تو حکم کونوا مع الصادقین کے ساتھ ہو جاؤ نہ ہوتا بلکہ یہ کہا جاتا تاکہ کونوا من الصادقین یعنی صادقین میں سے ہو جاؤ۔ اور پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ کے حکم میں وہ صادقین سے وہی مراد ہو سکتے ہیں جو معصوم عن الخطا ہوں۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ بعض ایسے بھی مشرک ہو سکتے ہیں جو اپنی عام روزمرہ کی زندگی میں سچے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ ہو جانے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ صادقین سے مراد معصومین ہیں۔ ایک اور اہم امر یہ ہے کہ یہ حکم ہر دور کے مومنین کیلئے ہے، تو دنیا میں جس جس دور میں مومنین ہوں گے اس اس دور میں ایک معصوم کا وجود ضروری ہے کہ مومنین جس کے ساتھ ہو جائیں۔

۱۰۲۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (التوبة : ۱۲۲)

ترجمہ اور مومنین کیلئے یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں۔ تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ سفر کریں تاکہ دین سے آگاہی حاصل کریں اور پھر جب واپس جائیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں، شاید وہ (بے راہ روی سے) رک جائیں۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کچھ لوگ ایک حدیث بیان کرتے ہیں: اختلاف امتی رحمۃ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "سچ ہے" پھر راوی نے پوچھا کہ اگر اختلاف رحمت ہے تو پھر اجماع کو عذاب ہونا چاہیے ؟!! امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ حضور رسالتمآب کی حدیث عین مطابق قرآن ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ۔۔۔ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ سفر کریں تاکہ دین سے آگاہی حاصل کریں اور پھر جب واپس جائیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں شاید وہ (بے راہ روی سے) رک جائیں یعنی لوگ اطراف واکناف سے رسالتمآب کی خدمت میں آئیں اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کریں۔ حدیث میں اختلاف سے مراد جائے رہائش کا بدلنا ہے، ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر کرنا ہے، نہ کہ دین میں اختلاف دین حق تو بس ایک ہی ہے اس میں اختلاف کیا معنی ؟!

تبصرۂ مولف: تفسیر تبیان میں سرکار شیخ طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب مدینہ کے اطراف و اکناف کے بدو عرب بھی مسلمان ہوگئے تو اسلامی تعلیمات کے حصول کیلئے ان کی بہت بڑی تعداد مدینہ آگئی مدینہ کی آبادی میں اچانک اضافے کی وجہ سے اشیاے ماًحتاج قیمتوں میں ایک بیک اضافہ ہوگیا اور روزمرہ کی زندگی میں سخت مشکلات پیش آئیں۔ اس صورتحال کے پیش نظر یہ آیت نازل ہوئی کہ مومنین کیلئے یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ سفر کریں۔ تاکہ دین سے آگاہی حاصل کریں۔۔۔

۱۰۳۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (التوبة : ۱۲۵)

ترجمہ اور جن کے دلوں میں بیماری ہے، تو انکی نجاست میں مزید نجاست اضافہ ہوا ہے، اور وہ حالت کفر ہی میں مریں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہےکہ اس آیت میں رجس سے مراد شک ہے۔

تبصرۂ مولف: اس سے قبل کی آیت کا ترجمہ یہ ہےکہ "جب کوئی سورہ نازل ہوتا ہے تو انمیں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔؟! (کہہ دیجئے کہ) جو لوگ ایمان لائے اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے اور وہ خوش بھی ہیں۔ اور اب یہ آیت کہ "جن کے دلوں میں بیماری ہے تو ان کی نجاست میں نجاست کا مزید اضافہ ہوا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مریں گے" جو صاحبان ایمان ہیں اگر سورہ کے نزول سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے تو جو کافر و منافق ہیں ان کے شک میں اضافہ ہی ہونا چاہیے، کیونکہ ایمان کی ضد شک ہے نہ کہ نجاست۔ لیکن قرآن کی بلاغت کا یہ ایک اور نمونہ ہے کہ ایمان معنوی پاکیزگی ہی کا تو نام ہے اور کفر و شک معنوی نجاست کے سوا اور کیا ہے۔ اسی لئے علماء نے رجس و نجاست کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱۔ طبعیت کی آلودگی ۲۔ طرز فکر کی نجاست ۳۔ شرعی اعتبار سے نجاست ۴۔ وہ قسم جس میں مندرجہ بالا تینوں نجاستیں شامل ہوں۔

۱۰۴۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (یونس : ۲۵)

ترجمہ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "السلام" اللہ سبحانہ تعالیٰ کا نام ہے اور دار السلام یعنی اللہ کا گھر جسے اس نے اپنے بندوں اور اولیاء کے لئے بنایا۔ یعنی الجنة یعنی جنت۔

۱۰۵۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (یونس : ۷۴)

ترجمہ پھر ہم نے ان (نوح) کے بعد کئی رسول انکی قوم کی طرف بھیجے۔ وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے۔ لیکن وہ اس پر ایمان نہ لائے جسکی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے۔ اس طرح ہم تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ان کی شکل وصورت سایہ کی طرح تھی۔ پھر اللہ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے پاس بھیجا۔ اس مخلوق میں سے بعض آپ پر ایمان لائے اور بعض نے آپ کا انکار کیا۔ پھر جب عالم ظاہر میں آپ تشریف لائے تو اس دنیا میں بھی وہی لوگ آپ پر ایمان لائے جو اس عالم بالا میں آپ پر ایمان لا چکے تھے اور یہاں بھی ان ہی لوگوں نے آپ کی تکذیب کی جو وہاں آپ کی تکذیب کر چکے تھے۔ فما کانو لیومنو ابما کذبو ابہ من قبل (لیکن وہ اس پر ایمان نہ لائے جس کی وہ پہلے (یعنی عالم بالا میں) تکذیب کر چکے تھے) کا یہی مطلب ہے۔

۱۰۶۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ۝ (یُونس: ۹۲)

ترجمہ لیکن آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کیلئے ایک نشانی بن جائے۔ اور بیشک اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فرعون حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتے ہوئے دریا میں جا ڈوبا تو اس وقت وہ وزنی زرہ پہنے ہوا تھا۔ اس کے باوجود بجائے پانی میں ڈوب کر تہ تک پہنچ جانے کے اس کی لاش دریا سے باہر ایک اونچی زمین پر آپڑی تاکہ وہ اپنے بعد آنے والوں کیلئے نشانی بن جائے۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب فرعون ہلاک ہو گیا اور حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو انہیں اسکا یقین نہیں آیا۔ اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے اس کا بدن دریا سے باہر کنارے پر آرہا تاکہ بنی اسرائیل خود اسے مردہ حالت میں دیکھ لیں۔

تبصرۂ مولف: اس آیت کے تاریخی پس منظر میں کئی نکات قابل غور ہیں۔ ایک بات تو یہ ہیکہ اس دور کے لوگوں پر فرعون کی اس قدر جلالت وعظمت چھائی ہوئی تھی کہ وہ فرعون کی ہلاکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ممکن تھا کہ اس واقعہ کے بعد فرعون کے متعلق مختلف توہمات کی ابتدا ہو جاتی۔ لیکن جب اس کا مردہ جسم لوگوں نے خود دیکھ لیا تو پھر اس کی موت کو کوئی افسانوی رنگ نہ دیا جا سکا۔ اگر وہ دریا میں غرق ہو جاتا تو سمندری مخلوق کی غذا بن جاتا اور پھر اس کے نشانی بننے کا سوال نہ پیدا ہوتا۔ اس لئے بحکم خدا اس کی لاش ایک بلند مقام پر آگری تفسیر قمی میں ہے کہ اما فرعون فنبذہ اللہ وحدہ فالقاہ بالسا حل لینظروا الیہ ولیعرفوہ اللہ نے اکیلے فرعون کو نکال کر ساحل پر لا پھینکا تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور پہچان لیں۔ پوری قوم کا ڈوب جانا اور فرعون کی لاش کا وزنی زرہ کے باوجود تہ ڈوب کر ایک بلند مقام آ گرنا خود ایک

معجزہ ہے اور بعد کو آنے والوں کیلئے اس کا ایک نشانی بن جانا ایک واضح اور ناقابل تردید پیشین گوئی ہے، چنانچہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ وہ مقام جہاں فرعون کی لاش آپڑی تھی موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہلاتا ہے۔ ۱۹۰۷ء میں جب احرام مصر سے فرعون موسیٰ کی لاش برآمد کی گئی اور اس کی موسیائی ہوئی لاش کی پٹیاں کھولی گئیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی تھی جو سمندر میں اسکے غرق ہونے کی علامت تھی۔

۱۰۷۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ (یونس : ۹٤)

ترجمہ جو کچھ ہم نے تم پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں کچھ شک ہے تو ان سے پوچھ لو جو تم سے پہلے سے کتاب پڑھا کرتے ہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آگیا ہے، پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ ابن اکثم نے جناب موسیٰ ابن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے بذریعہ خط کچھ سوالات پوچھے، جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ مذکورہ بالا آیت کا مخاطب کون ہے۔؟! اگر اس آیت میں خطاب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے تو کیا اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نزول وحی کے بارے میں شک تھا۔؟! اور اگر اس کا مخاطب رسالتمآبؐ کے علاوہ کوئی اور ہے تو یہ تو اس وقت ممکن تھا جبکہ قرآن رسالتمآبؐ کے علاوہ کسی اور پر نازل ہوا ہوتا۔!!

جناب موسیٰ ابن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے یہ سوال حضرت امام علی النقی علیہ السلام (یعنی اپنے بھائی) سے پوچھا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے مخاطب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں، حالانکہ اللہ نے جو کچھ آپؐ پر نازل فرمایا اس میں آپ کو کوئی شک نہ تھا مگر عرب کے جاہل لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ نے کسی فرشتہ کو نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا، اس نبی میں اور ہم میں تو کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ جسطرح ہم کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں یہ بھی اسی طرح کھاتا پیتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے رسول تم ان جاہل عربوں کے سامنے ان لوگوں سے پوچھو جو تم سے پہلے کی کتابوں کو پڑھتے ہیں کہ بتاؤ اس سے قبل بھی تو اللہ نے ایسے ہی رسولوں کو بھیجا ہے جو کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد فان کنت فی شک اگر تمہیں شک ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا و نساءکم و انفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین (آل عمران : ٦١) کہو! آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، ہم اپنے نفسوں اور تم اپنے نفسوں کو، پھر ہم دونوں خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔ اس کے بجائے اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ کہتا ہے کہ آؤ ہم تم لوگوں پر لعنت کریں تو وہ کسی بھی مساجد کیلئے تیار نہ ہوتے۔ اسلئے کہا کہ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود بھی جانتا تھا کہ اس کا نبی اس کی طرف سے فریضہ رسالت ادا کر رہا ہے اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں ہے اسی طرح اس آیت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنی طرف سے انصاف کا اظہار کردے۔

۱۰۸۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (هود : ۸)

ترجمہ اور اگر ہم ان پر عذاب میں ایک گنی ہوئی جماعت کے ظہور تک تاخیر کریں، تو یہ ضرور کہیں گے کہ اسے کونسی چیز روکے ہوئے ہے۔؟! آگاہ ہو جانا چاہیے کہ جب ان پر وہ دن آن پڑے گا تو اسے ان سے ہٹایا نہ جاسکے گا۔ اور انہیں وہی عذاب گھیرے گا، جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں امة معدودة (ایک گنی ہوئی جماعت) سے حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ اور آپ کے ساتھی مراد ہیں۔ اور وہ لوگ بوقت ظہور آن واحد میں اس طرح جمع ہو جائینگے جیسے موسم خزاں میں بادلوں کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔

۱۰۹۔ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○

(هود ۷۰، ۷۱)

ترجمہ پھر جب انہوں (ابراہیم) نے دیکھا کہ انکے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھتے تو انکی (اس بات) کو ناپسند کیا اور دل میں ان سے خوف زدہ ہوئے (فرشتوں نے فوراً) کہا آپ خوف زدہ نہ ہوں ہم قوم لوط کی طرف (عذاب نازل کرنے کیلئے) بھیجے گئے ہیں۔ ان (ابراہیم) کی زوجہ کھڑی ہوئی تھیں وہ ہنسیں، تو ہم نے انہیں اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

"کلام الامام"

معانی الاخبار اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ضحکت (وہ ہنسیں) سے مراد یہ ہے کہ وہ حائضہ ہو گئیں۔ حالانکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے ایک مدت سے یائسہ تھیں۔ علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ جب یہ واقعہ ہوا ہے اس وقت حضرت سارہ کی عمر (۹۰) نوے سال اور حضرت ابراہیم کا سن شریف (۱۲۰) ایک سو بیس سال تھا۔

تبصرۂ مولف: یہاں یہ بات غور طلب ہیکہ قوم لوط پر عذاب کی خبر سن کر حضرت سارہ کا ہنسنا کوئی معنی نہیں رکھتا جبکہ اس کے فوری بعد ارشاد الٰہی ہیکہ تو ہم نے انہیں اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اگر ضحکت سے مراد حائضہ ہو جانا مراد لیا جائے تو پھر آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سارہ جو عرصے سے یائسہ تھیں اب جب پھر حائضہ ہو گئیں جو حاملہ ہونے کے امکان کی علامت ہے تو انہیں اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی گئی۔

۱۱۰۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ (یوسف : ۱۸)

ترجمہ اور (برادران یوسف) ان (یوسف) کے قمیص پر نقلی خون لگا لائے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ جب برادران یوسف ان کے قمیص پر ایک بکری کے بچے کو ذبح کرکے وہ خون آلودہ قمیص حضرت یعقوب کی خدمت میں لے آئے، تو حضرت یعقوب نے فرمایا کہ یہ بھیڑیا یوسف پر تو اس قدر غضبناک تھا کہ اسے کھا گیا، اور اس کے قمیص پر اتنا مہربان تھا کہ اسے پھاڑا تک نہیں۔

۱۱۱۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ (یوسف :۳۳)

ترجمہ (یوسف نے کہا) اے میرے پروردگار (یہ عورتیں) مجھے جس کام کی دعوت دیتی ہیں اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب حضرت یوسف قید میں تھے تو انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالی سے بطور شکوہ یہ کہا کہ یا اللہ مجھے یہ قید خانہ کیوں نصیب ہوا۔؟! تو اللہ نے بذریعہ وحی ان سے کہا کہ اے یوسف یہ قید خانہ تو خود تم نے منتخب کیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه (اے میرے پروردگار (یہ عورتیں) مجھے جس کام کی دعوت دیتی ہیں اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے)۔ بجائے قید خانہ پسند کرنے کے تم نے یہ کیوں نہ کہا العافیة احب الی مما یدعوننی الیه (یہ عورتیں) مجھے جس کام کی دعوت دیتی ہیں اس سے مجھے عافیت زیادہ پسند ہے۔

۱۱۲۔ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ (یوسف :۴۲)

ترجمہ اور (یوسفؑ) نے ان دونوں (قیدیوں) میں ایک سے جس کے متعلق یقین تھا کہ وہ رہا ہو جائیگا یہ کہا کہ اپنے مالک سے میرا تذکرہ کرنا۔ مگر شیطان نے اسے مالک سے یہ تذکرہ کرنا بھلا دیا اور اس طرح وہ (یوسف) (مزید) کئی سال قید خانے میں رہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بھائی یوسف پر تعجب کرتا ہوں کہ انہوں نے بجائے خالق سے امداد طلب کرنے کے مخلوق سے مدد مانگی۔

تفسیر عیاشی اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ اس واقعہ کے بعد جبرئیل حضرت یوسفؑ کے

پاس آئے اور پوچھا: آپ کو کس نے تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت بنایا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: آپ کے والد حضرت یعقوب کے دل میں آپ کی اس قدر محبت کس نے ڈالی۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: آپ کو کس نے وہ خواب دکھایا تھا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: وہ دعا آپ کو کس نے سکھائی تھی کہ جس کے سبب آپ کنویں سے باہر نکلے۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: کس نے اس قافلے کو آپ کی طرف بھیجا تھا کہ جس نے آپ کو کنویں سے نکالا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: اس پتھر کو آپ سے کس نے دور رکھا جو کنویں میں گرایا گیا تھا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: اس بچے کو کس نے قوت گویائی بخشی جس نے آپ کے حق میں گواہی دی۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: زلیخا اور دیگر عورتوں کے مکروفریب سے کس نے آپ کو محفوظ رکھا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: آپ کو خواب کی تعبیر بتانے کا علم کس نے عطا فرمایا۔؟!

حضرت یوسف: میرے پروردگار نے

جبرئیل: آپ کا پروردگار پوچھ رہا ہے کہ پھر آپ نے ہمارے غیر سے کیوں مدد مانگی ۔؟! ہم سے کیوں دعا نہ کی کہ ہم آپ کو قید سے رہا کروادیں۔ آپ نے ہمارے ایک معمولی بندے سے یہ آرزو و التجا کی کہ وہ آپ کا تذکرہ ہمارے ایک بندے کے سامنے کردے، اور خود ہم سے مناجات و دعا نہ کی۔ بس اب اسی وجہ سے مزید کئی سال قید خانے میں رہیئے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ حضرت یوسف سات سال قید میں رہے۔

۱۱۳۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ (یوسف: ۷۰)

ترجمہ: پھر جب (یوسف نے) انکا سامان تیار کروایا، تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھوادیا۔ پھر ایک منادی نے ندادی کہ اے قافلہ والو۔ !یقیناً تم لوگ چور ہو۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس وقت نہ تو برادران یوسف نے چوری کی تھی، نہ ہی حضرت یوسف نے غلط بیانی کی۔ حضرت یوسف نے جب منادی سے یہ ندا دلوائی کہ تم چور ہو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے حضرت یوسف کو حضرت یعقوب سے چرالیا تھا۔ یعنی انہوں نے اس وقت چوری نہ کی تو کیا ہوا، انکے چور ہونے میں کسے شک وشبہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو ان کے والد حضرت یعقوب سے چرایا تھا۔ اس طرح منادی کی یہ ندا کہ تم چور ہو جھوٹ نہ تھی۔

۱۱۴۔ قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ (یوسف ۷۷)

ترجمہ (برادران یوسف نے) کہا اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے (تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے) اس کے بھائی (یوسف) نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔؟!

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے مروی ہیکہ حضرت یوسف اپنی ماں کے انتقال کے بعد اپنی پھوپی کے پاس رہنے لگے، جو حضرت یوسف کو بے حد چاہتی تھیں۔ جب حضرت یعقوب نے انہیں واپس بلا بھیجا تو انہوں نے کہا کہ آج رات یوسف یہیں بسر کرلیں اور کل صبح انہیں بلوالینا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے ایک کمر بند جو حضرت اسحاق سے انہیں میراث میں ملا تھا اور خاندان میں بطور یادگار چلا آتا تھا، حضرت یوسف کی کمر میں باندھا اور اوپر سے ایک قمیص پہنا کر انہیں حضرت یعقوب کے پاس واپس بھیج دیا۔ پھر بعد میں کسی طرح یہ اطلاع حضرت یعقوب کو پہنچادی کہ وہ حضرت اسحاق کا پٹکا کہیں گم ہوگیا ہے اور ادھر تلاش کے بعد وہ پٹکا حضرت یوسف کے پاس سے نکلا، اور اس زمانے کی شریعت کے مطابق سارق کو مسروقہ مال کے ساتھ اصل مالک کے سپرد کردیا جاتا تھا۔ اس طرح حضرت یوسف پر چوری کا الزام لگا تھا۔

۱۱۵۔ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۚ (یوسف: ۸۷)

ترجمہ (حضرت یعقوبؑ نے کہا) اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف اور اسکے بھائی (بنیامین) کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے سحر کے وقت یہ دعا کی یا اللہ ملک الموت کو میرے پاس بھیج دے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ ملک الموت نازل ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کیا ضرورت ہے۔؟! حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ کیا تم نے یوسف کی روح قبض کی ہے۔؟! انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس طرح حضرت یعقوب کو علم تھا کہ حضرت یوسف زندہ ہیں۔

تبصرۂ مولف: جب برادران یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہدیا تھا کہ حضرت یوسف کو ایک بھیڑیئے نے کھالیا ہے اور اس واقعہ کے بعد بیس سال بھی گزر چکے تھے تو پھر ان ہی بھائیوں سے حضرت یعقوبؑ کا یہ کہنا کہ یٰبنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف

واخیہ اے میرے بیٹو۔؟! جاؤاور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو) عجیب سالگتا ہے، جب تک کہ ہم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد نہ قبول کریں کہ یہ علم رسالت حضرت یعقوبؑ کو اس کا علم تھا کہ حضرت یوسف زندہ ہیں، ورنہ مردہ کو تلاش کرنا کوئی قرین عقل کام نہیں۔ اور اللہ کا نبی کسی عبث کام کا حکم نہیں دے سکتا۔

۱۱۶۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ۝ (یوسف:۸۹)

ترجمہ یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کیا تمہیں کچھ خبر (احساس) بھی ہیکہ تم یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جہالت میں کیا بدسلوکی کر گزرے۔؟!

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب کسی بندہ سے ارتکاب گناہ ہوتا ہے تو خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو لیکن جب وہ اپنے نفس کو اللہ کی معصیت میں مبتلا کرتا ہے تو بوقت گناہ جاہل ہو جاتا ہے

۱۱۷۔ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یوسف:۹۷،۹۸)

ترجمہ (پسران یعقوب نے) کہا اے بابا۔! ہمارے گناہوں کی مغفرت کی دعا کیجئے یقیناً ہم خطا کار تھے (تو یعقوب نے) نے کہا میں آئندہ (پھر کبھی) اپنے رب سے تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا یقیناً وہ بڑا بخشنے والا بڑا رحیم ہے۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب پسران یعقوب نے ان سے اپنی مغفرت کی دعا کی التجا کی تو حضرت یعقوب نے دعا کرنے میں تاخیر کی، لیکن جب ان ہی لوگوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ تا للہ لقد اثرك الله علينا وان كنا الخطئين (یوسف : ۹۱) اللہ کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بے شک ہم خطا کار تھے تو حضرت یوسف نے فوراً ان سے کہا لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم وھوارحم الرحمین ۝ (یوسف : ۹۲) آج تم پر کوئی ملامت وسرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشدے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا بات یہ ہیکہ جوان کا دل بہ نسبت عمر رسیدہ کے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہیکہ فرزندان یعقوب دراصل اپنے بھائی حضرت یوسف کے قصوروار تھے اور حضرت یعقوب کے قصوروار بھی صرف اس لئے تھے کہ انہوں نے حضرت یوسف کا قصور کیا تھا اس لئے حضرت یوسف نے جلد ہی ان کی خطا معاف کردی اور حضرت یعقوب نے اس لئے تاخیر کی کہ یہ لوگ راست حضرت یعقوب کے قصوروار نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے استغفار کو شب جمعہ کی سحر تک کیلئے موخر کردیا۔

۱۱۸۔ وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا ۚ (یوسف : ۱۰۰)

ترجمہ اور (یوسف) نے اپنے والدین کو (اپنے ساتھ) تخت پر بٹھایا اور (وہ سب) انکے سامنے سجدے میں گر گئے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے مروی ہیکہ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندوں نے حضرت یوسف کی تعظیم میں اور اللہ کی اطاعت کے اظہار میں سجدہ کیا تھا، اس طرح انکا وہ سجدہ خود حضرت یوسف کیلئے (بغرض عبادت) نہ تھا۔ کان طاعة لله و تحیه لیوسف۔ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ یوسف نے اسی وقت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ رب قد اٰتیتنی من الملك و علمتنی من تاویل الاحادیث ۔۔۔۔ اے میرے پروردگار بے شک تو نے مجھے ملک میں حصہ دیا ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا بھی کچھ علم دیا ہے۔۔۔

۱۱۹۔ حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا فَنُجِّىَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ○ (یوسف : ۱۱۰)

ترجمہ حتیٰ کہ جب انبیاء مایوس ہو گئے اور انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو ہماری مدد ان کے پاس آئی پس ہم جسے چاہتے ہیں نجات دیتے ہیں۔ اور گنہگار سے ہمارا عذاب ہٹایا ہی نہیں جا سکتا۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے جواب میں اس آیت کی اس طرح تصریح فرمائی کہ جب انبیاء علیہم السلام لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے (یعنی انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں) اور لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ انبیاء نے ان سے عذاب کے بارے میں جھوٹ کہا تھا تب ہماری مدد ان رسولوں کے پاس پہنچی۔

تبصرہ مولف: آیت کے الفاظ سے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے "حتی کہ جب انبیاء مایوس ہو گئے اور یہ گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تب ہماری مدد ان کے پاس آئی"۔ (معاذ اللہ) اسی لئے سواد اعظم کے علماء نے اس آیت کی تفسیر میں بڑی کدو کاوش سے کام لیا ہے۔

۱۲۰۔ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ○ (الرعد : ۷)

ترجمہ (اے رسول) تم تو صرف (عذاب سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کیلئے ایک ہادی ہوتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہیکہ عن عبدالله قال المنذر رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم والهادی امیر المومنین" و بعده الائمة حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ منذر (ڈرانے والے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم ہیں اور ہادی سے مراد امیر المومنین اور آپ کے بعد دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔ اسی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول بھی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی تردید کرتی ہیکہ جو اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ ہر دور میں ایک امام موجود ہوتا ہے اور زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔

۱۲۱۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ، وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ○ (الرعد : ۲۳)

ترجمہ جاودانی زندگی والی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے آباواجداد، ازواج اور بچوں میں سے جو اس لائق ہوں۔ اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے داخل ہو رہے ہوں گے۔

"کلام الامام"

الخصال میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ان ام سلمة قالت له صلى الله عليه و آله و سلم با بى انت وامى المراة كون لها زوجان فيموتان فيد خلان الجنة لايهما تكون فقال يا ام سلمة تخير احسنهما خلقا و خيرهما لاهله ، يا ام سلمة ان حسن الخلق ذهب بخير الدنيا والاخرة حضرت ام سلمہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، جس عورت کے دو شوہر رہے ہوں اور دونوں کا انتقال ہو جائے۔ اور دونوں ہی جنت میں جائیں تو اس عورت کو کونسا شوہر ملے گا۔؟! آپ نے فرمایا اے ام سلمہ وہ اس شوہر کو منتخب کرے گی جو اچھے اخلاق والا ہوگا، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا ہوگا۔ اے ام سلمہ دنیا و آخرت تو بس اچھے اخلاق والے ہی کی ہے۔

۱۲۲۔ رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ○ (ابراهیم : ۳۷)

ترجمہ (ابراہیم نے کہا) اے ہمارے پروردگار، میں نے اپنی اولاد میں سے (بعض کو) بغیر کھیتی والے چٹیل میدان میں، تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے مالک، اس غرض سے کہ وہ نماز قائم کریں۔ اب تو کچھ انسانوں کے دلوں کو انکی طرف مائل کردے اور انہیں ہر طرح کے پھلوں سے رزق عطا فرما، شاید وہ شکر گزار ہوں۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ اس آیت میں کل آدمی مراد نہیں، بلکہ صرف محبان اہلبیت مراد ہیں، کیونکہ اللہ نے افئدة من الناس فرمایا ہے یعنی کچھ لوگوں کے دل، اور محبان اہلبیت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی سیاہ بیل پر کبھی دو چار سفید بال بھی ہوتے ہیں۔ احتجاج طبرسی میں مولائے کائنات سے منقول ہیکہ بعض لوگوں کے دل ہماری جانب مائل ہوتے ہیں۔ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہیکہ فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم میں حضرت ابراہیم کا مطلب بیت اللہ نہ تھا ورنہ تهوى اليه فرماتے۔ اللہ کی قسم حضرت ابراہیم کی دعا میں اليهم سے مراد ہم اہلبیت ہیں۔

تبصرۂ مولف: عربی میں من (سے) کبھی تبعیضی ہوتا ہے یعنی جز پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی ابتداء میں حضرت ابراہیم کا یہ کہنا ربنا انی اسکنت من ذریتی اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے (بعض کو) بسایا ہے یعنی صرف حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو۔ اسی طرح فاجعل افئدۃ من الناس کا مطلب کچھ لوگوں کے دل (یعنی سواد اعظم کے نہیں، بلکہ محبان اہلبیت کے دل جو ہمیشہ اقلیت میں رہینگے) مائل کردے۔

فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کچھ انسانوں کے دل ان کی طرف مائل کردے بعض مفسرین نے الیھم سے مراد کعبہ لیا ہے لیکن یہاں ضمیر جمع کی ہے لھذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ الیھم سے مراد کعبہ نہیں ہے بلکہ ذریت ابراہیم میں سے وہ ذوات مقدسہ ہیں جن کی مودت واجب قرار دی گئی ہے۔ اگر اس سے مراد کعبہ ہوتا تو ضمیر واحد استعمال ہوتی۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ واللہ دعاے ابراہیم میں الیھم سے مراد ہم (اہلبیت) ہیں۔

۱۲۳۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل : ۳۸)

ترجمہ انہوں نے اللہ کی قسم کھائی، اور سخت قسمیں کھا کر کہا کہ جو مرجائے اللہ اسے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ ہاں ہاں (کیوں نہیں) یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر عیاشی میں منقول ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے پوچھا کہ اس آیت کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔؟! انہوں نے کہا، وہ یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا خیال تھا کہ جو مر چکے ہیں، اللہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کریگا۔ اور وہ قسمیں کھا کھا کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی کہا کرتے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جو اس کا قائل ہوا، ہلاک ہوا۔ ان سے ذرا یہ تو پوچھو کہ مشرکین اللہ کی قسم کھاتے تھے یا لات وعزیٰ کی۔؟! ابوبصیر نے عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے اس کا مطلب بتا دیجئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو اللہ ہمارے شیعوں کے ایک گروہ کو مبعوث فرمائے گا۔ یہ خبر ہمارے شیعوں کے ایک دوسرے گروہ کو جو زندہ ہوں گے، پہنچے گی اور وہ آپس میں تذکرے کرنے لگیں گے کہ دیکھئے فلاں اور فلاں زندہ ہوگئے اور قائم آل محمد کی خدمت میں ہیں اور جب یہ خبر ہمارے دشمنوں کے ایک گروہ کو ملے گی تو وہ کہیں گے اے شیعو تم سے زیادہ جھوٹا کون ہے۔۔۔ خدا کی قسم نہ وہ زندہ ہوئے اور نہ قیامت تک وہ زندہ ہوں گے۔ یہاں اللہ نے ان کی قسم کھانے کو حکایۃً بیان فرمایا ہے۔

تبصرۂ مولف: اس کے بعد والی آیت لیبین لھم الذی یختلفون فیہ ولیعلم الذین کفروا انھم کانو کذبین ۝ (النحل : ۳۹) (اللہ انہیں مبعوث کریگا) تاکہ جسکے بارے میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے وہ واضح کردے اور وہ جو انکار کرتے تھے، یہ جان لیں کہ وہ یقیناً جھوٹے تھے۔ اس میں الذی ضمیر واحد استعمال ہوئی ہے، جسکا ترجمہ جس ہستی کے بارے میں اختلاف کرتے تھے ہوگا، جس سے مراد قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کی ذات گرامی ہے کہ آپ ہی کے بارے میں امت مسلمہ میں اختلاف ہے۔

۱۲۴۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل : ۶۹)

ترجمہ اس (شہد کی مکھی) کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا وہ شربت نکلتا ہے، جس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، ان کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ شراب مختلف الوانہ (مختلف رنگوں کے شربت) سے مراد وہ مختلف علوم ہیں جو ائمہ علیہم السلام نے نشر کئے۔ فیہ شفآ للناس (اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے) سے مراد یہ ہیکہ ائمہ معصومینؑ کے ان علوم میں لوگوں کے امراض شکوک ونفاق کیلئے شفاء ہے۔

تبصرہؑ مولف: شہد کی بے پناہ خاصیتوں اور اس کے فوائد کے بارے میں بے شمار احادیث اور فیہ شفاء للناس (اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے)۔ کے قرآنی اعلان کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شہد ہر انسان کیلئے مفید نہیں ہوسکتا مثلاً کوئی ایسا شخص جسے ذیابطیس (شکر کی بیماری) ہو، اور وہ شہد کھانے لگے تو ظاہر ہیکہ جس شہد میں شفا ہونے کا اعلان کیا گیا ہے وہی شہد ایسے شخص کیلئے زہر کا کام کریگا۔ اس کے برعکس علوم محمدؐ وآل محمدؐ علیہم السلام بلا کسی شرط کے ہر انسان کیلئے فائدہ مند ونفع بخش ہیں۔ چنانچہ جابر بن حیان نے جو سائنسی علوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سیکھے، ان علوم سے آج غیر مسلم جس قدر استفادہ کررہے ہیں وہ مسلمانوں اور شیعوں کو نصیب نہیں۔ ان علوم سے جو چاہے استفادہ کرے اس میں اسلام وایمان کی کوئی شرط اور کوئی قید نہیں۔ ان علوم کے سمندر کا فیض مشرک وکافر، مومن ومنافق سب کیلئے یکساں ہے، فیہ شفآء للناس

۱۲۵۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۰)

ترجمہ بے شک ابراہیم ایک امت تھے، اللہ کے مطیع، انحراف سے مبرا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ حضرت ابراہیم کے علاوہ اس وقت کوئی دین خدا پر کاربند نہ تھا، لھذا وہ بذات خود، تن تنہا ایک امت تھے۔ اور دوسری طرف دنیا کے سارے مشرکین وکفار ایک دوسری امت تھے۔

۱۲۶۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے۔ اور ان سے بہترین انداز میں بحث واستدلال کیجئے۔

"کلام الامام"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ احسن بحث واستدلال اور غیر احسن بحث واستدلال میں کیا فرق ہے؟! امام علیہ السلام نے فرمایا کہ غیر احسن بحث واستدلال یہ ہیکہ جب مخالف کے دعوے کو تم اللہ کی حجت سے رد نہ کرسکو، اور کسی ایسی حق بات کا انکار کردو جسے اس نے اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہو اس طرح کی بحث واستدلال ہمارے شیعوں پر حرام ہے، کیونکہ اگر مخالف

کسی حق کا انکار کر رہا ہے اور تم بھی صرف اسے شکست دینے کی خاطر ایک دوسرے حق کا انکار کر دو تو پھر تم میں اور اس میں فرق ہی کیا رہا؟!

بحث واستدلال کا احسن طریقہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وضرب لنا مثلا ونسی خلقه ، قال من یحی العظام وهی رمیم ○ (یسین : ۷۸)** اور وہ ہمارے بارے باتیں بنانے لگا اور اپنی خلقت بھول گیا اور کہنے لگا جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر خاک ہو جائیں گی تو بھلا پھر انہیں کون زندہ کر سکتا ہے؟! اسکے جواب میں اللہ خود ارشاد فرماتا ہے **قل یحیها الذی انشاها اول مرة ط وهو بکل خلق علیم (یسین : ۷۹)** (اے رسول) کہہ دو کہ انہیں وہی زندہ کریگا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ وہ ہر طرح کی پیدائش سے واقف ہے۔ ظاہر ہے کہ عدم سے کسی چیز کا پہلی مرتبہ وجود میں لانا، دوبارہ زندہ کر دینے سے زیادہ مشکل ہے۔ لیکن جب اللہ نے سب کو عدم سے وجود بخشا ہے تو وہی پھر انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

۱۲۷۔ **وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ○** (بنی اسرائیل : ۱۱)

ترجمہ اور انسان تو بری چیز کیلئے بھی اسی طرح دعا مانگتا ہے جس طرح اچھی چیز کیلئے، اور انسان تو ہمیشہ سے جلد باز ہی ہے۔

"کلام الامام"

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث منقول ہے: **واعرف طریق نجاتك وهلاكك كی لا تدعوا الله بشیء عسی فیه هلاكك وانت تظن ان فیه نجاتك قال الله تعالی ویدع الانسان بالشر دعاءه بالخیر وكان الانسان عجولا** (اپنی نجات اور ہلاکت کے راستے کو خوب پہچان لو تاکہ تم اللہ سے کسی ایسی چیز کی دعا نہ کر بیٹھو کہ جس میں تمہاری ہلاکت دھری ہو اور تم یہ سمجھتے رہو کہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اور انسان تو بری چیز کیلئے بھی اسی طرح دعا مانگتا ہے جس طرح اچھی چیز کیلئے اور انسان تو ہمیشہ سے جلد باز ہی ہے۔

تبصرۂ مولف: اپنے محدود علم اور مستقبل سے ناواقفیت کی وجہ سے انسان خود اپنے نفع ونقصان سے باخبر نہیں ہے۔ لھذا بسا اوقات وہ ایسی چیز کی تمنا رکھتا ہے، یا ایسی چیز کی دعا مانگ لیتا ہے جو خود اسی کے لئے نقصان رساں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے **عسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیا وهو شرلکم والله یعلم وانتم لا تعلمون (البقره : ۲۱۶)** عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور بے شک اللہ تو جانتا ہے، لیکن تم نہیں جانتے۔ شاید اسی لئے دعا کا قبول یا رد ہونا صرف دعا پر منحصر نہیں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم وعلیم ہے، جس میں انسان کی بہتری مضمر ہوتی ہے وہی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور جائز ہونے کے باوجود بھی وہ دعائیں کبھی مسترد کر دی جاتی ہیں جن میں ہماری فلاح وبہبود نہ ہو۔

اس ضمن میں انسان کی جلد بازی کی مذمت شاید اس لئے بھی کی گئی ہے کہ بسا اوقات انسان اپنی دعاؤں کے قبول نہ ہونے پر رنجیدہ بھی ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ کچھ صبر کرلے اور جلد بازی سے کام نہ لے تو اس کی تمناؤں کی خرابی اس پر خود ہی واضح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ **فلو اجاب الله دعاءه لاهلك لكنه لا یجیب بفضله و رحمته** اگر اللہ اس کی دعا قبول کرلے تو وہ ہلاک ہو جائے، لیکن اللہ اپنے فضل ورحمت سے اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کی قبولیت مناسب وقت پر ہوتی ہے، اس لئے دعا قبول ہونے میں تاخیر ہوتی ہے لیکن جلد باز انسان کو اتنا صبر کہاں کہ وہ شکوہ سے باز رہے۔

۱۲۸۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا٥ (بنی اسرائیل : ٦٤)

ترجمہ (اے ابلیس) اوران میں سے جس کسی پر تیرا بس چلے، اسے آواز دے کر بہکالے اوراپنے سوار اور پیادہ ان پر لگادے، اور مال اور اولاد میں انکے ساتھ شریک ہوجا، اوران سے خوب وعدے کرلے۔ لیکن شیطان فریب کے علاوہ کوئی وعدہ نہیں کرتا۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ شیطان بھی استقرار حمل میں بسا اوقات شامل ہوجاتا ہے **شارکھم فی الاموال والاولاد** (مال اوراولاد میں ان کے ساتھ شرک ہوجا) کا یہی مطلب ہے۔ استقرار حمل میں شیطان کی شرکت یا عدم شرکت بغض یا محبت محمد وآل محمد علیھم السلام سے متعین ہوتی ہے۔

۱۲۹۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا٥ (بنی اسرائیل : ٨٤)

ترجمہ کہدیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے، تو تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہیکہ کون زیادہ درست راستے پر چلنے والا ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ **النية افضل من العمل الا وان النية هي العمل ثم تلا قوله عزوجل قل كل يعمل على شاكلته يعني على نيته** (نیت عمل سے افضل ہے بلکہ نیت ہی عمل ہے) پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ کہدیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور فرمایا کہ شاکلتہ (اپنے طریقہ) سے مراد نیت ہے۔

کافی ہی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جنت وجہنم کی دوامی جزا وسزا بھی اس لئے ہے کہ دنیا میں لوگوں کی نیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر انہیں دنیا میں دائمی زندگی ملتی تو ان میں سے کچھ اطاعت وفرمانبرداری کی زندگی بسر کرتے۔ اور کچھ عصیان ونافرمانی ہی میں بسر کرتے۔ لھذا ان کی نیتوں ہی کی وجہ سے ہی انہیں دائما جنت یا جہنم میں رکھا جائیگا۔

۱۳۰۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا
(بنی اسرائیل : ٨٥)

ترجمہ اوروہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہدیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے، اور تمہیں تو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیرقمی میں ہیکہ یہودیوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا کہ کبھی آپ کہتے ہیں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور تمہیں تو بہت کم علم دیا گیا ہے) اور کبھی آپ کہتے ہیں ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرۃ : ۲۶۹) (اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا) تو یہ دو متضاد باتیں کیسے صحیح ہو سکتی ہیں؟ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر مانفدت کلمات اللہ (لقمان : ۲۷) اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر جن کے بعد سات سمندر اور ہیں وہ سب سیاہی بن جائیں تب بھی کلمات خدا ختم نہ ہوں گے) اس کا مطلب یہ ہیکہ علم خدا تمہارے سارے اندازوں سے ارفع واعلیٰ ہے۔ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تمہارے ظرف کے اعتبار سے چاہے کثیر ہو، لیکن وہ خدا کے نزدیک قلیل ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت کی باطنی تفسیر یہ ہیکہ علم بہت ہی کم لوگوں کو دیا گیا ہے، چنانچہ آپؑ نے اس تفسیر کی وضاحت کیلئے اس آیت کی اس طرح تلاوت فرمائی۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا منکم۔ (اور تم میں سے بہت ہی کم لوگوں کو علم دیا گیا ہے)۔

۱۳۱۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل : ۱۰۱)

ترجمہ اور ہم نے موسیٰ کو نو (۹) واضح نشانیاں دی تھیں۔ بنی اسرائیل سے پوچھیے، جب وہ انکے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم پر جادو ہو گیا ہے۔

"کلام الامام"

الخصال میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ کو جو نو (۹) نشانیاں دی گئی تھیں وہ یہ تھیں: ۱۔ الجراد (ٹڈی) ۲۔ القمل (جوئیں) ۳۔ الضفادع (مینڈک) ۴۔ الدم (خون) ۵۔ الطوفان (سیلاب) ۶۔ فراق البحر (سمندر کا پھٹ جانا) ۷۔ انفجار العین (چشمہ کا جاری ہونا) ۸۔ العصاء (عصاء) ۹۔ الید (ید بیضاء)۔

۱۳۲۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل : ۱۱۱)

ترجمہ اور نہ کوئی عاجزی کی بنا پر اسکا حامی و مددگار ہے۔ اور اسکی بڑائی کا اظہار کرو جیسا کہ بڑائی بیان ہونی چاہیے۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب التوحید میں ایک حدیث نقل فرمائی ہیکہ ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ لفظ اللہ کس سے مشتق ہے۔؟! آپؑ نے فرمایا یہ الہ سے مشتق ہے، جس کا معنی تحیر ہے۔ یعنی اللہ وہ

ذات ہیکہ جسکے بارے میں مخلوق تحیر میں رہے۔ لیکن یہ جان لو کہ اسم مسمیٰ کا غیر ہے اس لئے جس نے بغیر مفہوم ومقصود کے صرف اسم کی عبادت کی وہ کافر ہے کیونکہ بغیر مفہوم ومقصود کے اسم کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور جس نے اسم و مسمیٰ دونوں کی عبادت کی وہ بھی کافر ہے کیونکہ اس نے دوئی پیدا کر دی۔ لیکن جس نے صرف مسمیٰ کی عبادت کی تو یہی سچی توحید ہے۔

کافی میں روایت کی گئی ہیکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اللہ اکبر (اللہ زیادہ بڑا ہے) کہا آپؑ فرمایا: کس چیز سے بڑا ہے؟! اس نے ہر چیز سے، آپ نے فرمایا اس طرح تو نے اللہ کو محدود کر دیا۔ اس نے عرض کی "پھر ہم کیا کہیں۔؟! آپؑ نے فرمایا: الله اکبر من ان یوصف اللہ اس سے بڑا ہیکہ اسکی توصیف کی جاسکے۔

۱۳۳۔ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَھُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّھُمۡ فِتۡیَۃٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّھِمۡ وَ زِدۡنٰھُمۡ ھُدًی ۝ (الکھف : ۱۳)

ترجمہ ہم آپ سے ان (اصحاب کہف) کے واقعہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ چند جوان تھے، جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کی مزید ہدایت کی۔

"کلام الامام"

کافی میں منقول ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے پوچھا فتی کے کیا معنی ہیں۔؟! اس نے عرض کیا فتی نوجوان کو کہتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اما علمت ان اصحاب الکھف کا نوا کلھم کھولا، فسماھم الله فتیة بایمانھم ، من امن بـالـلـه واتـقی فھوالفتی۔ (کیا تو نہیں جانتا کہ اصحاب کہف سب کے سب سن رسیدہ تھے۔ لیکن جو اللہ پر ایمان رکھے اور صاحب تقویٰ ہو وہ فتی (جوانمرد) ہے۔

تبصرۂ مولف: اس حدیث کی روشنی میں لا فتی الا علی توجہ طلب ہے۔

۱۳۴۔ وَلَبِثُوۡا فِیۡ کَھۡفِھِمۡ ثَلٰثَ مِاۡئَۃٍ سِنِیۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ۝ قُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ (الکھف : ۲۵،۲۶)

ترجمہ وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو اور اس پر مزید نو سال رہے۔ کہہ دیجئے اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کتنا رہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہیکہ روی ان یھودیاً سا علی ابن ابی طالب علیه السلام عن مدة لبثھم فاخبر بـمـا فی القران فقال انا نجد فی کتابنا ثلاثمائة فقال ذلك لبنی الشمس و ھذا لبنی القمر (روایت کی گئی ہیکہ ایک یہودی نے مولائے کائنات سے اصحاب کہف کے غار میں رہنے کی مدت کے بارے میں سوال کیا، تو آپؑ نے اسے قرآن کی اس آیت سے آگاہ کیا (یعنی تین سو اور اس پر مزید نو سال) تو اس یہودی نے کہا کہ ہم تو اپنی کتاب میں تین سو سال ہی پاتے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا کہ تمہارا وہ حساب شمسی اعتبار سے ہے، اور قرآن میں قمری سال کے بموجب۔

تبصرۂ مولف: بعض مفسرین کا خیال ہیکہ اس آیت میں بجائے تین سو نو سال کہنے کے تین سو اور اس پر مزید نو سال جو کہا گیا ہے وہ اسی لئے ہے کہ شمسی سال کے حساب سے تین سو سال اور قمری سال کے اعتبار سے تین سو نو سال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھبیسویں آیت

میں یہ جوارشاد ہیکہ کہد یجئے اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کتنا رہے، اسی لئے ہے کہ اس میں لوگوں کے اختلاف کو ختم کر دیا جائے چاہے، وہ تین سو سال رہے، ہوں کہ تین سو نو سال اللہ ان دونوں حقیقتوں سے خوب واقف ہے۔

۱۳۵۔ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ٥

(الکہف : ۹۰)

ترجمہ یہاں تک کہ جب وہ (ذوالقرنین) سورج نکلنے کی جگہ جا پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے، جن کے لئے ہم نے سورج کے علاوہ اور کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ ارشاد ہیکہ **لم یعلموا صنعة البناء** (وہ صنعت تعمیر سے واقف نہ تھے)

تبصرۂ مولف: علامہ طبرسی فرماتے ہیں" معناه انه لم يكن بها جبل ولا شجر ولا بناء اسکا مطلب یہ ہیکہ وہ قوم ایسی سرزمین پر آباد تھی کہ جہاں نہ پہاڑ تھے، نہ درخت اور نہ عمارتیں۔ اسی لئے ارشاد ہیکہ سورج (کی دھوپ) کے علاوہ ان کیلئے کوئی اور پردہ نہ تھا۔

۱۳۶۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ٥ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ٥

(الکہف : ۱۰۰،۱۰۱)

ترجمہ اور ہم اس دن جہنم کو کافروں کے سامنے پورے طور پر لے آئینگے، جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ سن بھی نہیں سکتے تھے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔" آنکھ کا پردہ (نابینا ہونا) ذکر میں مانع نہیں ہوتا۔ اور ذکر و نصیحت آنکھ سے دیکھی جانے والی چیز نہیں ہے۔ لیکن یہاں اللہ نے منکرین ولایت امیر المومنین علیہ السلام کو اندھوں سے تشبیہ دی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ جب ان کے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ مولائے کائنات سے اپنے بغض و عناد کے سبب ان کا ذکر تک نہیں سن سکتے۔ یعنی انہیں آپ کا تذکرہ تک گوارا نہیں۔

۱۳۷۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ٥

(الکہف : ۱۰۵)

ترجمہ یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے حضور میں حاضری کا انکار کیا، اسی وجہ سے انکے سارے اعمال اکارت ہوگئے۔ پس بروز قیامت ہم ان کے لئے کوئی میزان قائم نہیں کرینگے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں ایت ربھم (اپنے پروردگار کی نشانیوں) سے مراد ولایت مولائے کائنات ہے۔ کفروا (انہوں نے انکار کیا) کا مطلب یہ ہے کہ ولایت امیر المومنین کا انکار کر کے غیروں کی امامت کے قائل ہوے، جسکے نتیجے میں ان کے اعمال حبط ہوجائینگے۔

تبصرۂ مولف: اولئك الذين كفروا بايت ربهم (یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا) جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ اس آیت میں ایات ربھم سے مراد ولایت امیر المومنین ہے ورنہ عام آیات کا انکار کرنے والے یعنی جو کافر ہیں وہ اعمال ہی کونسے بجالاتے ہیں کہ جو اکارت ہوجائینگے۔

اس آیہ مبارکہ میں واضح طور پر اس طرز فکر کی بھی تردید ہے کہ جس میں اعمال کو ذریعہ نجات سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر ہیکہ یہ اکارت ہوجانے والے اعمال چوری، قتل، اور دھوکہ دہی قسم کے گناہ تو نہیں ہوسکتے کیونکہ ان پر تو عذاب و سزا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہیکہ اکارت ہوجانے والے اعمال یقیناً نماز، روزہ، حج، وزکوۃ قسم کے اعمال صالحہ ہیں جو بدعقیدگی کے سبب اکارت ہوجاتے ہیں۔

۱۳۸۔ كٓهٰيٰعٓصٓ (مریم: ۱)

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمۃ میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور حیاۃ القلوب میں سرکار مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ سعد بن عبداللہ نے حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف سے چند سوالات کئے جبکہ آپ کمسن تھے، اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی آغوش میں تشریف فرما تھے۔ ان میں کھیعص کی تفسیر بھی تھی۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ حروف غیب کی خبروں میں سے ہیں جن سے اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آگاہ فرمایا۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ حضرت زکریا نے اللہ سے دعا کی کہ وہ انہیں پنجتن علیہم السلام کے اسمائے گرامی تعلیم فرمادے۔ بحکم خدا جبرئیل نے انہیں یہ اسمائے گرامی سکھائے، لیکن جب حضرت زکریا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنینؑ، شہزادی کونین اور حضرت اور امام حسن علیہم السلام کے نام لیتے تو ان کا رنج وغم زائل ہوجاتا اور جب حضرت سید الشھداء کا اسم گرامی زبان پر جاری کرتے تو اس قدر گریہ طاری ہوجاتا کہ آپؑ کو سانس لینا دشوار ہوجاتا۔ ایک دن آپؑ نے اپنی مناجات میں اللہ سے اس کا سبب پوچھا، تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کھیعص سے انہیں اس کی تفصیل بتائی کہ ک سے کربلا، ھ سے ہلاکت آل رسولؐ ی سے یزید علیہ اللعنۃ، ع سے عطش اور ص سے صبر ہے۔

تبصرۂ مولف: کھیعص کے علاوہ آئمہ علیہم السلام سے جملہ حروف مقطعات کی تفسیر مشہور تفاسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۱۳۹۔ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (مریم: ۲۸)

ترجمہ اے ہارون کی بہن۔ انہ تو تمہارے باپ برے آدمی تھے، نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت ہی صالح و متقی آدمی تھا اور اگر تقدس و تقویٰ کے ضمن میں کسی کی تعریف کرنی ہوتی تو ایسے مرد کو یا اخا ھارون (اے ہارون کے بھائی) اور ایسی عورت کو یا اخت ھارون (اے ہارون کی بہ) کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

تبصرۂ مولف: یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ حضرت مریم کے کوئی ہارون نامی بھائی نہیں تھے۔ اگر قرآن ناطق کی تفسیر نہ ہوتو حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہہ کر مخاطب کرنا (معاذ اللہ) خلاف واقعہ ہے۔

۱۴۰۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم: ۷۱۔۷۲)

ترجمہ اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس (جہنم) تک نہ جائے، یہ تمہارے پروردگار کا یقینی طے شدہ فیصلہ ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیدینگے اور ظالموں کو اس (جہنم) میں چھوڑ دیں گے جو گھٹنوں کے بھل گرے ہوئے ہونگے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ قال ما تسمع الرجل بقول وردنا ماء بنی فلاں فھو الورود ولم یدخلھا کیا تم نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ فلاں قبیلہ کے چشمے پر وارد ہوئے۔ چشمے پر وارد ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ چشمے کے اندر داخل ہو گئے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ یرد الناس النار ثم یصدرون باعمالھم فاولھم کلمع البرق، ثم کمرالریح، ثم لحضر الفرس، ثم کالراکب، ثم کشدالرجل، ثم کمشیہ ۔سب لوگ جہنم پر وارد ہونگے، پھر اس سے اپنے اعمال کے مطابق گزریں گے بعض بجلی کی چمک کی تیزی سے، بعض تیز آندھی کی طرح، بعض دوڑنے والے گھوڑے کی طرح، بعض معمولی سوار کی طرح، بعض لدے ہوئے اونٹ کی طرح اور بعض پیدل چلنے والوں کی طرح۔

۱۴۱۔ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ (مریم: ۷۷)

ترجمہ کیا تم نے اسے دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا مجھے یقیناً مال اور اولاد دی جائیگی۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ عاص بن وائل اکثر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا اور اس کے ذمے خباب نامی ایک مومن کا کچھ قرض باقی تھا۔ جب خباب نے اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے ازراہ تمسخران سے کہا کیا تمہارا عقیدہ نہیں کہ جنت میں سونا چاندی اور مال دنیا میسر ہوگا۔ انہوں نے کہاہاں یہ سچ ہے، تو عاص

ابن وائل نے کہا تو پھر میں تمہارا قرض آخرت میں ادا کردوں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۴۲۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ٥ (مریم: ۸۴)

ترجمہ تم ان کے بارے میں جلدی نہ کرو۔ہم ان کی (مدت) کو بڑی باریک بینی سے شمار کررہے ہیں۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر قمی میں ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا: تمہاری نظر میں **نعدلهم عدا** (ہم شمار کررہے ہیں) سے مراد کس چیز کا شمار کرنا ہے۔؟! اس نے جواب دیا دنوں کی تعداد۔آپؑ نے ارشاد فرمایا نہیں، اس سے دنوں کی تعداد مراد نہیں ہے کیونکہ عمر کے دنوں کا حساب تو ماں باپ بھی رکھتے ہیں، **ولکنه عدد الانفاس** اس شمار کرنے سے مراد سانسوں کی گنتی ہے۔

۱۴۳۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ٥ (مریم: ۹۶)

ترجمہ وہ جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کیلئے ایک محبت قرار دے گا۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہیکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہی وہ ود (محبت) ہے جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی اتم اللہ سے اس طرح دعا مانگا کرو **اللهم اجعل لی عندك عهدا واجعل لی فی قلوب المومنین ودا** اے اللہ مجھے اپنے یہاں ایک خاص منصب عطا کر اور مومنین کے دلوں میں میرے لئے محبت قرار دے۔

تبصرۂ مولف: شیعہ مفسرین کے علاوہ سنی مفسرین ومحدثین نے بھی اس آیت کی شان نزول کے متعلق جو احادیث رسولؐ نقل کی ہیں ان سے بھی یہ بات واضح ہیکہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ ہی کے بارے میں نازل ہوئی چنانچہ ثعلبی نے یہ حدیث بعینہ ان ہی الفاظ میں نقل کی ہے جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔روح المعانی میں علامہ شہاب الدین محمود آلوسی، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ **نزلت فی علی ابن ابی طالب ...قال محبة فی قلوب المومنن** یہ آیت علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی۔انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہیکہ اللہ مومنین کے دلوں میں محبت علی ابن ابی طالب ڈال دے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں خود مولائے کائنات کا یہ ارشاد گرامی ہیکہ **لوضربت خیشوم المومن بسیفی هذا علی ان یبغضنی مابغضنی ولوصبت الدنیا بجماتها علی المنافق علی ان یحبنی ماحبنی و ذلك انه قضی فانقضی علی لسان النبی** ؐ **الامی انه قال لا یبغضك مومن ولا یحبك منافق** (اگر میں اپنی تلوار کو مومن کی ناک پر ماروں کہ وہ مجھ سے بغض رکھے، تو وہ مجھ سے بغض نہ رکھے گا۔اور اگر میں ساری دنیا کی مال ودولت منافق کو دیدوں کہ وہ مجھ سے محبت رکھے، تو وہ مجھ سے محبت نہ رکھے گا۔اور یہ اس لئے ہے کہ رسالت مآبؐ نے ایک قطعی فیصلہ کن انداز میں مجھ سے فرمایا ہے کہ یا علی تمہیں

نہ کوئی مومن دشمن رکھے گا اور نہ کوئی منافق دوست رکھے گا)۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد نماز با آواز بلند امیر المومنین کیلئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم ھب لعلی المودۃ فی صدور المومنین ، والھیبۃ والعظمۃ فی صدرو المنافقین فانزل اللہ ھذہ الایۃ ... (اے اللہ مومنین کے دلوں میں علی کی مودت قرار دے، اور منافقین کے دلوں میں اس کی ہیبت وعظمت ڈال دے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی)۔

۱۴۴۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ٥ (طه : ٥)

ترجمہ وہ رحمٰن جو عرش پر حاوی ہے۔

"کلام الامام"

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت وقدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

تبصرۂ مولف: سواد اعظم کے اکثر مترجمین ومفسرین نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہیکہ جس سے معاذ اللہ اللہ کے عرش پر بیٹھنے کا مفہوم نکلتا ہے۔ لیکن جیسا کہ تفسیر تبیان میں سرکار شیخ طوسیؒ نے فرمایا ہے اما الاستواء بمعنی الجلوس علی الشیء فلا یجوزعلیہ تعالی لانہ من صفۃ الاجسام والاجسام کلھا محدثۃ لفظ استوا (یعنی کسی چیز پر بیٹھنے کے معنی میں) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے نازیبا ہے، کیونکہ استوا (بیٹھنا) جسموں کی صفت ہے اور تمام اجسام حادث ہیں۔

۱۴۵۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ٥ (طه : ٧)

ترجمہ اور اگر تم بلند آواز سے بات کرو (تو خیر) ورنہ وہ تو پوشیدہ اور مخفی (دونوں) سے بھی واقف ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہیکہ سر (پوشیدہ) وہ بات ہے جسے تم نے عمداً دوسروں سے چھپائے رکھا ہے۔ اور اخفی وہ بات ہے جسے تم خود سہواً بھول گئے ہو۔

تبصرۂ مولف: تفسیر معصوم پیش نظر نہ ہو تو عام زبان میں سر اور اخفی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ اگر انہیں ہم معنی سمجھا جائے تو پھر قرآن کی بلاغت پر حرف آتا ہے کہ دو ہم معنی الفاظ ایک ساتھ کیوں استعمال کئے گئے جبکہ ان کی کوئی افادیت نہیں۔ لھذا ماننا پڑتا ہے سر اور اخفی ہم معنی الفاظ نہیں جیسا کہ معصوم کی حدیث سے واضح ہے۔

۱۴۶۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ٥ (طه : ١٠)

ترجمہ جب انہوں (موسیٰ) نے ایک آگ دیکھی تو اپنے خاندان والوں سے کہا تم (یہیں) ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے ہوسکتا ہیکہ میں اس میں سے کچھ آگ لے آوں یا اس آگ سے کچھ رہنمائی حاصل کرلوں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ حضرت موسیٰ نے آگ لانے کا ارادہ اس لئے فرمایا کہ انکے اہل و عیال رات کی سردی سے محفوظ رہیں۔ اور آگ سے رہنمائی حاصل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ شاید آگ کی روشنی میں انہیں راستہ مل جائے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہیکہ حدثنی ابی عن جدی عن امیر المومنینؑ قال کن لما ترجوا رجی منك لما ترجو فان موسی بن عمران خرج تقتبس لاهله نارا فکلم الله عزوجل فرجع نبیا و خرجت ملکة سبا کافرة فاسلمت مع سلیمان و خرج سحرة فرعون یطلبون العزة لفرعون فرجعوا مومنین (مجھ سے میرے والد نے میرے جد کی زبانی امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جس چیز کی تمہیں (ظاہری اسباب کی کمی کے باعث) امید نہ ہو، اس کے حصول کے زیادہ خواہش مند رہو بہ نسبت اس چیز کے جس کے (ظاہری اسباب کے تحت) ملنے کی امید زیادہ ہو۔ اب یہی دیکھ لو کہ موسیٰ بن عمران اپنے اہل خانہ کیلئے آگ لینے گئے تو اللہ عزوجل نے ان سے کلام کیا اور وہ نبی ہو کر پلٹے۔ ملکہ سبا (اپنے ملک سے) حالت کفر میں نکلی اور سلیمان کی وجہ سے درجہ اسلام پر فائز ہوگئی۔ فرعون کے جادوگر فرعون کے غلبہ واقتدار کے خواہاں تھے لیکن اس حال میں لوٹے کہ وہ ایمان لا چکے تھے۔

۱۴۷۔ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰیؕ ○ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًیؕ ○
(طه: ۱۱،۱۲)

ترجمہ جب وہ اس (آگ) کے پاس آئے، تو انہیں صدا دی گئی، اے موسیٰ۔ !میں تمہارا پروردگار ہوں تو تم اپنی دونوں جوتیاں اتار دو۔ بے شک تم مقدس وادی طویٰ میں ہو۔

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمۃ میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ حضرت امام صاحب العصر عجل اللہ فرجہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپؑ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو اس لئے جوتیاں اتار دینے کا حکم دیا کہ ان کی جوتیاں مردار چمڑے کی بنی ہوئی تھیں۔ حضرت حجت عجل اللہ فرجہ نے فرمایا کہ جو یہ کہتا ہے اس نے حضرت موسیٰ پر افترا کیا اور ان کے رتبہ نبوت سے نا آشنا رہا۔۔۔ اگرچہ کہ حضرت موسیٰ اپنے زن وفرزند سے محبت کرتے تھے تاہم انہوں نے اللہ سے یہ مناجات کی تھی کہ یا اللہ میں نے اپنی محبت تیرے لئے مخصوص کر دی ہے پس ارشاد ہوا :**فاخلع نعلیك** (تم اپنی دونوں جوتیاں اتار دو) اور عربی محاورہ کے مطابق اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تم اپنے زن وفرزند کی محبت کو دل سے نکال دو۔

ایک اور روایت میں اس آیت کی تفسیر میں یہ ہیکہ فاخلع نعلیك ای خوفیك، خوف من ضیاع اهلك و خوف من فرعون (اپنی دونوں جوتیاں اتار دو کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دو خوف دور کر دو ایک اپنے اہل وعیال کے (اس صحرا میں) تباہ ہو جانے کا خوف، اور دوسرا فرعون کا خوف۔

۱۴۸۔ وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ٥ (طه: ۲۲)

ترجمہ اور (اے موسیٰ) اپنا ہاتھ اپنے بازو کی طرف لیجاؤ وہ چمکتا ہوا روشن بغیر کسی عیب کے نکلے گا یہ دوسری نشانی ہوگی۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی سفیدی برص یا کسی اور بیماری کی وجہ سے نہ تھی من غیر سوء (بلا کسی عیب) کا یہی مطلب ہے، جو حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا۔

تبصرۂ مولف: موجودہ بائبل میں حضرت موسیٰ کے اس معجزے کے بارے میں حسب ذیل تحریر ہے:

Again, the Lord said to him, " Put your hand into your bosom. " And he put his hand into his bosom; and when he took it out, behold his hand was leprous, as white as snow. (Exodus 4:6) The holy Bible, Zondervan Publishing House

پھر خدا نے ان (موسیٰ) سے کہا اپنا ہاتھ اپنی بغل (گریبان) میں ڈالو جب انہوں نے اپنا ہاتھ بغل میں ڈالا اور پھر جب ہاتھ باہر نکالا تو ان کا ہاتھ سفید برف کی طرح مبروص تھا۔

غالباً بائبل کی اسی تحریر سے متاثر ہو کر سواد اعظم کے بعض مفسرین نے بھی یہی لکھ دیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ کا ہاتھ مبروص تھا۔

۱۴۹۔ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۡ ٥يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ ٥ (طه: ۲۷، ۲۸)

ترجمہ (موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار) اور میری زبان سے گرہ کھول دے، تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب حضرت موسیٰ بچپن میں فرعون کے محل میں رہتے تھے تو ایک مرتبہ انہیں چھینک آئی، انہوں نے اس پر الحمد الله رب العلمین کہا۔ فرعون نے انہیں ایک طمانچہ مارا۔ حضرت موسیٰ نے اس کی داڑھی پکڑ کر بہت زور سے کھینچی۔ اب فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اسکی زوجہ نے مخالفت کی اور کہا کہ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ یہ کوئی حرکت جان بوجھ کر تھوڑا ہی کرتا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ کی سمجھ بوجھ کے امتحان کی خاطر ان کے سامنے ایک خرما اور ایک انگارہ رکھا گیا۔ اور ان سے کھانے کیلئے کہا گیا، حضرت موسیٰ خرما اٹھایا ہی چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل نے ان کا ہاتھ انگارے کی جانب کر دیا اور انہوں نے وہ انگارہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا، جس سے ان کی زبان جل گئی (یہ زبان کی گرہ اسی وجہ سے تھی)۔

۱۵۰۔ وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّىۡ ۚ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ (طه: ۳۹)

ترجمہ اور (اے موسیٰ) میں نے تمہارے لئے اپنی طرف سے محبت ڈال دی ہے تاکہ تم خاص میری نگرانی میں پروان چڑھو۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ بے حد رنجیدہ ہوئیں ۔فرعون نے ان کی نگرانی کیلئے ایک قبطی عورت کو مقرر کر رکھا تھا۔اس عورت نے ان سے کہا کہ تمہارا چہرہ زرد کیوں پڑ گیا ہے؟! حضرت موسیٰ کی والدہ نے کہا مجھے ڈر ہیکہ میرا نومولود بچہ ابھی قتل کر دیا جائے گا۔وہ قبطی عورت (جو فرعون کو کسی بھی ولادت کی اطلاع دینے کے لئے خود فرعون کی جانب سے مقرر کی گئی تھی) کہنے لگی تم ہرگز اس قسم کا خوف نہ کرو۔**وکان موسیٰ لا یراہ احد الا احبہ** اور ادھر موسیٰ کا یہ حال تھا کہ جو بھی انہیں دیکھتا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا۔

۱۵۱۔ **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى** ○ (طٰه : ۴۴)

ترجمہ پس (اے، موسیٰ وہارون) تم دونوں اس (فرعون) سے نرمی سے گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈرے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہیکہ یہ بات یقیناً علم خدا میں تھی کہ فرعون ایمان نہ لائے گا تاہم اللہ نے حضرت موسیٰ کو فرعون سے نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ فرعون کے پاس جانے پر زیادہ آمادہ ہو جائیں۔

۱۵۲۔ **قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى** ○ (طٰه : ۵۰)

ترجمہ (موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت (وساخت) عطا کی، پھر ہدایت کی۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی مخلوق ایسی نہیں پیدا کی کہ جس کی صورت وساخت کے اعتبار سے اس کے مذکر ومونث میں فرق نہ کیا جا سکے اور ثم ھدی (پھر ہدایت کی) کا مطلب یہ ہے کہ اس مخلوق کو جفتی کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا گیا۔

تبصرۂ مولف: مخلوق کے مذکر ومونث ہونے اور ان کے جفتی کرنے کے تذکرے سے کہیں یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ یہ صرف جانور اور انسان کی صورت وساخت اور ان کے تولیدی نظام کا بیان ہے، کیونکہ اس کے دو آیتوں کے بعد ہی ارشاد ہیکہ **فاخرجنا بہ ازواجا من نبات شتی** (پھر ہم نے اس (پانی) سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کئے) معلوم ہوا کہ مذکر ومونث صرف جانور اور انسان ہی تک محدود نہیں، بلکہ نباتات بھی مذکر ومونث ہوتے ہیں۔جدید سائنس سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

۱۵۳۔ **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى** ○ (طٰه : ۵۵)

ترجمہ ہم نے اسی (خاک) سے تمہیں پیدا کیا اور ہم اسی میں تمہیں لوٹا دینگے اور دوبارہ ہم اسی سے تمہیں نکالیں گے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہےکہ استقرار حمل کے وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہےکہ وہ اس جگہ کی کچھ مٹی لے آئے کہ جہاں یہ شخص دفن ہوگا۔ پھر وہ مٹی اس نطفہ کا جز بن جاتی ہے۔اور اس شخص کا دل اپنے جائے دفن کی طرف راغب و مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اس میں دفن نہ ہوجائے۔

بحار الانوار میں ہےکہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے کیوں ہیں۔؟! آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم پہلی مرتبہ سجدے میں سر رکھتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہےکہ اے پروردگار میری اصل وابتدا خاک ہے۔ پھر جب پہلے سجدے سے سر اٹھاتے ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے پروردگار تو نے مجھے خاک سے اٹھایا ہے۔اور دوسرے سجدے کا مطلب یہ ہےکہ اے پروردگار تو مجھے اسی خاک کی طرف پلٹائے گا۔ پھر دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کا مفہوم یہ ہےکہ یا اللہ تو مجھے اسی خاک سے دوبارہ (زندہ کرکے) اٹھائیگا۔

۱۵۴۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ (طٰہٰ: ۶۷، ۶۸)

ترجمہ (جب جادوگروں کی لکڑیاں اور رسیاں جادو کے اثر سے دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں) تو موسیٰ نے اپنے دل میں ذرا خوف محسوس کیا۔ہم نے کہا، ڈرو نہیں، بلاشبہ تم ہی غالب رہوگے۔

"کلام الامام"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام، نہج البلاغہ کے چوتھے خطبہ میں فرماتے ہیں: **لم یوجس موسی علیہ السلام خیفة علی نفسه بل اشفق من غلبة الجهال و دول الضلال** (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کبھی اپنی جان کیلئے خوف نہیں کیا، بلکہ انہیں جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا)۔

تبصرۂ مولف: معاذ اللہ اگر حضرت موسیٰ کو اپنی جان کا ڈر ہوتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے اطمینان قلب کیلئے یہ فرماتا کہ اے موسیٰ ڈرو نہیں تم محفوظ رہوگے۔ لیکن آیت میں ارشاد ہوتا ہے **قلنا لا تخف انك انت الاعلیٰ** (اے موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہوگے) چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد سے یہ واضح ہےکہ حضرت موسیٰ کو خوف اس بات کا تھا کہ کہیں لوگ جادو سے متاثر نہ ہوجائیں اور پھر اگر انہیں اپنا معجزہ دکھانے کی مہلت وموقع ہی نہ ملے تو کہیں اظہار و وضاحت حق ہی نہ ہوسکے۔ اس طرح کہیں ایسا نہ ہوکہ جاہلوں کا غلبہ اور گمراہی کا تسلط ہوجائے۔

۱۵۵۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝ (طٰہٰ: ۸۲)

ترجمہ اور میں اسے ضرور بخش دونگا جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، پھر ہدایت یافتہ بھی ہو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہےکہ "ثم اهتدی" سے ہم اہلبیت کی ولایت کی ہدایت مراد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا **فواللہ لوان رجلا عبداللہ عمره مابین الرکن والمقام ثم مات ولم یجیء بولایتنا لاکبه اللہ فی النار علی وجهه** خدا کی قسم اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر رکن ومقام کعبہ کے پاس عبادت کرتا رہے اور اس حالت میں

مر جائے کہ اس نے ہماری ولایت کو قبول نہ کیا ہو تو یقیناً اللہ اسے منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔

تبصرۂ مولف: یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے شخص کو بخش دینے کا اعلان کیا ہے جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ یہی تو وہ امور ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہدایت کہلاتا ہے تو پھر اس کے بعد یہ اعلان کہ ثم اھتدی (پھر ہدایت یافتہ بھی ہو) کیا معنی۔؟! معلوم ہوا کہ یہ ہدایت عام معنیٰ میں نہیں ہے کیونکہ وہ تو عام ہدایت حاصل ہونے کا اثر ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے، اللہ و رسول پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ پھر اس کے بعد ہدایت یافتہ ہونا کسی خاص امر کی جانب اشارہ ہے جو ارشادِ معصوم کے مطابق ولایت ائمہ معصومین علیہم السلام ہے۔

١٥٦۔ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۝ (طٰہٰ: ٩٤)

ترجمہ (ہارون نے موسیٰ سے) کہا اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیئے۔ مجھے ڈر تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا، اور میری بات کا خیال نہ کیا۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کو اے میرے ماں جائے (میری ماں کے بیٹے) کہہ کر کیوں مخاطب کیا۔؟! اے میرے باپ کے بیٹے کیوں نہ کہا۔؟! امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جوڑ کے ایک باپ اور مختلف ماؤں سے ہوتے ہیں ان میں اکثر عداوت ہوتی ہے لیکن جن کی ماں ایک اور باپ مختلف ہو ان میں عداوت کم ہوتی ہے۔ داڑھی اور سر کے بال پکڑنے کا مطلب الزام دینا ہے۔ یعنی حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ سے یہ کہا کہ اے میرے ماں جائے اس قوم کی گوسالہ پرستی کا مجھے الزام نہ دیجئے۔ اسی حدیث کے آخری حصے میں امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قوم کی گوسالہ پرستی کا الزام حضرت ہارون پر نہیں۔ حضرت موسیٰ کا مطلب یہ تھا کہ جب قوم گوسالہ پرستی کرنے لگی تو ہارون انہیں چھوڑ کر حضرت موسیٰ کے پاس کیوں نہ چلے آئے۔ اگر حضرت ہارون ان لوگوں کے پاس سے ہٹ جاتے تو اس قوم پر عذاب نازل ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون سے کہا **یھرون ما منعك اذ رایتھم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری ۝** (طٰہٰ: ٩٢، ٩٣) (اے ہارون جب تم نے دیکھا کہ سب گمراہ ہو گئے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم میرے پیچھے چلے آتے۔ کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے۔؟!) اس پر حضرت ہارون نے فرمایا اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیئے (مجھے الزام نہ دیجئے) مجھے ڈر تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا خیال نہ کیا، اور حضرت ہارون نے یہ اس لئے کہا کہ ان سے حضرت موسیٰ نے پہلے یہ کہا تھا کہ **وقال موسیٰ الاخیه ھرون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین** (الاعراف: ١٤٢) اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور ان کی اصلاح کرو اور فساد کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔ چونکہ حضرت موسیٰ نے ہارون سے کہا تھا کہ ان کے جانشین بن کر قوم میں رہیں، ان کی اصلاح کریں اور فساد (تفرقہ) نہ ڈالیں اس لئے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے پاس نہ گئے۔

۱۵۷۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْماً (طه : ۱۱۵)

ترجمہ اور اس سے پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا، جسے وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم (پختگی) نہیں پائی۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہیکہ یہ عہد جو تمام اوالعزم انبیاء سے لیا گیا تھا وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپؐ کے بعد تمام ائمہ معصومین کی ولایت کے متعلق تھا۔

۱۵۸۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكاً وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی٥
(طه : ۱۲٤)

ترجمہ اور جو میری نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اسے قیامت کے دن نابینا محشور کریں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ومن اعرض عن ذکری (جو میری نصیحت سے روگردانی کرے) سے مراد وہ ہے جو ولایت امیر المومنین سے روگردانی کرے۔

کسی نے آپؑ سے پوچھا کہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان منکرین ولایتِ امیر المومنین کی زندگیاں کسی بھی لحاظ سے تنگ نہیں۔ یہ طویل عمر بھی پاتے ہیں اور ان میں مال و دولت کی بھی فراوانی ہوتی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں تمہاری بات درست ہے دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے لیکن یہ بات زمانہ رجعت کی ہے جبکہ ناصبیوں کو کھانے کیلئے فضلہ ملے گا۔

۱۵۹۔ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰی٥ (طه : ۱۳٤)

ترجمہ اور اگر ہم انہیں اس (رسولؐ) سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ (کافر) یہ کہتے کہ اے ہمارے پالنے والے تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے قبل تیری آیات کی پیروی کرتے۔

"کلام الامام"

کشف الحجۃ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہیکہ میرے اور میرے وصی کے بعد ہر زمانے میں ایک حجت خدا تمہارا ولی ہوگا تا کہ تم وہ نہ کہو جو تم سے قبل گمراہ لوگ کہہ گئے جبکہ ان کا کوئی نبی دنیا سے چلا گیا۔

تبصرۂ مولف: جیسا کہ قرآن میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس

علی الله حجة بعد الرسل (النساء :۱۶۵)(ہم نے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ لوگوں کے پاس ان رسولوں کے بعد اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے) نہ صرف اس آیت سے بلکہ اسی طرح کی دوسری آیتوں سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر اس بات سے منزہ ہے کہ جس کی وجہ سے اس پر کوئی حجت قائم ہو سکے یا اس کے خلاف شکایت کی جا سکے بس یہی اس کے عدل کا ثبوت ہے جس کے اہلسنت منکر ہیں۔

۱۶۰۔ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۞ (الانبیاء: ۳۰)

ترجمہ کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے ان میں شگاف پیدا کیا، اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ کیا وہ ایمان نہیں لائینگے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ آسمان وزمین کے بند ہونے کا یہ مطلب ہیکہ نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے نباتات اگتی تھیں۔ آسمان میں شگاف دینے کا مطلب یہ ہے کہ بارش ہونے لگی اور زمین کے شگاف سے یہ مراد ہیکہ اس سے نباتات اگنے لگیں۔

وجعلنا من الماء کل شیء حی (اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا) کافی میں منقول ہیکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پانی کا مزہ پوچھا۔ تو آپ نے فرمایاسل تفقهاً ولا تسئل تعنتاً (سمجھنے کیلئے پوچھو مکرو بہانہ سازی کیلئے سوال نہ کرو) پھر آپ نے فرمایاطعم الماء طعم الحیاة، قال الله سبحان و جعلنا من الماء کل شیء حی پانی کا ذائقہ وہی ہے جو حیات کا ذائقہ ہے اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

۱۶۱۔ وَنَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَ الۡخَیۡرِ فِتۡنَةً ؕ وَاِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ۞ (الانبیاء:۳۵)

ترجمہ اور ہم بدی اور نیکی کے ذریعہ تمہارا امتحان لینگے اور تم ہماری ہی طرف لوٹ آؤ گے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بیمار ہوئے تو آپ کے عزیز واقارب آپ کی مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوئے اور پوچھا: کیف تجدك یا امیر المومنین؟ یا امیر المومنین آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ قال بالشر آپ نے فرمایا برا حال ہے۔ قالو ما هذا کلام مثلك انہوں نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟! حضرت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ان الله تعالیٰ یقول ونبلوکم بالشر والخیر فتنة فالخیرا الصحة والغنا والشر المرض و الفقر (اللہ تعالیٰ فرماتا ہیکہ ہم بدی اور نیکی سے تمہارا امتحان لینگے پس نیکی تو صحت و دولت ہے اور بدی بیماری وتنگدستی ہے۔

۱۶۲۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء:۶۳)

ترجمہ (حضرت ابراہیم نے) کہا جوان سب کا بڑا (بت) ہے اسی نے یہ (کام) کیا ہے۔ اگر یہ بات کرتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو۔

"کلام الامام"

روایت کے مطابق حضرت ابراہیم نے تمام بت توڑ دیئے اور اس کے بعد وہ کلہاڑا جس سے بت توڑے تھے سب سے بڑے بت کی گردن میں ڈال دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ سب بت توڑ دیئے گئے ہیں تو ان کا گمان حضرت ابراہیم ہی کی طرف گیا۔ چونکہ آپ بت پرستی کے خلاف تھے لھذا انہوں نے حضرت ابراہیم ہی کو الزام دیتے ہوئے آپ سے پوچھا **قالو آ انت فعلت هذا بالهتنا یا برهیم (الانبیاء: ۶۲)** (انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تم نے یہ ہمارے خداؤں کے ساتھ کیا ہے ۔؟) اس پر حضرت ابراہیم نے جو فرمایا وہ جواب اس آیت میں ہے **قال بل فعله کبیرهم هذا فسئلوهم ان کانو ینطقون** (حضرت ابراہیم نے) کہا جوان سب کا بڑا (بت) ہے اسی نے یہ (کام) کیا ہے۔ اگر یہ بات کرتے ہو تو ان ہی سے پوچھ لو۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہےکہ **انما قال بل فعله کبیرهم ارادة للاصلاح و دلالة علی انهم لا یفعلون ثم قال والله ما فعلوه وماکذب** (حضرت ابراہیم نے یہ ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے اس لئے کہا کہ انہیں ان کی اصلاح مقصود تھی اور وہ انہیں دلیل دینا چاہتے تھے کہ بتوں سے یہ کام ممکن نہیں۔ نہ تو بتوں نے یہ کام کیا نہ ہی حضرت ابراہیم نے جھوٹ کہا)۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ **والله ما فلعه کبیرهم و ما کذب ابراهیم فقیل و کیف ذلك قال انما قال فعله کبیرهم هو ان نطق وانه لم ینطق فلم یفعل** (قسم خدا کی نہ تو ان کے بڑے (بت) نے یہ کیا نہ ہی ابراہیم نے جھوٹ کہا آپ سے پوچھا گیا یہ کیسے ممکن ہے۔؟! تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے کہا تھا کہ ان کے بڑے (بت) نے یہ کیا ہے اگر وہ بول سکتا ہو تو، چونکہ وہ بات نہیں کرسکتا تھا لھذا مطلب یہ ہوا کہ اس نے یہ نہیں کیا (اس طرح نہ تو اس بڑے بت نے دوسرے بت توڑے، نہ ہی حضرت ابراہیم نے جھوٹ کہا)۔

تبصرۂ مولف: سواد اعظم کی احادیث میں یہ حدیث بھی ملتی ہے کہ معاذ اللہ حضرت ابراہیم نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ جھوٹ کہا۔ پہلا جھوٹ یہی ہے۔ دوسرا جھوٹ **فقال انی سقیم (الصفات : ۸۹)** (جب کافروں نے حضرت ابراہیم سے ان کے کسی جشن میں چلنے پر اصرار کیا) تو حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔ حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔ قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رسالت مآبؐ سے فرماتا ہے انك میت (تم میت ہو) یعنی مستقبل میں تمہارا انتقال ہوگا نہ کہ اب مردہ ہو۔ اسی طرح جب حضرت ابراہیم نے فرمایا **انی سقیم** تو اس کا مطلب بھی یہ ہوگا کہ مستقبل میں میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور پھر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم واقعاً بیمار رہے ہوں کیونکہ قرآن میں اس کی تردید نہیں ہے۔ مفسرین اہلسنت کے مطابق تیسرا جھوٹ وہ تھا جبکہ آپ نے اپنی زوجہ کو بہن کہا۔ موجودہ بائبل میں یہ عبارت ہے جو شاید اہلسنت کی اس حدیث کی بنیاد بھی ہے۔

When he (Abram) was about to enter Egypt, he said to Sarai his wife " I Know that you are a woman beautiful to behold, and when The Egyptians

see you, they will say," This is his wife! then they will kill me, but they will let you live. Say you are my sister, that it may go well with me because of you, and that my life may be spared on your account.
(Genesis : 12) The Holy Bible, Zondervan Publshing House.

(جب وہ ابراہیم) مصر میں داخل ہونا چاہتے تھے تو انہوں نے اپنی زوجہ سارہ سے کہا: میں یہ بات جانتا ہوں کہ تم ایک خوبصورت عورت ہو جب مصر کے لوگ تمہیں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ اس شخص کی زوجہ ہے پھر وہ لوگ (تمہاری خاطر) مجھے قتل کر دینگے اور تمہیں چھوڑ دینگے۔ (اس لئے) ان سے کہنا کہ تم میری (زوجہ نہیں) بہن ہو، یہ میرے لئے بہتر ہوگا اور تمہاری وجہ سے میری زندگی بچ جائیگی۔ (بائبل، کتاب پیدائش: باب ۱۲) یہاں ایک مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جس وقت کا یہ ذکر ہے اس وقت بائبل ہی کے مطابق حضرت ابراہیم کی عمر ۷۵ سال اور حضرت سارہ کی عمر ۶۵ سال تھی چنانچہ موجودہ بائبل میں یہ عبارت ہے:

So Abram went, as The Lord had told him; and Lot went with him. Abram was seventy five years old when he departed from Haran. And Abram took sarai his wife. (Genesis : 12)

(اس طرح ابراہیم گئے جیسا کہ پروردگار نے انہیں حکم دیا تھا اور لوط ان کے ساتھ گئے۔ جب ابراہیم ہارن سے روانہ ہوئے تو ان کی عمر ۷۵ سال تھی اور ابراہیم اپنی زوجہ سارہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بائبل۔ کتاب پیدائش۔ باب ۱۲)

اب یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ بھلا ۷۵ سال کے معمر انسان کی ۶۵ سالہ ضعیفہ زوجہ کی کون خواستگاری کرے گا۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اہلسنت کے محدثین اس حدیث کو صحیح شمار کرتے ہیں، جس کی اسناد میں بھی انہیں کوئی شک نہیں۔ یہ عصمت انبیاء کے انکار لیکن راویوں کے عدالت کے اقرار کا لازمی نتیجہ ہے۔

۱۶۳۔ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوطاً اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ۝ (الانبیاء: ۷۱)

ترجمہ اور ہم نے انہیں (ابراہیم) اور لوط کو اس سرزمین کی طرف چھٹکارا دے کر پہنچا دیا، جسے ہم نے عالمین کیلئے بابرکت بنایا ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم کا مال وملکیت ضبط کر کے انہیں جلاوطن کرنے کا حکم دیا، تو حضرت ابراہیم نے کہا کہ یہ تو میری عمر بھر کی کمائی ہے۔ اگر تم میرا مال وملکیت ضبط کرنا چاہتے ہو تو پھر میری وہ عمر مجھے دیدو، جو میں نے تمہارے ملک میں گزاری ہے۔ جب یہ مقدمہ حکومت کے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حکم دیا کہ ابراہیم کا مال وملکیت ضبط کر کے، جو عمر انہوں نے اس ملک میں بسر کی ہے، وہ انہیں واپس دیدی جائے۔ جب نمرود کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فرمان جاری کیا کہ ابراہیم کا سارا مال ومویشی واپس کر کے جلد از جلد انہیں ملک بدر کر دیا جائے انه ان بقى فى بلادكم افسد دينكم واضر بالهتكم اگر ابراہیم تمہارے ملک میں رہ گئے تو وہ تمہارے دین کو تباہ کر دینگے اور تمہاروں خداؤں کے درپے آزاد ہونگے۔

۱۶۴۔ وَدَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ
شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ (الانبیاء:۷۸)

ترجمہ اور جبکہ داود و سلیمان اُس کھیت کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے جس میں کچھ لوگوں کی بھیڑیں رات کے وقت گھس گئیں، اور ہم ان کے فیصلہ کے دیکھنے والے تھے۔ تو ہم نے سلیمان کو وہ (فیصلہ) سمجھا دیا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان اور کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ایک انگور کے باغ میں چند بھیڑ بکریاں رات کے وقت گھس آئیں اور زراعت چر گئیں۔ جب باغ اور بھیڑ بکریوں کے مالک جھگڑتے ہوئے حضرت داؤد کے پاس آئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس زراعت کے بدلے بھیڑیں زراعت کے مالک کو دیدیں جائیں۔ لیکن حضرت سلیمان نے فرمایا کہ ایک سال تک ان بھیڑوں کا دودھ اور اون وغیرہ مالک زراعت کو ملتا رہیگا، اور باغ کو بھیڑوں کے مالک کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ باغ مرمت کرے پھر باغ جب اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے تو باغ اور بھیڑیں اپنے اپنے مالکوں کو واپس لوٹا دی جائیں گی۔ حضرت داؤ نے کہا کہ زراعت اور بھیڑوں کی قیمت برابر ہے تم نے یہ کیوں فیصلہ نہ کیا کہ بھیڑیں زراعت کے مالک کو دیدی جائیں۔ اس پر حضرت سلیمان نے فرمایا کہ زراعت اس کی جڑ سے ضائع نہیں ہوئی بلکہ ان جانوروں نے صرف پھل پتے ہی تو کھائے ہیں جو آئندہ سال کی فصل تک پھر نکل آئیں گے۔

تبصرۂ مولف: واضح ہو کہ اس قضیہ میں قصور بھیڑوں کے مالک کا تھا۔ کافی میں ہیکہ روی عن النبی صلی الله علیه و آله و سلم انه قضیٰ بحفظ المواشی علی اربابها لیلا و قضی بحفظ الحرث علی اربابها نهارا (حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمایا رات کے وقت جانوروں کی نگرانی ان کے مالک کی ذمہ داری ہے، اور دن کے وقت اپنی زراعت کی نگرانی اس کے اپنے مالک کی ذمہ داری ہے)۔ اب چونکہ یہ بھیڑ بکریاں رات کو اس مزرعہ میں گھس آئی تھیں لھذا ان بھیڑ بکریوں کا مالک اس کا ذمہ دار ٹھہرا۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کے ان فیصلوں سے قدرے الجھن پیدا ہو سکتی ہیکہ ان دونوں معصومین کے فیصلے کیوں کر مختلف و متضاد ہو سکتے ہیں۔ لیکن تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب لوگ حضرت داؤد کے پاس فیصلہ کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے خود فیصلہ کرنے کے بجائے انہیں حضرت سلیمانؑ کے پاس بھیج دیا تاکہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے کہ حضرت داؤدؑ کے بعد انکے نائب و جانشین سلیمانؑ ہیں۔ اسکی مثال ائمہ معصومین علیہم السلام کے حالات میں بھی ملتی ہیں کہ جب کسی سائل نے کسی امام سے بخیال خود کوئی مشکل سوال کیا تو آپ نے اپنے کمسن صاحبزادے سے جو آپ کے بعد امام تھے جواب دینے کو کہا۔ بس حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کا واقعہ بھی اسی طرح ہے۔

۱۶۵۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى
الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیا:۸۷،۸۸)

ترجمہ اور ذوالنون (یونس کو بھی یاد کرو) جب وہ غصہ میں بھرے ہوئے (اپنی قوم کے پاس سے) چلے گئے اور ان کا خیال تھا کہ ہم ان پر سختی نہ کرینگے تو انہوں نے تاریکیوں میں آواز دی کہ (اے اللہ) تیرے سوا کوئی خدا نہیں، تو پاک ومنزہ ہے۔ بے شک میں قصوروار تھا۔ پس ہم نے انکی دعا قبول کر لی اور ہم نے انہیں اس غم سے نجات دی، اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

"کلام الامام"

الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ مجھے اس شخص پر حیرت وتعجب ہے جو رنج وغم میں مبتلا ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول لا الہ الا انت سبحنك انی كنت من الظلمین (اے اللہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو منزہ ہے بے شک میں قصوروار تھا) سے طلب نجات نہ کرے۔ کیونکہ اسی کے فوراً بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے فاستجبنا له ونجينه من الغم (پس ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے انہیں غم سے نجات دی)۔

تفسير الميزان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث ہے جس کے آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا یہ قول و كذلك ننجي المؤمنين (اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں) اس کی دلیل ہے کہ جو شخص اس طرح دعا کرے اللہ نے اسے قبول کرنے کی ضمانت دی ہے۔

۱۶۲۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر۔

"کلام الامام"

کتاب الاحتجاج میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کسی زندلق نے حضرت امیر المومنین سے کہا کہ اگر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں تو پھر کیا بات ہیکہ نہ صرف آج بلکہ خود عہد رسالتمآب میں بھی کفار موجود تھے۔ اگر یہ آیت سچی ہوتی تو رسالتمآبؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضہ یہ تھا کہ سبھی ہدایت یافتہ ہو جاتے اور دنیا میں کوئی بھی کافر نہ رہ جاتا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس زندلق کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسالتمآبؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے اس امت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مہلت عطا فرمائی ہے۔ انبیاء ماسبق عفو وترحم کیلئے نہیں بھیجے گئے تھے۔ جب بھی وہ اپنے نبی کا انکار کرتے تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور رسالتمآبؐ اور آپؐ کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام کو وہ صبر وتحمل تعلیم کیا ہے جو کسی اور نبیؐ ووصی سے نہ ہوا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شان سے مبعوث کیا گیا تھا کہ آپؐ ہدایت اور عفو وترحم کریں اور عذاب کی صراحت نہ فرمائیں۔

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ ایک زوجہ رسالت مآب پر حد جاری کرینگے کیونکہ انہوں نے ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ پر تہمت لگائی تھی کسی نے پوچھا کہ یہ کام صاحب العصر عجل اللہ فرجہ کیوں انجام دینگے۔ اس پر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت بنا کر مبعوث کیا اور قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کو کفار ومنافقین سے انتقام لینے والا مقرر فرمایا ہے۔

١٦٧۔ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ؕ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ (الحج:٧٣)

ترجمہ اے انسانو! بطور مثال ایک بات کہی جاتی ہے، اسے غور سے سنو۔ یہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو ہرگز ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے وہ سب اس کیلئے (ایک دوسرے کی مدد کرنے) جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ قریش جن بتوں کی عبادت کرتے تھے ان پر مشک، عنبر اور زعفران اور شہد وغیرہ چھڑکتے تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے ایک سبز مکھی پیدا کی، جو یہ مشک و عنبر کھا گئی۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

١٦٨۔ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۥ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ صلے --- (الحج:٧٨)

ترجمہ اس نے پہلے سے اور اس (کتاب) میں بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔۔۔۔

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمۃ اور کافی میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اس آیت میں تیرہ مخصوص افراد مراد ہیں، اور اس میں عام امت سے خطاب نہیں ہے بلکہ وہ، میرا بھائی اور میرے گیارہ فرزند ہیں۔

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ جو کچھ اللہ کی جانب سے رسالتمآبؑ نے پہنچایا ہے اس کے بارے میں وہ بروز قیامت ہمارے گواہ ہوں گے اور ہم تمام لوگوں کے گواہ ہوں گے۔

کمال الدین وتمام النعمہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ نحن حجج الله فی خلقه و نحن شهداء الله و اعلامه فی بریته مخلوق میں ہم اللہ کی حجت، اللہ کے گواہ اور اس کے بندوں میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔

تبصرۂ مولف: سواد اعظم کے مفسرین و تکونوا شهدا علی الناس (اور تم لوگوں پر گواہ ہو) میں "تم" سے مراد امت مسلمہ کے عام افراد لیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ رسالتمآب اپنی امت کے گواہ اور امت دیگر تمام مذاہب کے ماننے والوں کی گواہ۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ تمام امت کو کیونکر گواہ بنایا جا سکتا ہے جبکہ اس امت میں دروغ گو، جعلساز اور گنہگار بھی داخل ہیں۔!!؟ اور پھر گواہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو بوقت وقوع واقعہ موجود ہو۔ آج کا مسلمان ماضی کا گواہ نہیں ہو سکتا، اور اسی طرح ماضی کا مسلمان آج کا گواہ نہیں ہو سکتا

۔لھذا ماننا پڑے گا کہ یہ آیت امت کے عام افراد کیلئے نہیں، بلکہ اس آیت کی مصداق وہ ہستیاں ہیں جو ہر قسم کے رجس سے دور، ہر آلودگی سے مبرہ و منزہ اور زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہیں۔

۱۶۹۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون : ۱۰،۱۱)

ترجمہ (بے شک) وہی وارث ہیں جو فردوس کو ورثہ میں پائینگے (اور) وہی ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ مامنکم من احد الا وله منزلان :منزل فی الجنة ومنزل فی النار،فان مات ودخل النار ورث اهل الجنة منزله ،تم میں سے ہر شخص کے دو مکان ہیں: ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں ۔پس اگر کوئی شخص مرجاے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو تو اہل جنت اس شخص کے جنت والے مکان کے وارث ہوں گے۔

تبصرۂ مولف: ورثہ اسی ملکیت کا نام ہے جو بغیر محنت و مشقت کے مل جاے اور ظاہر ہیکہ جنت تو صحیح اعتقادات اور اعمال صالحہ کی جزا ہے نہ کہ مفت کا ورثہ۔ لیکن اس آیت کی رو سے مومن جنت کو ورثہ میں پائینگے ۔اگر مذکورہ بالا حدیث ہماری ہدایت و رہبری کو موجود نہ ہوتی تو یہ آیت بھی ہمارے لئے عقدہ لاینحل ہوتی۔

۱۷۰۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المومنون : ۱۴)

ترجمہ پھر ہم نے نطفہ کو منجمد خون کی شکل دی اور منجمد خون کو گوشت کے لوتھڑے کی صورت بخشی ،پھر ہم نے اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل عطا کی، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، اسکے بعد ہم نے اسے ایک دوسری (قسم کی) مخلوق بنادیا۔پس تو بڑا برکت والا ہے جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

"کلام الامام"

ثم انشانه خلقا اخر (پھر ہم نے اسے ایک دوسرے قسم کی مخلوق بنادیا) کے ذیل میں تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ اس دوسری قسم کی مخلوق سے جنین میں روح کا پھونکا جانا مراد ہے۔

احسن الخالقین (سب سے بہتر پیدا کرنے والا) : التوحید میں منقول ہیکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی اور خالق ہے؟! آپ نے جواب دیا کہ اللہ سبحانہ وتعالی خود فرماتا ہے تبرك الله احسن الخالقين (پس تو بڑا برکت والا ہے جو تمام پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے) اللہ نے خود اعلان فرمایا ہے کہ اس کے بندوں میں کچھ خالق ہیں اور باقی غیر خالق۔ جو خالق ہیں ان میں حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی تھے چنانچہ قرآن میں ارشاد الٰہی ہے: واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني .. (المائدة : ۱۱۰) اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے پھر اس پر پھونک دم کردیتے تو وہ میرے حکم سے جیتا جاگتا پرندہ بن جاتا تھا۔فاخرج لهم عجلا جسداله خوار ---پس اس (سامری) نے ایک

بچھڑے کا مجسمہ بنادیا جسکی آواز بھی بچھڑے کی سی تھی۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے علاوہ سامری بھی خالق تھا، جس نے بنی اسرائیل کیلئے ایک ایسا بچھڑا بنایا تھا جس سے بچھڑے کی آواز بھی آتی تھی۔

۱۷۱۔ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ (المؤمنون : ۹۲)

ترجمہ وہ غائب اور ظاہر (دونوں) کا جاننے والا ہے۔ پس وہ ان چیزوں سے بالاتر ہے جنھیں یہ اسکا شریک ٹھہراتے ہیں۔

"کلام الامام"

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ الغیب سے مراد وہ جو تا حال ظہور پذیر نہیں ہوا، اور الشہادۃ سے مراد وہ ہے جو واقع ہو چکا ہے۔

تبصرہ مولف: ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کونسی چیز غائب ہو سکتی ہے، وہ تو علام الغیوب ہے۔ لیکن جس چیز کا تا حال ظہور ہی نہ ہوا ہو وہ تو بہر حال غائب ہی سمجھی جائے گی۔

۱۷۲۔ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (النور : ٦)

ترجمہ اور جو اپنی بیویوں پر زنا کاری کا الزام لگائیں، اور انکے پاس خود ان کی اپنی ذات واحد کے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو، تو انکی اکیلی گواہی یہ ہوگی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ یقیناً سچوں میں سے ہے۔

"کلام الامام"

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہیکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب کوئی شوہر اپنی زوجہ پر زنا کاری کا الزام لگاتا ہے تو اسے چار مرتبہ خدا کی قسم کے ساتھ گواہی دینی پڑتی ہے اور ایک تنہا شوہر کی گواہی کافی ہو جاتی ہے، جبکہ شوہر کے علاوہ باپ، بھائی یا بیٹا الزام لگائے تو یا تو انہیں سزا ملتی ہے یا پھر انھیں ثبوت فراہم کرنا ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو حق شوہر کو عطا فرمایا ہے وہ عورت کے کسی دوسرے محرم عطا نہیں فرمایا۔ عورت کا باپ بھائی یا بیٹا دن یا رات کے کسی بھی حصہ میں بے اجازت عورت کے کمرے میں اسطرح نہیں داخل ہو سکتے جسطرح اسکا شوہر داخل ہو سکتا ہے۔ اسی لئے شوہر سے چار گواہیاں لی جاتی ہیں تاکہ ہر گواہی ایک گواہ کے برابر ہو جائے۔

۱۷۳۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (النور : ۳۵)

ترجمہ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

"کلام الامام"

التوحید میں منقول ہے کہ کسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ھادلاھل السموت وھادلاھل الارض (اللہ اہل سماوات کا بھی ہادی ہے اور اہل زمین کا بھی ہدایت دینے والا ہے۔

دُعائے جوشن کبیر میں نور کے حوالے سے صفات الٰہی واضح کی گئیں ہیں: یا نور النور ، یا منور النور ، یا خالق النور ، یا مدبر النور ، یا مقدر النور ، یا نور کل نور ، یا نوراً قبل کل نور ، یا نوراً بعد کل نور ، یا نور فوق کل نور ، یا نور اً لیس کمثلہ نور ۔ (اے نور کے نور، اے نور کو منور کرنے والے، اے نور کے خالق، اے نور کے منتظم، اے نور کی مقدار مقرر کرنے والے، اے ہر نور کے نور، اے نور جو ہر نور سے پہلے ہے، اے وہ نور جو ہر نور کے بعد بھی ہے، اے وہ نور جو ہر نور سے ارفع واعلیٰ ہے، اے وہ نور جسکی مثل اور کوئی نور نہیں)۔

۱۷۴۔ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (النور : ۴۸)

ترجمہ اور جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے تو ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان، تبیان اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور خلیفہ سوم کے درمیان ایک زمین کے بارے میں نزاع ہوا، تو حضرت امیر المومنین نے کہا کہ چلو رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا فیصلہ کروالیں۔ لیکن عبدالرحمن ابن عوف (یا حکم بن العاص) نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا۔ وہ یقیناً اپنے بھائی کے حق میں فیصلہ کریں گے۔ پس خلیفہ سوم نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو ابن شیبہ یہودی کے فیصلے پر راضی ہوں گے۔ جب ابن شیبہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ تم رسول اللہ کو وحی الٰہی کے بارے میں تو امین جانتے ہو لیکن اپنے نجی معاملات میں ان پر بھروسہ نہیں کرتے۔ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۷۵۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْــًٔا ؕ (النور : ۵۵)

ترجمہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے کہ وہ انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا۔ جسطرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور اس نے جو دین ان کیلئے پسند کیا ہے اسے پائیدار کرے گا۔ اور انکے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اسطرح کہ وہ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں اہلبیت علیھم السلام سے روایت ہیکہ انھا فی المھدی من اٰال محمد (یہ آیت حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے بارے میں ہے)

تفسیر عیاشی اور تفسیر روح المعانی میں حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ھم واللہ شیعتنا اھل البیت ، یفعل اللہ ذلک بھم علی یدی رجل منا ، وھو مھدی ھذہ الامۃ ، یملا الارض عدلا و قسطا کما ملئت ظلماً وجوراً ، وھو الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم لو لم یبق من الدنیا الا یوم ۔ (اللہ کی قسم وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اللہ ان کے لیے یہ حکومت ہم (آل محمدؐ) میں سے ایک فرد کے ہاتھ عطا کرے گا کہ جو اس امت کا مھدی ہے۔ وہ اس زمین کو اسطرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ یہی وہ ہستی ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاہے عمر دنیا کا ایک ہی دن کیوں نہ باقی رہ گیا ہو۔

تفسیر عیاشی میں حضورت رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث منقول ہے کہ لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یلی رجل من عترتی ، اسمہ اسمی ، یملا الارض عدلاً و قسطاً کما ملئت ظلماً و جوراً ۔ (اگر دُنیا کی عمر کا صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ اسے طویل کردے گا حتی کہ میری عترت میں سے ایک فرد آئے گا جسکا نام، میرا نام ہوگا، وہ زمین کو عدل وانصاف سے اسطرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

کمال الدین وتمام النعمۃ میں منقول ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ناصبیون کا کہنا ہے کہ یہ آیت "خلافت راشدہ" کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کیا وہ دین جسے اللہ و رسول نے پسند فرمایا ہے کسی بھی عہد خلافت میں ایسا مستحکم و پائیدار ہو سکا جیسا کہ اللہ کا منشا تھا۔۔۔؟! ہرگز نہیں۔۔۔ کیوں کہ ہر وقت امت خلافت کے بارے میں اختلاف وانتشار کا شکار رہی ہے۔

تبصرہ مولف: تا حال نہ تو مسلمانوں کو ساری زمین کی خلافت ملی ہے، نہ ساری دُنیا میں اسلام کو استحکام حاصل ہوا ہے، نہ مسلمانوں کو خوف سے نجات ملی ہے، اور نہ مکمل امن ہی نصیب ہوا ہے۔ اسلئے سوائے اہلبیت علیہم السلام کے ارشادات کو تسلیم کرنے کے امت مسلمہ کے پاس اور کوئی صورت اس آیت کی تفسیر کرنے کی نہیں ہے، کہ اللہ کا یہ وعدہ ظہور حضرت قائم آل محمدؑ عجل اللہ فرجہ سے متعلق ہے جبکہ ساری دُنیا میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

۱۷۶۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ .... ۞ (النور : ٦١)

ترجمہ اندھے کے لئے حرج ہے، نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے، نہ ہی مریض پر، اور نہ خود تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہے کہ تم اپنے یا اپنے آباد واجداد کے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے کھاؤ۔۔۔۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قبل اسلام مدینہ والے اندھوں، لنگڑوں اور مریضوں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اسی طرح انصار بھی غرور و تکبر کی بنا پر کہتے تھے کہ اندھا تو اپنی غذا کو دیکھ ہی نہیں سکتا، اب رہا مریض تو وہ صحتمند انسان کی طرح کھا نہیں سکتا۔ لھذا ان کا کھانا الگ کر دیتے اور وہ سب سے علیحدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جب حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس ضمن میں آپؐ سے سوال کیا گیا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۷۷۔ ۔۔۔۔وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيراً ○ (الفرقان : ۲)

ترجمہ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر ہر ایک کا پورا پورا پیمانہ مقرر کیا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں منقول ہیکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کسی سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ " تقدیر" کیا ہے؟! اس نے عرض کی نہیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا "اجل، رزق اور فنا کی حدود کا مقرر کرنا تقدیر ہے"۔ پھر آپ نے پوچھا تم جانتے ہو کہ "قضا" کیا ہے؟! اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا امر مقدر (تقدیر) کا واقع ہونا "قضا" ہے۔

۱۷۸۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ○ (الفرقان : ۲۴)

ترجمہ اس دن جنت والے قرارگاہ اور خواب گاہ کے لحاظ سے بہتر ہوں گے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ قبر میں سوال نکیرین کے بعد، اگر صاحب قبر اہل جنت سے ہوگا تو اسکی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور نکیرین اس صاحب قبر سے کہیں گے کہ اب (تا قیامت) تو جوانی کی گہری نیند سوتا رہ۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے۔

تبصرۂ مولف: اس آیت کی آخری لفظ مقیلا قیلوله سے مشتق ہے جسکے معنی دوپہر کو سونے کے ہیں۔ جنت میں نہ تو تھکن ہے نہ ہی نیند، لھذا ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں لفظ مقیلا سے مراد قبر کی وہی نیند ہے جس کی طرف حضرت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۷۹۔ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا○ (الفرقان : ۳۸)

ترجمہ اور عاد اور ثمود اور رس والے اور ان کے بیچ میں بہت سی نسلوں کو (اور ہر ایک کیلئے ہم نے مثالیں پیش کیں اور پھر ہم نے ہر ایک کو کاملاً تہس نہس کر دیا)۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں عمرو نامی ایک آدمی آپ کی شہادت سے تین دن قبل حاضر ہوا، یہ بنی تمیم کے اشراف میں سے تھا۔ اس نے آپؑ سے عرض کی، یا امیر المومنینؑ! مجھے اصحاب الرس کے متعلق بتائیں کہ وہ کس دور میں گزرے ہیں؟ ان کے مکانات کہاں تھے؟ ان کا بادشاہ کون تھا۔۔؟ اللہ تعالیٰ نے ان میں کوئی رسول بھیجا یا نہیں۔۔؟ اور وہ کس سبب سے ہلاک کیے گئے۔ میں کتاب خدا میں نہ تو ان کا کوئی مثل ونظیر پاتا ہوں نہ ہی ان کا کوئی تفصیلی بیان ہے۔ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو اب تک کسی نے نہ پوچھی تھی، اور نہ میرے بعد کوئی اسکا بتانے والا تمہیں ملے گا۔ کتاب خدا میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ جس کی مجھے تفسیر نہ معلوم ہو، اور یہ کہ وہ کہاں نازل ہوئی، میدان میں نازل ہوئی کہ پہاڑ پر اور کس وقت نازل ہوئی؟ رات میں یا دن۔ پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسمیں تو علم کا ایک خزانہ ہے جسے حاصل کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ مگر عنقریب جب وہ مجھے نہ پائیں گے تو بہت نادم و پشیمان ہوں گے۔ اے تمیمی بھائی۔۔!

اصحاب الرس کا واقعہ یہ ہیکہ وہ درخت صنوبر کی پرستش کیا کرتے تھے اس درخت کو "شاہ درخت" بھی کہا جاتا ہے۔ جسے یافث بن نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد لگایا تھا۔ اس قوم کا نام اصحاب الرس اسلئے پڑ گیا کہ یہ لوگ بلاد مشرق میں ایک نہر کے کنارے آباد تھے جسکا نام "الرس" تھا۔ انہوں نے اپنے نبی کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت سلیمان بن داؤد کے بعد کا ہے۔ اس زمانے میں روے زمین پر کوئی نہر الرس سے زیادہ پر آب وشیرین نہیں تھی۔ ان کے قریوں اور دیہاتوں سے زیادہ کوئی قریہ و دیہات آباد نہ تھا نہ ہی ان سے زیادہ کوئی اور قوم طاقتور تھی۔ ان کے قریوں کے نام یہ تھے۔ (۱) آبان (۲) آذر (۳) دی (۴) بہمن (۵) اسفندیار (۶) فروردین (۷) اردی بہشت (۸) ارداد (خرداد) (۹) مرداد (۱۰) تیر (۱۱) مہر (۱۲) شہریور۔ ان قریوں میں سب سے بڑا قریہ اسفندیار تھا جس میں ان کا بادشاہ ترکوذ بن غابور بن یارش بن سازن بن نمرود بن کنعان رہتا تھا۔

جب اس قوم کی بے راہ روی اور بت پرستی انتہا پر پہنچ گئی تو اللہ تعالی نے ان کی طرف ایک نبی بھیجا تا کہ وہ ان کی ہدایت کرے، لیکن وہ اس نبی پر ایمان نہ لائے بالآخر اس نبی نے اللہ سے دُعا کی کہ وہ ان کے کفر وضلالت کی جڑ، یعنی اس درخت صنوبر کو برباد کر دے۔ جب وہ درخت اس نبی کی دُعا سے خشک ہو گیا تو اس قوم نے اس نبی کو ایک گہرے کنویں میں ڈال کر کنویں کے منہ کو ایک بھاری چٹان سے بند کر دیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ اس قوم نے عرصہ تک اس نبی کی آہ وزاری اور تکلیف وکرب کی آوازیں سنیں، اور آخر اس نبی نے اسی کنویں میں شہادت پائی۔ ان کے اس ظلم وستم کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالی نے انہیں نیست ونابود کر دیا۔

کافی اور تفسیر قمی میں منقول ہیکہ ایک عورت نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ عورتوں کی ہم جنس بازی کی حد شرعی (سزا) کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا اسکی سزا وہی ہے جو زنا کی ہے۔ اس نے کہا کہ قرآن میں تو اللہ تعالی نے اسکا ذکر نہیں فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اصحاب الرس کا تذکرہ فرمایا ہے اور اصحاب الرس کی عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہوا کرتی تھیں۔

۱۸۰۔ **اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ۝**

(الفرقان: ۴۴)

ترجمہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟! یہ تو بس چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے منقول ہیکہ "اے ہشام اللہ تعالی نے ان بے عقل کافروں کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے۔ اصبغ بن نباتہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ روح کی پانچ قسمیں ہیں: روح القدس، روح الایمان، روح القوۃ، روح الشھوۃ اور روح البدن۔ انبیاء واوصیاء علیھم السلام کو یہ پانچوں روحیں ملتی ہیں۔ مومنین کو آخری چار اور کفار ومنافقین کو صرف آخری تین روحیں دی جاتی ہیں۔ یہی تین روحیں چوپایوں کو بھی دی جاتی ہیں۔

تبصرہ مولف: کفار ومنافقین کے چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہونے کی تفصیل مفسرین نے بیان کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہیکہ یہ کردار میں جانوروں کی طرح ہیں کہ ان کے اعمال اور افعال صرف خواہشات نفسانی اور جذبات دلی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ انہیں حق و باطل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ یہ چوپایوں سے بدتر اسلئے ہیں کہ جانور تو عقل وشعور ہی نہیں رکھتے، لیکن کفار ومنافقین عقل وشعور رکھتے ہوئے بھی ان سے استفادہ نہیں کرتے۔ جانوروں سے نہ ان کے افعال کے باز پرس ہوگی نہ ہی ان کے لئے ثواب وعذاب ہے۔ لیکن یہ کفار ومنافقین نہ تو ثواب کے طلبگار ہیں نہ ہی عذاب سے خائف۔

جانور اپنے ہم جنس جانوروں کے لئے خطرہ نہیں ہوتا۔ اور کبھی کبھار وہ ان کے لئے خطرہ بن بھی جائے تو وہ نہایت ہی محدود ہوتا ہے۔ لیکن کفار و منافقین ہزاروں لاکھوں انسانوں کی دُنیا اور آخرت بھی تباہ کر سکتے ہیں۔

جانور نسل انسانی کیلئے ہزاروں مثبت کام انجام دیتے ہیں لیکن انسان خود اپنی نوع کیلئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔

جانوروں کیلئے کوئی قانون و شریعت نہیں تا ہم وہ اپنی جبلت کے عین مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن باغی اور سرکش انسان نہ صرف شریعت کو بلکہ خود اپنی فطرت و جبلت تک کو نظر انداز کر دیتا ہے، اور صرف اپنی حرص و ہوس اور خواہشات کی تکمیل کو اپنا نصب العین سمجھ لیتا ہے۔

جانور اگر اپنی فطرت و جبلت کے خلاف کبھی کچھ کر بھی لیتا ہے تو اسکی توجیہ پیش نہیں کرتا جبکہ انسان شریعت الٰہی کے عین خلاف عمل کر کے مختلف توجیہات پیش کرتے ہوئے خود کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے سرکش و متکبر انسان کو سورۃ الانفال میں شر الدواب ہر جانور سے بدتر قرار دیا ہے۔

۱۸۱۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○ (الفرقان : ٦٢)

ترجمہ وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہے اس کے لئے جو ذکر کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے۔

"کلام الامام"

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جو عبادت و اطاعت تم سے رات کو ترک ہو جائے اسکی دن میں قضا کر لیا کرو، کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وهو الذی جعل الیل والنهار خلفة لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا (وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایکدوسرے کا جانشین بنایا ہے اس کیلئے جو ذکر کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے۔

تبصرہ مولف: یہ بات غور طلب ہے کہ ذکر کرنے یا شکر ادا کرنے سے رات اور دن کے ایکدوسرے کے جانشین ہونے میں کوئی ربط بظاہر نظر نہیں آتا۔ لیکن صرف تفسیر معصوم ہی سے یہ مفہوم واضح ہو سکتا ہے۔

۱۸۲۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ (الفرقان : ٦٧)

ترجمہ (اللہ کے محبوب بندے) وہ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ ہی کنجوسی، بلکہ ان دونوں کے درمیان درجہ اعتدال پر رہتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ جس شخص نے کسی ناحق بات میں کچھ صرف کیا، اس نے اسراف کیا۔ اور جس نے کسی حق کو روکا، اس نے کنجوسی کی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ اکل و شرب میں کچھ زیادہ صرف کر دینا اسراف نہیں ہے۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ مال و دولت کا ضائع کرنا اور اپنے بدن کو نقصان پہنچانا اسراف ہے۔ اور اقتار (کنجوسی) یہ ہیکہ انسان صرف نمک سے روٹی کھائے جبکہ وہ دوسری چیزیں بھی خرید سکتا ہو۔ اور اعتدال یہ ہیکہ انسان

روٹی کبھی نمک، کبھی دودھ، کبھی سرکہ اور کبھی روغن کے ساتھ کھائے۔

کافی میں منقول ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر زمین سے کچھ سنگریزے اُٹھا کر اپنی مٹھی مضبوطی سے بند کرلی، اور فرمایا یہ اقتار (کنجوسی) ہے۔ پھر ایک مٹھی سنگریزے اُٹھا کر مٹھی اسقدر کھول دی کہ سارے سنگریزے گر گئے، تو فرمایا یہ اسراف ہے۔ اس کے بعد تیسری دفعہ سنگریزے اُٹھا کر مٹھی اسطرح کھولی کہ کچھ سنگریزے نیچے زمین پر گر گئے اور کچھ ہاتھ میں باقی رہ گئے، تو فرمایا یہ قوام (اعتدال) ہے۔

۱۸۳۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْماً ○ (الفرقان : ۷۰)

ترجمہ سوا اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، پس یہ وہی ہیں جن کی بدیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر نور الثقلین میں حضرت ابوذر غفاری سے منقول ہیکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے گناہان صغیرہ پیش کیے جائیں، وہ ان گناہان صغیرہ کا اعتراف کرے گا لیکن دل میں اپنے گناہان کبیرہ کے خوف سے کانپ رہا ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم دے گا کہ اسکے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی لکھ دی جائے۔ وہ آدمی عرض کرے گا، یا اللہ میں نے کئی گناہان کبیرہ بھی کیئے ہیں جنھیں میں نہیں دیکھتا ہوں۔ اس موقع پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا مسکرائے کہ آپ کے دانتوں کی سفیدی نمودار ہوئی اور آپ نے یہ آیت فاولئك يبدل الله سياتهم حسنات تلاوت فرمائی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے امالی میں منقول ہیکہ جب گنہ گار مومن کو حساب کیلئے لایا جائے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اسکا حساب لے گا۔ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا تو وہ حکم دے گا کہ اسکی ساری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے، اور لوگوں پر صرف اسکی نیکیاں ظاہر ہوں۔ اس وقت اہل قیامت تعجب کریں گے کہ سبحان اللہ یہ بھی عجیب بندہ ہے کہ جس سے ایک گناہ بھی سرزد نہ ہوا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے جنت میں لیجانے کا حکم دے گا۔ اس آیت کی یہی تاویل ہے۔

۱۸۴۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً ○ (الفرقان : ۷۴)

ترجمہ اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقین کا امام بنادے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں منقول ہیکہ جب یہ آیت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سے بہت بڑی دُعا کی ہے کہ (عام لوگوں کو) متقیوں کا امام بنادے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ پھر یہ کسطرح ہے؟! آپ نے واجعل لنا من المتقین اماما (ہمارے لئے متقین میں سے ایک امام بنادے)۔ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں ہم مراد ہیں۔

۱۸۵۔ طٰسٓمٓ ٥ (الشعراء : ۱)

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت کے نزول پر حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طا سے مراد طور سینا، سین سے سکندریہ، اور میم سے مراد مکہ ہے۔ ایک اور روایت میں منقول ہیکہ طا سے مراد طوبیٰ سین سے سدرۃ المنتہیٰ میم سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

۱۸۶۔ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خَاضِعِيۡنَ ٥ (الشعراء : ۳)

ترجمہ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر ایک ایسی نشانی نازل کریں کہ ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں۔

"کلام الامام"

کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہیکہ عنقریب اللہ سبحانہ وتعالیٰ بنوامیہ اور ان کے حامیوں کی یہ حالت کردے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا نشانی ہوگی جس کے آگے ان کی گردنیں خم ہوجائینگی۔ آپ نے فرمایا کہ آفتاب وقت زوال سے وقت عصر تک ایک ہی جگہ کھڑا رہیگا اور قرص آفتاب میں ایک چہرہ دکھائی دے گا جو حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے نام کا اعلان کرے گا اور آپ کے حسب ونسب سے لوگوں کو مطلع کرے گا۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب یہ نشانی ظاہر ہوگی تو اسکے ساتھ آسمان سے ایک چیخ سنائی دے گی جس سے بنوامیہ کی گردنیں خم ہوجائینگی۔

۱۸۷۔ قَالَ فَعَلۡتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيۡنَ ٥ (الشعراء : ۲۰)

ترجمہ (موسیٰ نے) کہا یہ تو میں نے اس وقت کیا جبکہ میں بھٹکا ہوا تھا۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں منقول ہیکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ جب یہ بات مسلم ہیکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں تو پھر حضرت موسیٰ نے انا من الضالین (میں بھٹکا ہوا تھا) کیسے فرمادیا۔؟! امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بات دراصل یہ ہیکہ حضرت موسیٰ راستہ بھول کر فرعون کے کسی شہر میں آگئے تھے۔ چونکہ وہ راستہ بھول گئے تھے اسلئے انہوں نے (راستے سے) بھٹکا ہوا کہا۔

تبصرہ ءمولف: اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے مزید توضیحات لکھیں ہیں۔ایک تو یہ کہ حضرت موسیٰ کا یہ کہنا کہ میں بھٹکا ہوا تھا "توریہ" ہے۔یعنی یہ کہ اس بیان کے دو معنی ہوں گے اور باطنی معنی مراد ہوں گے۔لیکن مخاطب ظاہری معنی مراد لے گا۔جیسا کہ تفسیر معصوم سے واضح ہے۔

دوسری توضیح یہ ہیکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے جب ان کا علم ایک درجہ بڑھتا ہے تو وہ پچھلے درجے کو "گم شدگی" سے تعبیر کرتے ہیں۔مثلاً دسویں جماعت کا طالب علم جب اپنی تیسری جماعت کے ایام کا جائزہ لے گا تو وہ انہیں کم علمی یا لاعلمی کے دور سے تعبیر کرے گا۔

۱۸۸۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ (الشعراء: ۲۲۴)

ترجمہ اور شعراء ، ان کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ کیا تم نے کسی ایسے شاعر کو بھی دیکھا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت و پیروی کرتے ہوں۔۔؟! یہاں شعراء سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کے خلاف خود اپنی فقہ بنا ڈالی جس سے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

تبصرہ ءمولف: ائمہ معصومین علیہم السلام کی سوانح اور مقاتل پر نظر رکھنے والے ان ھستیوں کے شعری کلام سے واقف ہیں۔اگر شاعری اسقدر مذموم ہوتی تو پھر یہ کہنا حق بجانب ہوتا کہ قرآن و حدیث میں تضاد ہے اور یہ کہ معاذ اللہ خاکم بدہن ائمہ معصومین سے فعل مذموم سرزد ہوا۔حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : ان من الشعر لحكمة وان من البيان لسحرا (بعض اشعار حکمت اور بعض جادو ہوتے ہیں)۔آپ نے ایک شاعر کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اهجهم فان جبرئيل معك (ان کفار و مشرکین کی ہجو کہو کہ جبرئیل تمہارے مددگار ہیں)۔ اسلامی شاعر کعب بن مالک نے عرض کی یا رسول اللہ شعرا کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اب میں شعر کہوں یا نہ کہوں۔۔۔؟! آپ نے ارشاد فرمایا" ان المومن يجاهد بنفسه و سيفه ولسانه (مومن اپنی جان،تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے)۔

ائمہ معصومین نے فرزدق، دعبل،سید حمیری اور دیگر بے شمار شعراء کی جوہر پرستی فرمائی،وہ سب تاریخ میں محفوظ ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد تفسیر نور الثقلین میں منقول ہیکہ يا معشر الشيعة علموا اولادكم شعر العبدى فانه على دين الله (اے شیعو! اپنی اولاد کو عبدی کے اشعار سکھاؤ کیوں کہ وہ اللہ کے دین پر تھا)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ان دو احادیث پر ہم اس تبصرہ کا اختتام کرتے ہیں: من قال فينا بيتاً بنى الله له بيتا فى الجنه (جس نے ہمارے متعلق ایک شعر کہا اللہ اسکے ہر شعر پر جنت میں اسے ایک مکان عطا کرے گا)۔ماقال فينا قائل بيت شعر حتى يؤيد بروح القدس (ہمارے متعلق کوئی شاعر ایک شعر بھی اس وقت تک نہیں کہہ سکتا جب تک کہ اسے روح القدس کی تائید حاصل نہ ہو)۔

۱۸۹۔ قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّیۡۤ اُلۡقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیۡمٌ ○ (النمل : ۲۹)

ترجمہ (ملکہ سبا بلقیس نے) کہا اے سردارو! میری طرف ایک معزز خط بھیجا گیا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہیکہ اس آیت میں کتب کریم (معزز خط) سے مراد کتاب مختوم یعنی سربمہر لفافہ ہے۔ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ خط کا اعزاز و بزرگی یہ ہے کہ وہ سربمہر ہو۔

۱۹۰۔ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ (النمل : ۴۰)

ترجمہ اس نے جسکے پاس کتاب کا کچھ علم تھا، کہا " میں آپ کے پلک جھپکنے سے قبل اُسے آپ کے پاس لے آوں گا "۔

"کلام الامام"

احقاق الحق اور روضۃ الواعظین میں ابو سعید خدری سے منقول ہیکہ میں نے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الذی عندہ علم من الکتب (جسکے پاس کتاب کا کچھ علم تھا) کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: وہ میرے بھائی سلیمان بن داؤد کے وصی تھے، تو پھر میں نے قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتب (الرعد : ۴۳) (کہد یجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کیلئے اللہ اور وہ شخص کافی ہے جسکے پاس پوری کتاب کا علم ہے) کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا ذاك اخی علی ابن ابی طالب وہ میرے بھائی علی ابن ابی طالب ہیں۔

کافی اور تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اسم اعظم کے تہتر حروف ہیں جن میں سے آصف بن برخیا کو صرف ایک حرف کا علم دیا گیا تھا جسکی مدد سے انہوں نے یہ معجزہ انجام دیا، جبکہ ائمہ معصومین علیھم السلام کے پاس ۷۲ حروف کا علم ہے اور ایک حرف صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے مختص ہے۔

سید رضی علیہ الرحمۃ کتاب الخصائص میں فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ اگر آپ کے پاس بہتر حروف کا علم ہے تو پھر معاویہ کے خلاف جنگ کے لئے لوگوں کی کیا ضرورت ہے؟! آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ بل عباد مکرمون ۙ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون (الانبیاء : ۲۶، ۲۷) (بلکہ وہ معزز بندے ہیں جو بات کہنے میں اس پر سبقت نہیں کرتے، اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں) اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں جوان لوگوں کو جہاد کے لئے بلاتا ہوں تو وہ اس لئے ہیکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور انہیں امر خدا میں زحمت کشی کی عادت پڑ جائے۔ اگر معاویہ کو ہلاک کرنے کا حکم ہو گیا ہوتا تو پھر تاخیر نہ ہوتی۔۔۔؟!

۱۹۱۔ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ (النمل : ۶۲)

ترجمہ یا وہ جو مضطر کی دُعا قبول کرتا ہے اور اسکی تکلیف و مصیبت کو دُور کر دیتا ہے اور وہ تمہیں زمین پر حاکم مقرر کرتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ نزلت فی القائم من ال محمد علیهم السلام هو والله المضطر اذا صلی فی المقام رکعتین و دعا الی الله عزو جل فاجابه و یکشف السوء و یجعله خلیفة فی الارض (یہ آیت قائم آل محمدؑ علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کی قسم وہی مضطر و بے چین ہیں۔ جب وہ مقام (ابراہیمؑ) پر دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ عزوجل سے دُعا کریں گے تو اللہ آپؑ کی دُعا قبول فرمائے گا اور آپ کی مصیبت و تکلیف رفع کر کے آپ کو زمین پر حاکم مقرر فرمائے گا۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت یہ ہیکہ والله لکانی انظر الی القائم و قد اسند ظهره الی الحجر ثم ینشد الله حق .... قال هو والله المضطر فی کتاب الله فی قوله امن یجیب المضطر اذا دعاه و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض (خدا کی قسم ۔۔! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قائم آل محمدؑ علیہم السلام حجر اسود سے ٹیک لگائے کھڑے ہیں اور اللہ سے اپنے حق کا واسطہ دیکر دُعا کر رہے ہیں۔ پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا کی قسم ۔۔! اس آیت میں المضطر سے مراد وہی ہیں۔

تبصرہ مولف: بعض مفسرین نے اس آیت میں المضطر سے عام مومنین کو مراد لیا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر مضطر و بے چین مومن کی تکلیف و مصیبت کو رفع کرنے والا ہے لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ ہر مومن اور ہر کس و ناکس کو زمین پر اللہ کی جانب سے خلافت نہیں مل سکتی وہ تو صرف اور صرف اللہ کی مخصوص و منتخب کردہ ہستیوں کیلئے ہے۔

۱۹۲۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل: ٦٥)

ترجمہ: کہدو کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں (ان میں سے کوئی بھی) اللہ کے سوا غیب سے آگاہ نہیں ہے اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ دوبارہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں ہیکہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے چند آنے والے واقعات کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تو کسی نے پوچھا کہ یا امیر المومنینؑ کیا آپؑ کو علم غیب حاصل ہے۔۔۔؟! آپؑ نے فرمایا یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ یہ تو صاحب علم سے حاصل کردہ علم ہے۔ علم غیب سے مراد یا تو قیامت کا علم ہے یا پھر وہ جو اللہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے: ان الله عنده علم الساعة ج وینزل الغیث ج ویعلم مافی الارحام ط وما تدری نفس ماذاتکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان الله علیم خبیر ○ (لقمٰن: ٣٤) (بے شک اللہ ہی کے پاس (وقتِ) قیامت کا علم ہے اور وہی (اپنے وقت پر) پانی برساتا ہے اور جو کچھ (ماؤں کے) ارحام میں ہے جانتا ہے اور کوئی شخص یہ تک نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ (ان سب امور سے) آگاہ و باخبر ہے)۔ یہ وہ امور ہیں جنھیں اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

تبصرہ ء مولف: یہ بات غور طلب ہیکہ علم صرف اور صرف اللہ ہی سے مختص و مخصوص ہے لیکن اگر وہ خود اپنے منتخب کردہ بندوں کو یہی علم عطا کردے تو یہ اسکی اپنی مرضی و مشیت ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول ۔ (الجن : ٢٦ ، ٢٧) (اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب سے کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ راضی ہوجائے)

١٩٣۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ○ (النمل : ٨٣)

ترجمہ اور اس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسے گروہ کو محشور کریں گے جو ہماری آیت کو جھٹلایا کرتے تھے اور وہ روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ ایکدوسرے سے آملیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں اٰیتنا (ہماری آیات) سے امیر المومنین اور دیگر آئمہ معصومین علیھم السلام مراد ہیں۔ اور اس آیت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ رجعت میں پیش آئے گا۔ کسی نے عرض کی عامہ کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ واقعہ قیامت میں ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا: کیا اللہ قیامت میں ہر امت میں سے صرف ایک گروہ کو محشور کرے گا اور باقی سب کو چھوڑ دے گا ۔۔۔؟! نہیں ۔۔۔ ایسا ممکن نہیں ہے بلکہ یہ تو رجعت میں ہونے والا ہے۔ اب رہی قیامت کی بات تو اس کے متعلق اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے: و حشرنا هم فلم نغادر منهم احدا (الکهف : ٤٧) (اور ہم ان سب کو محشور کریں گے اور کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے)۔

بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے یہ حدیث منقول ہیکہ ان الرجعة لیست بعامة ، وهی خاصة ، لا یرجع الا من محض الایمان محضاً او محض الشرك محضاً ۔ (رجعت عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ جس میں وہی لوگ لوٹیں گے جو یا تو خالص مومن ہوں یا محض مشرک)۔

١٩٤۔ فَوَكَزَهُ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قف قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○
قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي ط إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (القصص : ١٥)

ترجمہ پس موسیٰ نے اسے ایک مُکا مارا تو اس نے اس کا فیصلہ کردیا۔ کہا یہ ایک شیطانی کام ہے۔ بے شک وہ کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب تو مجھے بخش دے۔ تو اس نے انہیں بخش دیا۔ بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت علی رضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ هذا من عمل الشیطن (یہ ایک شیطانی کام ہے) سے (اس قبطی اور بنی اسرائیل کے آدمی کے درمیان) جو جھگڑا تھا وہ مراد ہے، نہ کہ وہ جو موسیٰ نے کیا تھا۔ انی ظلمت نفسی (میں نے

اپنے اوپر ظلم کیا) سے مراد یہ ہے کہ مجھے جس مقام پر نہ آنا چاہیئے تھا میں وہاں آ پہنچا۔ اور فاغفرلي (مجھے بخش دے) سے مراد "مجھے دشمنوں سے چھپا" ہے۔

تبصرہ مولف: اکثر مفسرین ان آیات کے جن فقروں کی تفسیر میں لغزشوں کا شکار ہوئے ہیں وہ هذا من عمل الشيطن (یہ شیطانی کام ہے)، ظلمت نفسی (میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے) اور فاغفرلی (مجھے بخش دے) ہے۔ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام قبل اعلان نبوت اور بعد اعلان نبوت، اور ہر وقت ہر لحہ معصوم ہوتے ہیں۔ اس طرح ان آیتوں کی تفسیر وہی ہوگی جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ یہاں ایک بات غور طلب یہ بھی ہیکہ غفران کے معنی چھپانے کے بھی ہیں۔ اور امام علیہ السلام نے یہی معنی مراد لئے ہیں۔

۱۹۵۔ قَالَتْ إِحْدٰىهُمَا يٰٓأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ۝

(القصص: ۲۶)

ترجمہ (حضرت شعیب کی) دولڑکیوں میں سے ایک نے کہا: اے بابا جان انہیں مزدوری میں رکھ لیجئے۔ بہترین شخص جسے آپ مزدور رکھیں وہی ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہے کہ جب حضرت شعیب نے اپنی لڑکی کو واپس بھیجا کہ وہ حضرت موسیٰ کو بلا لائے، وہ لڑکی حضرت موسیٰ کے پاس آئی اور انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ جب وہ لڑکی حضرت موسیٰ کے آگے آگے چلنے لگی تو حضرت موسیٰ نے کہا تم میرے پیچھے ہو جاؤ اور پیچھے سے راستہ بتاتی جاؤ، کیوں کہ میں اس قوم سے ہوں جو عورتوں کی پشت پر نظر نہیں ڈالتی۔

تفسیر قمی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت شعیب نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ کنویں پر سے پتھر ہٹانے اور پانی نکالنے کیلئے ڈول کھینچنے سے تو تمہیں ان (موسیٰ) کی طاقت کا اندازہ ہوگیا لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ وہ امانت دار بھی ہیں۔۔۔؟! حضرت شعیب کی لڑکی نے جواب دیا کہ جب میں راستہ بتانے کی خاطر ان کے سامنے چلنے لگی تو انہوں نے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو کیوں کہ میں اس قوم سے ہوں جو عورتوں کی پشت پر نظر نہیں ڈالتی۔ بس اسی سے ان کی امانت داری کا اندازہ ہوا۔

۱۹۶۔ وَقَالُوٓا إِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۭ (القصص: ۵۷)

ترجمہ اور انہوں (قریش) نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ملک سے اُچک لیا جائے گا۔

"کلام الامام"

روضۃ الواعظین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں سفید فام وسیاہ فام، کوہ و جبل اور سمندر کے رہنے والوں اور اہل فارس واہل روم

سب کو دعوتِ اسلام دیتا رہوں گا۔ یہ سن کر قریش سخت ناراض و پریشان ہوئے اور انہوں نے حضرت ابوطالب سے شکایت کی کہ اگر اہل فارس و روم کو یہ بات معلوم ہو جائے تو وہ ہمیں ہمارے ملک سے اچک لے جائیں گے۔

تبصرہ مولف: تفسیر مجمع البیان میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس حدیث کی ہم معنی روایت منقول ہے۔

۱۹۷۔ وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط (القصص:۷۷)

ترجمہ اور جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اس کے ذریعہ آخرت کا سامان کرو اور دنیا سے اپنا حصہ بھی نہ بھولو۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور زمین میں خرابیاں نہ پھیلانا چاہو۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہےکہ **من ابصر بها بصرته و من ابصر اليها اعمته** ۔جس نے دُنیا کو ذریعہ بنایا وہ بینا ہو گیا، جس نے دُنیا کو مقصد بنا لیا وہ اندھا ہو گیا۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: **لاتنس صحتك و قدرتك و فراغك و شبابك و نشاطك ان تطلب بها الاخرة** ۔(اپنی صحت و تندرستی، قوت و طاقت، فرصت و فراغت، شباب و جوانی اور اپنے چاق و چوبند ہونے کی حالت کو نہ بھولو اور ان (مثبت) حالتوں میں اپنی آخرت کیلئے زاد راہ فراہم کرلو۔

۱۹۸۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (القصص:۸۸)

ترجمہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے (چہرہ کے) سوا ہر چیز فانی ہے۔

"کلام الامام"

کتاب التوحید میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہےکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کا چہرہ بیان کیا جائے، بلکہ یہاں وجہ (چہرہ) کا معنی دین خدا اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وجهه (اسکا چہرہ) سے مراد اللہ کا دین ہے۔ اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام دین اللہ ہیں۔

۱۹۹۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ط وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (العنکبوت:۵)

ترجمہ جو اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے والا ہے۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

"کلام الامام"

کتاب التوحید میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں لقاء اللہ (اللہ سے ملاقات) کا مطلب بعث بعدالموت (موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا)۔

نہج البلاغہ میں ہیکہ وقد سألہ ذعلب الیمانی فقال ھل رأیت ربك یا امیرالمومنین ؟ فقال علیہ السلام افاعبدہ مالا اریٰ ؟ فقال وکیف تراہ ؟ قال علیہ السلام : لا تراہ العیون بمشاھدۃ العیان ولکن تدرکہ القلوب بحقائق الایمان ۔۔۔(ذعلب یمانی نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا، یاامیر المومنین کیا آپ نے اپنے پروردگار کودیکھا ہے؟! آپؑ نے ارشادفرمایا، کیامیں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جسے دیکھا تک نہیں؟! اس پر ذعلب یمانی نے مزید وضاحت چاہی تو آپ نے ارشادفرمایا، اسے آنکھیں علانیہ طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ ایمان کے حقائق سے قلوب اسکاادراک کرتے ہیں۔

۲۰۰۔ ثُمَّ يَومَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضاً وَّمَاوٰكُمُ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ٥ (العنکبوت:۲۵)

ترجمہ پھر قیامت کے دن تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا، اور تم سے ایک دوسرے پر لعنت کرے گا، اور تمہارا ٹھکانہ آتش (جہنم) ہوگی اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

"کلام الامام"

کتاب التوحید میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت میں کفر کے معنی ایکدوسرے سے اظہار برأت وتبرا کے ہیں۔

تبصرہء مولف: قرآن مجید میں برات وتبرا اور لعنت کے تذکروں کے باوجود حیرت ہے کہ قرآن مجید کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام جاننے والے تک تبرا ولعنت کو فحش گوئی اور گالی سمجھتے ہیں۔

۲۰۱۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ ٥ (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ بے شک نماز بدکاری اور برائی سے روکتی ہے اور بلاشبہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ خوب واقف ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث منقول ہے کہ من احب ان یعلم اقبلت صلٰوتہ ام لم تقبل ، فلینظر ھل منعتہ صلٰوتہ عن الفحشاو المنکر . فبقدر ما منعتہ قبلت منہ . (جوشخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اسکی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں تو وہ اس کا جائزہ لے کہ آیا اس کی نماز نے اسے بدکاری وبرائی سے روکا یا نہیں۔ جس قدر نماز نے

اسے بدکاری و برائی سے روکا ہے، اسی قدر اسکی نماز قبول ہوئی ہے۔

۲۰۲۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ (الروم:۱۹)

ترجمہ وہ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے، اور بے جان کو جاندار سے، اور وہ زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، اور اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاو گے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کافر کے صلب سے مومن اور مومن کے صلب سے کافر کو پیدا کرتا ہے۔

کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے **یحی الارض بعد موتھا** (وہ زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کرتا ہے) کی تفسیر میں یہ حدیث منقول ہے کہ **لیس یحیھا بالقطر ولکن یبعث الله رجالا فیحیون العدل فتحی الارض لاحیاء العدل ولاقامة العدل فیه انفع فی الارض من القطر اربعین صباحا** ۔اللہ سبحانہ تعالیٰ زمین کو بارش کے ذریعہ زندہ نہیں کرتا، بلکہ ایسی ہستیوں کو بھیجتا ہے جو عدل و انصاف کو زندہ کردیتے ہیں اور اس روح عدل و انصاف سے زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور اس بات سے آگاہ ہوجاو کہ زمین پر قیام عدل چالیس صبحوں کی لگاتار بارش سے بھی زیادہ نفع بخش ہے۔

۲۰۳۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الروم:۴۷)

ترجمہ اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔

"کلام الامام"

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ مومن کی مدد و نصرت کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں مبتلا دیکھے۔

تبصرہ مولف: اللہ سبحانہ تعالیٰ پر مومنین کی مدد کے فرض ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ کسی بزرگ تر حاکم نے یہ بات اللہ پر فرض قرار دی ہے۔ بلکہ یہ اس کے عدل کا تقاضہ ہے کہ وہ مومنین کی مدد فرمائے اور وہ خلاف عدل کوئی کام نہیں کرسکتا۔ لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاذ اللہ وہ عاجز ہے، بلکہ اسکا خلاف عدل کوئی کام نہ کرسکنا اسکے کمال عدل کا مظہر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی سے زیادہ بدبختی کیا ہوسکتی ہے، اور اس نافرمانی کے نتائج سے زیادہ سنگین کیا سزا ہوسکتی ہے؟! اسی لئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اگر اپنے دشمن کو اللہ کی نافرمانی کرتا دیکھ لے تو یہی دشمن کے خلاف اسکی مدد ہے کہ اس سے بڑا انتقام کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

۲۰۴۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۝ (لقمن : ۳۴)

ترجمہ بے شک (وقتِ) قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش نازل کرتا ہے اور جو کچھ ارحام میں ہے جانتا ہے۔ اور کسی متنفس کو اس کا علم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا۔! اور کوئی متنفس یہ نہیں جانتا کہ کس سرزمین پر اسے موت آئیگی۔! یقیناً اللہ جاننے والا (اور) بڑا باخبر ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی و تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ان مفاتیح الغیب خمس لایعلمھن الا اللہ و قرا ھذہ الایة غیب کی پانچ چابیاں ہیں جنہیں اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (۱۔ قیامت کا علم ۲۔ بارش اور اس کی جزئیات ۳۔ رحم کے اندر جنین کا علم ۴۔ کسی متنفس کے مستقبل کے اعمال و افعال کا علم ۵۔ کسی متنفس کی جائے وفات کا علم) پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

نہج البلاغہ میں ہیکہ مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جب اپنے ایک خطبہ میں (۱۲۸) میں تاتاریوں کے آنے والے واقعات کے بارے میں خبر دی تو بنوکلب سے تعلق رکھنے والے آپؑ کے ایک صحابی نے پوچھا: یا امیر المومنین کیا آپ کو علم غیب حاصل ہے۔؟! آپ مسکرائے اور فرمایا: یا اخا کلب۔! لیس ھو بعلم غیب وانما ھو تعلم من ذی علم انما علم الغیب علم الساعة و ماعددہ اللہ سبحانہ بقولہ ان اللہ ... فیعلم اللہ سبحانہ مافی الارحام من ذکر اوانثی و قبیح اوجمیل و سخی او بخیل و شقی او سعید و من یکون فی النار حطبا و فی الجنان للنبین مرافقا فھذا علم الغیب الذی لا یعلمہ الا اللہ و ماسوی ذلک فعلم علمہ اللہ نبیہ فعلمنیہ و دعالی بان یعیہ صدری وتضطم علیہ جوانحی (اے برادر کلبی۔ یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ ایک ذی علم سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو وقت قیامت کا علم ہے اور جن امور کو اللہ سبحانہ نے اس آیت میں شمار فرمایا ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، خوبصورت ہے یا بدصورت، سخی ہے یا بخیل، بدنصیب ہے یا خوش قسمت، جہنم کا ایندھن ہے یا جنت میں انبیاء کا ساتھی۔ پس یہی وہ علم غیب ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اسے اللہ نے اپنے نبی کو سکھایا اور آپؐ نے مجھے تعلیم فرمایا اور میرے لئے یہ دعا فرمائی کہ میرا سینہ ان اسرار الٰہی کو محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

تبصرۂ مولف: ویعلمہ مافی الارحام (اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے ارحام میں کیا ہے) کی تفسیر میں اگر امیر المومنین علیہ السلام صرف یہ کہتے کہ اللہ سبحانہ کو اس کا علم ہے کہ آیا جنین نر یا مادہ تو بات محل اعتراض ہوتی، کیونکہ یقیناً ایک وہ زمانہ تھا جبکہ رحم مادر کی کیفیات سے انسان ناواقف تھا لیکن دور حاضر میں ایسے کیمرے ایجاد ہو چکے ہیں جو رحم مادر میں پہنچا دیئے جاتے ہیں اور لحہ بہ لحہ جنین کی حیات کے مختلف ادوار کی تصاویر کھینچی جاتی ہیں اس طرح جنین کے نر یا مادہ ہونے کا علم با آسانی حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن مولائے کائنات نے اس آیت کی تفسیر میں صرف نر و مادہ نہیں فرمایا ہے، ظاہر ہیکہ کیمرے سے جنین کے نر و مادہ کا علم تو ہو سکتا ہے لیکن خوبصورت یا بدصورت، سخی یا بخیل، بدنصیب یا خوش نصیب، جہنمی یا جنتی ہونے کا علم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بارش کے متعلق کسی حد تک پیشین گوئی کی جاتی ہے کہ بارش کب کتنی اور کہاں ہوگی، لیکن اس کی تفصیلات و جزئیات کا مکمل علم صرف خدا کو ہے۔

۲۰۵۔ تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّ طَمَعاً وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (السجدة : ۱۶،۱۷)

ترجمہ ان کے پہلو (رات کو) بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے پروردگار کو وہ خوف وامید سے پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خیرات کرتے ہیں۔ کوئی شخص اس بات سے واقف نہیں کہ اس کے لئے کیسی کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے والی جزاء مخفی ہے، یہ ان اعمال کی جزا ہے جو انہوں نے انجام دیئے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ما من حسنة الا ولها ثواب مبين في القران الاصلوة الليل فان الله عزاسمه لم يبين ثوابها لعظم خطرها قال : فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قره اعين جزاء بما كانو يعملون (کوئی ایسی نیکی نہیں کہ جس کا ثواب قرآن میں بیان نہ کر دیا گیا ہو سوائے نماز تہجد کے۔ اللہ عزوجل نے اس کی کثرت ثواب کی وجہ سے اس کا ثواب بیان نہیں فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين ، جزاء بما كانو يعملون (کوئی شخص اس بات سے واقف نہیں کہ اس کے لئے کیسی کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے والی جزاء مخفی ہے۔ یہ ان اعمال کی جزاء ہے جو انہوں نے انجام دیئے)۔

۲۰۶۔ مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ (الاحزاب : ۴)

ترجمہ اللہ نے کسی آدمی کیلئے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث منقول ہیکہ ماجعل الله لرجل قلبين في جوفه يحب بهذا قوما ويحب بهذا اعداء هم (اللہ نے کسی آدمی کیلئے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے کہ وہ ایک دل سے کسی جماعت سے محبت کرے اور دوسرے دل سے اسی جماعت کے دشمنوں سے محبت کرے۔

تفسیر قمی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ: لا يجتمع حبنا وحب عدونا في جوف انسان ، ان الله لم يجعل لرجل قلبين في جوفه فيحب بهذا و يبغض بهذا فاما محبنا فيخلص الحب لنا كما يخلص الذهب بالنار لا كدر فيه فمن اراد ان يعلم فليمتحن قلبه فان شارك في حبنا وحب عدونا فليس منا ولسنا منه (ہماری اور ہمارے دشمن کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو دو دل نہیں دیئے کہ وہ ایک سے محبت کرے اور دوسرے سے دشمنی۔ ہمارا محب وہی ہے جو ہم سے خالص محبت رکھے جس طرح سونا آگ میں تپ کر خالص ہو جاتا ہے کہ اس میں پھر کثافت باقی نہیں رہتی۔ جو اس حقیقت کو جاننا چاہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے قلب کا امتحان لے لے۔ جسکے دل میں ہماری محبت کے ساتھ ہمارے دشمن کی محبت بھی ہے وہ نہ ہم سے ہے اور نہ ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے۔

۲۰۷۔ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْراً ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيّاً عَزِيْزاً ○ (الاحزاب : ۲۵)

ترجمہ اور اللہ نے کافروں کو ان کے غم و غصے کے ساتھ لوٹا دیا، اور انہیں کوئی بھلائی نہ ملی۔ اور اللہ نے مومنین کو جنگ سے بے نیاز کر دیا اور اللہ طاقتور عزت والا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنگ احزاب (خندق) میں جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے شجاعان عرب کے سب سے طاقتور پہلوان عمرو ابن عبدود کو تن تنہا قتل کر ڈالا تو کفار پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پھر ان میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کی سکت نہ رہی۔ اس طرح مومنین جنگ سے بے نیاز ہو گئے۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔

۲۰۸۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ (الاحزاب : ۳۷)

ترجمہ (اس وقت کو یاد کرو) جب اس شخص سے جسے اللہ نے نعمت سے نوازا تھا، اور تم نے بھی اس پر احسان کیا تھا تم کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، اور اللہ سے ڈرو، اور تم اپنے دل میں لوگوں کے خوف سے وہ چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ خبر دیدی تھی کہ زید ابن حارثہ اپنی زوجہ زینب بنت جحش کو طلاق دینگے اور پھر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے نکاح کرینگے۔ جب زید ابن حارثہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہتے ہیں تو آپؐ نے منع فرمایا، حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔

تبصرۂ مولف: اگر چہ کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ زید بن حارثہ اپنی زوجہ زینب بنت جحش (رسالت مآب کی پھوپی زاد بہن) کو طلاق دینگے اور پھر وہ آپ کی زوجیت میں آجائینگی تاہم بحیثیت حاکم شرع آپ کا فرض منصبی تھا کہ آپ زید بن حارثہ کو ایک غیر پسندیدہ عمل سے منع کریں، اور انکے ازدواجی تعلقات کی اصلاح کی ممکنہ کوشش کریں۔ لیکن اللہ کی مشیت یہ تھی کہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس سے مسلمانوں کیلئے ایک مثال قائم کر دی جائے اور ایک غلط رسم کو مٹا دیا جائے تا کہ لوگ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے عقد کر سکیں۔ اس لئے قرآن میں ارشاد ہوا فلما قضی زید منها وطرا زوجنكها (الاحزاب : ۳۷) جب زید کا ان (زینب بنت جحش) سے رشتہ ختم ہو گیا تو ہم نے تم سے ان کا ازدواج کر دیا) اسی لئے تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ فی الحدیث ان زینب کانت تفتخر علی سائر نساء النبیؐ و تقول زوجنی الله من النبیؐ و انتن انما زوجکن اولیاء کن حدیث میں ہے کہ حضرت زینب دیگر ازواج رسولؐ پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ میری شادی رسول

اللہ سے، اللہ نے کی ہے اور تمہاری شادیاں تو تمہارے سرپرستوں نے کی ہیں۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ تین نکاح ایسے ہوے ہیں کہ جن کا اہتمام اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود فرمایا: آدم وحوا، رسالتمآبؐ وزینب بنت جحش، امیر المومنین وجناب سیدہ عالمیان علیھا السلام۔

۲۰۹۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ (الاحزاب : ۵۲)

ترجمہ (اے رسولؐ) اسکے بعد نہ آپ پر کوئی اور عورت حلال ہے نہ ہی آپ اپنی بیویوں کو دوسری بیویوں سے تبدیل کرسکتے ہیں۔ چاہے ان کا حُسن آپ کو بھلا معلوم ہو سوائے کنیزوں کے۔ اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے: حرمت عليكم امهتكم و بنتكم و اخواتكم و عمتكم و خلتكم و بنت الاخ و بنت الاخت و امهتكم التي ارضعنكم و اخوتكم من الرضاعة ... والله غفور رحيم ۝ (النساء :۲۳...۲۵) (تم پر یہ عورتیں حرام کی گئی ہیں مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں ۔۔۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے) تو الاحزاب کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ عامہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت نہ تھی کہ وہ مزید نکاح کرتے یا اپنی موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور خاتون سے نکاح کرتے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وہ حلال نہ تھا جو عام لوگوں کیلئے حلال ہے۔ تمہیں تو اختیار ہو کہ تم جس سے چاہو نکاح کرلو اور اپنی زوجہ کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرلو اور رسول اللہ کو یہ اختیار نہ ہو۔؟!!۔

۲۱۰۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب : ۵۷)

ترجمہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

"کلام الامام"

صحیح بخاری میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ فاطمة بضعة منى فمن اغضبها اغضبنى (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا مجھے غضبناک کیا)۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی جس نے تمہارے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت

دی جس نے اللہ کو اذیت دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

تبصرہ مولف: اللہ کو اذیت پہنچانے کا یہی مطلب ہے جو ان احادیث میں بیان ہوا ہے ورنہ یہ بات غور طلب ہے کہ بھلا انسان جو کمزور جاہل، اور مخلوق ہے وہ قوی علیم، اور خالق کو کیسے اذیت پہنچا سکتا ہے۔

۲۱۱۔ مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ○ (الاحزاب : ٦١)

ترجمہ (منافقین مدینہ جو افواہیں پھیلاتے ہیں) ملعون ہیں وہ جہاں کہیں ہوں پکڑے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس آیت کے بموجب ایسے لوگوں پر لعنت واجب ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں قرآن ملعون قرار دیتا ہے، جس کے بعد توبہ واستغفار اور معافی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

تبصرہ مولف: رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق افواہیں پھیلانے والوں میں وہ لوگ بھی شامل سمجھے جانے چاہئیں جنہوں نے آپ کے عہد میں اور آپ کے بعد جھوٹی احادیث وضع کیں، یا احکام شریعت میں دخل اندازیاں کیں۔

۲۱۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ○ (الاحزاب : ٦٩)

ترجمہ اے ایمان لانے والو۔! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ نے انہیں اس (تہمت) سے بری کر دیا جو انہوں نے لگائی تھی۔ اور وہ اللہ کے نزدیک باآبرو تھے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضرت موسیٰ تمام لوگوں سے دور، سبکی نظروں سے پوشیدہ ہو کر غسل کیا کرتے تھے، جبکہ بنی اسرائیل ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے تنہائی میں غسل کرنے سے انہوں نے یہ افواہ اُڑا دی کہ (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ میں ایک جسمانی نقص ہے کہ جس کی وجہ سے وہ سب کے سامنے کبھی برہنہ نہیں ہوتے۔ ادھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ جب ایک دن حضرت موسیٰ نے غسل کرنے کی خاطر اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تو اللہ نے اس پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹا کر ایسی جگہ پہنچا دیا جو تمام لوگوں کی نظروں کے سامنے تھی غسل کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰ مجبوراً اس جگہ آئے جہاں آپ کے کپڑے تھے تو سب نے آپ کو برہنہ دیکھ لیا اور اس طرح وہ تہمت جھوٹ ثابت ہوگئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کا ارشاد گرامی ہیکہ ان رضا الناس لا يملك والسنتهم لا تضبط (نہ تو سب لوگوں کو راضی کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی زبانیں بند کی جاسکتی ہیں) کیا لوگوں نے حضرت موسیٰ پر تہمت نہیں لگائی۔؟! آخر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں تمام تہمتوں سے بری قرار دیا۔

۲۱۳۔ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً ٥ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً ٥ (الاحزاب : ۷۱،۷۰)

ترجمہ اے ایمان لانے والو۔! اللہ سے ڈرو اور حق بات کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

"کلام الامام"

کافی میں منقول ہیکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مشہور صوفی عباد ابن کثیر بصری سے فرمایا۔ اے عباد تمہیں حرام خوری اور حرام کاری سے باز رہنے نے دھوکہ دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا اتقو الله وقولوا قولاسدیدا (اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور حق بات کہا کرو) پس یہ بات جان لو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارا کوئی عمل قبول نہ کرے گا جب تک کہ تم قول عدل (قول سدید و قول حق یعنی ولایت ائمہ معصومین) کے قائل نہ ہو گے۔

تفسیر قمی و کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے منقول ہیکہ ومن یطع الله ورسوله فقد فازفوزا عظیما یعنی جو اللہ اور اسکے رسول کی، ولایت علیؑ اور ان کے بعد دیگر ائمہ معصومین کی ولایت کے بارے میں اطاعت کرے گا، اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی)۔

۲۱۴۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً ٥ (الاحزاب : ۷۲)

ترجمہ ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین، اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے، لیکن انسان نے اسے اٹھالیا، بلاشبہ وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے الرضا میں منقول ہیکہ جب کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا الامانة الولاية من ادعا ها بغير حق كفر (یہ امانت ولایت ہے جس نے بغیر استحقاق اس کا دعویٰ کیا، اس نے کفر اختیار کیا)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے البصائر میں منقول ہیکہ امانت سے مراد ولایت ہے۔ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے تو اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور حملها الانسان (انسان نے اسے اٹھایا) سے مراد پہلا مدعیٔ خلافت ہے۔

معانی الاخبار اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیکہ الامانة الولاية۔ والانسان هو ابو الشرور المنافق (امانت سے مراد ولایت ہے اور (ظالم و جاہل) انسان سے مراد (اول ظالم) تمام برائیوں کا باپ وہی منافق ہے۔

۲۱۵۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَ أَيَّامًا آمِنِينَ ۝ (السبا : ۱۸)

ترجمہ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جنہیں ہم نے برکت عطا کی تھی ایسی آبادیاں بھی قرار دی تھیں جو ایک دوسرے سے دکھائی دیتی تھیں، اور ہم نے ان میں آمدورفت کا سلسلہ قائم کیا۔ ان میں راتوں اور دنوں میں امن وعافیت کے ساتھ سفر کرو۔

"کلام الامام"

کتاب الاحتجاج میں حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں ہمارے بارے میں امثال بیان کی ہیں۔ وہ بستیاں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ہے ہم ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کو جو ہمارے فضائل کے ماننے والے ہوں یہ حکم دیا ہے کہ وہ ہمارے پاس آئیں۔ قری ظاہرہ (ایک دوسرے سے دکھائی دینے والی بستیاں) سے مراد ہمارے احکام و احادیث ہمارے شیعوں تک پہنچانے والے علماء ہیں۔ و قدرنا فیھا السیر میں سیر سے مراد علم ہے کہ جس سے تمام عالم کی سیر ہوسکتی ہے۔ سیروا فیھا لیالی و ایاما میں سیر سے مراد حلال وحرام اور فرائض واحکام کی معلومات ہیں، جو لیالی و ایام یعنی رات کو بھی اور دن کو بھی حاصل کی جانی چاہئیں۔ امنیــن (امن وعافیت کے ساتھ) کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ علم اس معدن علم سے حاصل کیا جائے گا جس سے حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر اس میں کسی قسم کا خوف وخطرہ نہ رہے گا۔ اور تم شک وشبہ، گمراہی وضلالت سے اور حلال وحرام کو بدل دینے والوں سے محفوظ، امن وعافیت میں رہو گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حسن بصری سے فرمایا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے اس آیت کی تفسیر تنزیل کے خلاف کی ہے، اگر تم نے ایسا کیا ہے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ اس آیت میں بستیوں سے مراد ہےکہ مکہ ومدینہ کے درمیان کی آبادیاں ہیں تو یہ بتاؤ کہ ان آبادیوں میں کہاں امان ہے؟! ان بستیوں میں لوگوں کا مال چرالیا جاتا ہے، لوگ غلام بنالئے جاتے ہیں، اور کئی قتل بھی ہوجاتے ہیں۔ اسکے بعد آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جن بستیوں میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ہے وہ ہم اہلبیت ہیں۔ اس پر حسن بصری نے عرض کی میں آپ پر قربان ہوجاؤں کہیں اور بھی قرآن میں قری (بستیوں) سے آدمی مراد لئے گئے ہیں۔؟! امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فحاسبنھا حسابا شدیداً و عذبنھا عذابا نکرا ۝ (الطلاق : ۸) (اور بہت سی بستیوں نے اپنے پروردگار کے حکم اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی، تو ہم نے سختی سے ان کا حساب لیا اور انہیں برے عذاب کی سزا دی) پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے حکم اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرنے والے مکانات اور دیواریں تھیں یا ان بستیوں کے آدمی۔؟!!۔

کتاب الاحتجاج کی ایک طویل حدیث میں مروی ہےکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حنفی فقہ کے بانی ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول ومن دخلہ کان امناً (آل عمران : ۹۷) جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہے) میں کونسا مقام مراد ہے۔؟! جناب ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ اس سے مراد بیت اللہ ہے۔ اس پر امام علیہ السلام نے حاضرین سے مخاطب ہوکر

فرمایا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا عبداللہ ابن زبیر اور سعید ابن جبیر بیت اللہ میں داخل نہ ہوے، اور اس کے باوجود بھی قتل نہ ہوے۔؟!! تمام حاضرین نے عرض کی کہ بے شک ایسا ہی ہوا، اور وہ محفوظ نہ رہے۔ امام علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے کہا، اللہ کا کلام حقیقت کے خلاف نہیں ہوتا۔ ابوحنیفہ نے عرض کی کہ میں نے تو قیاس سے کام لیا تھا۔

۲۱۶۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقاً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (السبا : ۲۰)

ترجمہ اور ابلیس نے ان کے بارے میں اپنے گمان کو سچا ثابت کر دیا کہ مومنین کے ایک گروہ کے سوا، سب نے اس کی پیروی کی۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر میں مولائے کائنات کی ولایت کا اعلان فرمایا تو کچھ لوگوں نے اس اعلان کی نافرمانی کرنے کا عہد کر لیا۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔

کافی میں حضرت محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً بعد ہی اس آیت کی تاویل ظاہر ہوگئی کہ ابلیس کا وہ ظن وگمان کیا تھا۔ اعلان غدیر ہی کے وقت منافقین نے کہا تھا کہ (معاذ اللہ) رسالتمآبؐ یہ اعلان حکم خدا کے بغیر اپنی خواہش نفسانی سے کر رہے ہیں، اور ابلیس نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ منافقین بعد رسالتمآبؐ بیعت مولائے کائنات سے منحرف ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۱۷۔ وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ ٥ (السبا : ۳۷)

ترجمہ تمہارے مال اور اولاد تمہیں ہمارا مقرب بنانے والے نہیں ہیں لیکن وہ جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرے تو ان کیلئے کئی گنا جزا ہے، انکے اعمال کے بدلے میں، اور وہ (جنت کے) اعلیٰ درجات میں امن واطمینان کے عالم میں ہوں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں مروی ہیکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں دولت مندوں کا مذمت آمیز انداز میں تذکرہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا: خاموش رہ، اگر دولت مند شخص صلہ رحمی کرنے والا اور اپنے بھائیوں کے حق میں نیکی کرنے والا ہوگا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے کئی گنا اجر عطا فرمائے گا۔ پھر آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

۲۱۸۔ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ٥ (السبا : ۴۷)

ترجمہ (اے رسولؐ) کہدو کہ میں نے تم سے جو اجر طلب کیا ہے، وہ تو تمہارے ہی (نفع کے) لئے ہے۔ میرا اجر تو اللہ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس کا مفہوم یہ ہیکہ اس مودت کا فائدہ جسکا میں نے تم سے سوال کیا ہے تم ہی کو ملیگا۔ یعنی اس مودت کے طفیل میں تم دنیا میں راہ ہدایت پاوگے اور قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرلوگے۔

تبصرۂ مولف: حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کار رسالت کا امت سے جو اجر مانگا اسے قرآن نے ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا: قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی (الشوری: ۲۳) (اے رسول، کہد یجئے کہ میں اس کار رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے میرے اقربا کی مودت کے) اور پھر یہ اجر ایسا قرار پایا کہ جو امت ہی کیلئے فائدہ رسان ہے۔ یعنی مودت اہلبیت علیہم السلام ذریعہ نجات ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر خود حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمائی کہ مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی و من تخلف عنها غرق و هوی (میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق اور ہلاک ہوا)۔ اور دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابدا (میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کتاب خدا اور میری عترت میرے اہلبیت، جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے) اب جس کسی کو نجات پانا اور گمراہی سے بچنا ہے اس کیلئے مودت اہلبیت ضروری ہے۔ اس طرح یہ اجر پھر امت ہی کے نجات کا ذریعہ ہے، اور اصل اجر رسالت تو بہر حال اللہ ہی کے ذمے ہے، جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کے دربار سے ملے گا۔

۲۱۹۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (فاطر: ۱)

ترجمہ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ فرشتوں کو پیغام رسان بنانے والا ہے، جن کے دو دو، تین، تین اور چار چار شہپر ہیں۔ اللہ خلقت میں جو چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ هو الوجه الحسن و الصوت الحسن و الشعر الحسن (خلقت میں اضافہ سے مراد خوبصورت چہرہ، دلکش آواز، اور خوبصورت بال ہیں)۔

ایک دوسری حدیث میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہیکہ حسنوا القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا وقراهذه الایة (قرآن کو اچھی آواز سے پڑھا کرو، کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے) پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

۲۲۰۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعاً ؕ (فاطر : ۱۰)

ترجمہ جوکوئی عزت چاہتا ہے تو تمام عزت تو بس اللہ ہی کے لئے ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث منقول ہیکہ ان ربکم یقول کل یوم انا العزیز فمن اراد عزالدارین فلیطع العزیز۔ (تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ کیلئے عزیز (ناقابل شکست) ہوں پس جس کسی کو دارین کی عزت چاہیے وہ عزیز کی اطاعت کرے)۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی جنادہ ابن ابی سفیان کو جو آخری وصیت فرمائی وہ بحارالانوار میں منقول ہے، جس کا ایک فقرہ یہ بھی ہیکہ واذا اردت عزا بلا عشیرة وھیبة بلا سلطان فاخرج من ذل معصیة الله الیٰ عزطاعة الله (جب تم چاہو کہ بغیر خاندان وقبیلہ کے طاقتور رہو، اور بغیر اقتدار کے بارعب و دبدبہ رہو تو اللہ کی معصیت ونافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی عزت میں آجاو۔

۲۲۱۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَّ نَذِيْراً ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ٥ (فاطر : ۲۴)

ترجمہ (اے رسول) بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی قوم نہیں مگر یہ کہ اس میں کوئی ڈرانے والا ہوتا ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تک حکم خدا سے اپنے بعد ڈرانے والا مقرر نہیں فرمادیا، اس دنیا سے رخصت نہیں ہوے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ آپؐ نے اپنے بعد اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گویا آپ نے اپنی امت کے ان لوگوں کو جو اپنے آباواجداد کے صلب میں تھے (یعنی ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے) ضائع کردیا (یعنی ان کے لئے کوئی ڈرانے والا ہی نہ چھوڑا)۔ کسی نے امام علیہ السلام سے پوچھا: کیا لوگوں کی ہدایت کیلئے کتاب خدا کافی نہیں ہے؟! آپؑ نے فرمایا یقیناً کتاب خدا کافی ہے بشرطیکہ وہ کتاب اللہ کے مفسر کا عرفان رکھتے ہوں۔ اس پر کسی نے پوچھا تو کیا رسالتمآبؐ نے کتاب خدا کی تفسیر نہیں فرمائی۔؟! امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسالتمآبؐ نے کتاب خدا کی کماحقہ تفسیر تو صرف ایک شخص کیلئے فرمائی تھی، اور پھر باقی امت کیلئے اس شخص کی کماحقہ تفسیر کردی (یعنی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا اپنی امت کو کماحقہ تعارف کروادیا)۔

۲۲۲۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ٥ (فاطر : ۳۲)

ترجمہ پھر ہم نے اس کتاب کا اپنے منتخب بندوں کو وارث بنایا پس ان میں سے کچھ خود پر ظلم کرنے والے ہیں، ان میں سے کچھ میانہ رو ہیں اور ان میں سے کچھ اللہ کے حکم سے بھلائیوں کی جانب سبقت کرنے والے ہیں۔ یہی تو بہت بڑی فضیلت ہے۔

"کلام الامام"

کتاب الاحتجاج میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ یہ آیت اولاد جناب سیدۃ عالمیان علیہا السلام یعنی سادات کے بارے میں ہے۔ جس میں ظالم لنفسه (خود پر ظلم کرنے والے) وہ ہیں جو لوگوں کو نہ تو گمراہی کی دعوت دیں نہ ہدایت کی، مقتصد (میانہ رو) وہ ہیں جو امام معصوم کے حق کی معرفت رکھتے ہوں، اور سابق بالخیرت (بھلائی کی جانب سبقت کرنے والے) خود آئمہ معصومینؑ ہیں۔

۲۲۳۔ یٰسٓ ﴿یٰسٓ : ۱﴾

"کلام الامام"

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ یٰسٓ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام ہے۔ اور اس کے ظاہری معنی یا سامع الوحی (اے وحی کے سننے والے) ہیں۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے ایک حدیث منقول ہےکہ یس اسم رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم والدلیل علی ذلك قوله تعالیٰ انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی آیت کے بعد دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ تم مرسلین میں سے ہو اور صراط مستقیم پر ہو)۔

۲۲۴۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿یس : ۱۲﴾

ترجمہ اور ہم نے روشن مرتبہ والے امام میں ہر چیز کا احصاء احاطہ کرلیا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہےکہ ذکر ابن عباس عن امیر المومنین انه قال انا والله الامام المبین ابین الحق من الباطل ورثته من رسول الله (عبداللہ ابن عباس حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ہی وہ امام مبین ہوں جو حق کو باطل سے ممیز و ممتاز کرتا ہے یہ صفت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں پائی ہے۔

معانی الاخبار میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور آپؑ نے اپنے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب یہ آیت (وکل شیء احصینه فی امام مبین) نازل ہوئی تو

دونوں خلفا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا امام مبین سے توریت مراد ہے؟! آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کی تو کیا اس سے مراد انجیل ہے؟! فرمایا نہیں۔ عرض کی تو پھر کیا امام مبین سے مراد قرآن ہے؟! فرمایا نہیں اسی اثناء میں حضرت امیرالمومنین تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ھو ھذا۔؟! انه الامام الذی احصی الله تبارک وتعالیٰ فیه علم کل شیء (یہ وہی ہے۔ یہی وہ امام ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر چیز کے علم کا احصا کر دیا ہے)۔

۲۲۵۔ اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ٥ (یٰسٓ : ۱۴)

ترجمہ جب ہم نے انکی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا۔ تب ہم نے (انہیں) تیسرے (رسول) سے تقویت پہنچائی اور ان رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرف (اللہ کے) بھیجے ہوئے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان وتفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انطاکیہ (قدیم رومی شہر جو فی الحال ترکی کا علاقہ ہے) کے بادشاہ نے پہلے دو رسولوں کو قید کر دیا تھا۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تیسرے رسول کو وہاں بھیجا تو انہوں نے بادشاہ سے رسم و راہ بڑھائی اور اس کے مقرب ہوگئے اور پھر ایک دن ان قیدی رسولوں کے بارے میں پوچھا۔ جب بادشاہ نے انہیں قید کرنے کی وجہ بتائی تو انہوں نے اس بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر ان دونوں قیدیوں کو رسول ہونے کا دعویٰ ہے تو کیوں نہ ان کا امتحان لیا جائے۔ چنانچہ ان رسولوں کو قید سے بلایا گیا اور انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی تو ایک نابینا کو بینائی مل گئی، ایک اپاہج کے پیروں کی طاقت عود کر آئی اور بادشاہ کا بیٹا جسے انتقال کیے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا دوبارہ زندہ ہوگیا۔ (اس طرح اس تیسرے رسول سے ان دو رسولوں کو تقویت پہنچائی گئی)۔

۲۲۶۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ٥ (یٰسٓ : ۴۰)

ترجمہ نہ تو سورج چاند تک پہنچ سکتا ہے نہ ہی رات دن پر سبقت پا سکتی ہے، اور یہ سب اپنے خاص مدار پر تیر رہے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خلق النهار قبل اللیل (دن رات سے پہلے پیدا کیا گیا) چنانچہ ولا اللیل سابق النهار (اور نہ رات دن پر سبقت پا سکتی ہے) سے یہ حقیقت ثابت ہے۔

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان الله عزوجل خلق الشمس قبل القمر وخلق النور قبل الظلمة (اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورج کو چاند سے قبل اور نور کو ظلمت سے پہلے پیدا فرمایا)۔

تبصرۂ مولف: نہ صرف نزول قرآن کے وقت بلکہ اس کے بہت بعد تک ساری دنیا کے ہیئت داں یہی یقین رکھتے تھے کہ سورج چاند اور دیگر اجرام فلکی متحرک نہیں بلکہ آسمان پر چراغوں کی طرح جڑے ہوئے غیر متحرک ہیں۔ پھر علمائے ہیئت اس بات کے قائل

ہوے کہ دیگر اجرام فلکی تو سورج کے اطراف حرکت کرتے ہیں لیکن سورج خود اپنے مقام پر ثابت اور غیر متحرک ہے۔ ظاہر ہیکہ ایسے زمانے میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہیکہ وکل فی فلك یسجون (اور یہ سب اپنے خاص مدار پر تیر رہے ہیں) یعنی یہ سب متحرک اور معلق ہیں اور چراغوں کی طرح ثابت اور غیر متحرک نہیں) ایک عجیب وغریب بات تھی جو بعد کی نسلوں کیلئے قرآنی معجزہ ہے۔

۲۲۷۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَابَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ (یٰس : ۴۵)

ترجمہ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے اس سے ڈرو، شاید تم پر رحم کیا جاے (تو وہ پرواہ نہیں کرتے)۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ مابین ایدیکم (جو تمہارے آگے ہے) سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا کرنا تمہارے پیش نظر ہے اور ماخلفکم (جو تمہارے پیچھے ہے) سے مراد ماخلفکم من العقوبة (گزشتہ گناہوں کی سزا) ہے۔

۲۲۸۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ٥ (یٰس : ۶۰،۶۱)

ترجمہ اے اولاد آدم۔کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرنا، یہی صراط مستقیم ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ من اطاع رجلا فی معصیة فقد عبده (جس نے اللہ کی معصیت میں کسی شخص کی اطاعت کی تو گویا اس نے اس شخص کی عبادت کی)۔

وسائل الشیعہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیکہ من اصغی الی ناطق فقدعبده فان کان الناطق یودی عن اللہ فقد عبداللہ وان کان الناطق یودی عن الشیطان فقد عبدالشیطان جس نے کسی شخص کی بات مان لی گویا اس نے اس کی عبادت کی پس اگر کہنے والا خدا کی طرف سے کچھ کہتا ہے تو گویا اس نے خدا کی عبادت کی اور اگر کہنے والا شیطان کی طرف سے کہتا ہے تو اس کی بات ماننے والے نے گویا شیطان کی عبادت کی۔

قرآن مجید کی اس آیت اتخذو آ احبارهم و رهبا نهم اربابا.... (التوبہ : ۳۱) (انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا پروردگار بنالیا تھا) کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اما واللہ ما دعوهم الی عبادة انفسهم ولو دعوهم ما اجابو هم ولکن احلو لهم حراما و حرموا علیهم حلالاً فعبدوهم من حیث لایشعرون (اللہ کی قسم ان علماء اور راہبوں نے اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر وہ اپنی عبادت کا حکم

دیتے تب بھی لوگ اسے کبھی قبول نہ کرتے لیکن انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا۔ لوگوں نے اسے قبول کر کے لاشعوری طور پر ان کی عبادت کر لی۔۔

تبصرہ مولف: اسی لئے شیعہ مسلک میں نہ تو تفسیر بالرائے کی اجازت ہے نہ ہی غیر معصوم کی اطاعت و پیروی کا کوئی جواز۔

۲۲۹۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (یٰسٓ : ۶۹۔۷۰)

ترجمہ اور ہم نے ان (رسولؐ) کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کیلئے زیبا ہے، وہ سوائے یاددہانی اور واضح قرآن کے (کچھ) نہیں تاکہ وہ اسے خوف دلائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ من کان حیا (جو زندہ ہو) میں حیا (زندہ) سے مراد عاقل و مومن ہے۔ اسلامی ادب و روایات میں حیات و صحت سے مراد ایمان، اور موت و مرض سے مراد کفر ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہیکہ ومن قل ورعه مات قلبه (جس میں پرہیزگاری کم ہوئی اس کا دل مر گیا) صحیفہ کاملہ کی پہلی مناجات میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ امات قلبي عظيم جنايتي (میرے بڑے جرائم نے میرے قلب کو موت دیدی ہے)

تبصرہ مولف: لينذر من كان حيا (تاکہ وہ اسے خوف دلائیں جو زندہ ہو) ظاہر ہیکہ خوف زندہ ہی کو دلایا جا سکتا ہے مردہ کو نہیں۔ لھذا جیسا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے یہاں حیا (زندہ) سے مراد عاقل و مومن ہی ہے جسے خوف دلایا جا سکتا ہے۔

وما علمنه الشعروما ينبغي له (اور ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کیلئے زیبا ہے) سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہونی چاہیے کہ فن شعر گوئی کی مذمت مقصود ہے کیونکہ تمام ائمہ معصومین علیھم السلام اور جناب سیدہ عالمیان علیھا السلام کی شعر گوئی ثابت و مسلم ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ تفسیر تبیان میں فرماتے ہیں کہ لانه لو علمناه ذلك لدخلت به الشبه ... انه قدر على ذلك مافى طبعه من الفطنة للشعر (ہم نے انہیں شاعری اس لئے نہیں سکھائی کہ اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا کہ قرآن آپ کے اس فن شعر گوئی اور سلیقہ شاعری کا نتیجہ ہے جو آپ کی طبع میں ہے۔ اور یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اشعار سنتے تھے بلکہ شعر گوئی کی ترغیب بھی دیتے تھے چنانچہ آپ نے حسان بن ثابت سے فرمایا کہ لاتزال یاحسان مؤیدا بروح القدس مانصرتنا بلسانك اے حسان جب تک تم اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتے رہو گے روح القدس تمہاری مدد کرتے رہینگے۔

۲۳۰۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت : ۲۴)

ترجمہ اور انہیں روکو کہ یقیناً ان سے پوچھ گچھ ہو گی۔

"کلام الامام"

علل الشرائع اور الخصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہیکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاتزول قدم عبد یوم القیامة حتی یسال عن اربع ، عن عمره فیما افناه، وشبابه فیما ابلاه ، وعن ماله من این اکتسبه و فیما انفقه وعن حبنا اهل البیت ۔ (بروز قیامت بندہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے گا جب تک کہ اس سے ان چار باتوں کے متعلق سوال نہ ہو جائے ا۔اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اپنی عمر کیسے گزاری ۲۔اس کے شباب کے متعلق کہ اس نے اپنا دور شباب کن مشاغل میں صرف کیا ۳۔اس کے مال و دولت کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا اور کیسے خرچ کیا ۴۔ اور ہم اہلبیت کی محبت ومودت کے بارے میں۔

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امالی میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اذا کان یوم القیامة و نصب الصراط علی جهنم لم یجز علیه الا من معه جواز فیه ولایة علی بن ابی طالب و ذلك قوله تعالیٰ و قفوهم انهم مسئولون یعنی عن ولایة علی بن ابی طالب (بروز قیامت جب جہنم پر صراط نصب ہوگا تو اس پر سے کوئی نہ گزر سکے گا سوائے اس کے جس کے پاس ایسا پروانہ ہو جس میں ولایت علیؑ بن ابی طالب ہو اسی کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہیکہ وقفوهم انهم مسئولون (اور انہیں روکو کہ یقیناً ان سے پوچھ گچھ ہوگی)۔

تبصرۂ مولف: اس آیت کی تفسیر میں نہ صرف شیعہ کتب احادیث میں بلکہ اہلسنت کی معتبر کتابوں میں بھی منقول ہے کہ بروز قیامت یہ باز پرس ولایت امیر المومنینؑ کے بارے میں ہوگی۔ان میں سے چند مشہور کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں: حکم ابوالقاسم حسکانی کی شواہد التنزیل، ابن حجر ہیثمی کی صواعق محرقہ، ابونعیم اصفہانی کی کفایۃ الخصال اور شہاب الدین محمود آلوسی کی تفسیر روح المعانی۔

۲۳۱۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ٥ (الصّٰفّٰت:۷۷)

ترجمہ اور ہم نے ان (نوحؑ) کی اولاد کو باقی رہنے والا قرار دیا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ الحق والنبوة والکتاب والایمان فی عقبه ولیس کل من فی الارض من بنی آدم من ولد نوحؑ قال الله عز و جل فی کتابه احمل فیها من کل زوجین اثنین واهلك الا من سبق علیه القول منهم و من آمن وما آمن معه الا قلیل و قال الله عز وجل ایضاً ذریة من حملنامع نوح ۔(اولاد نوحؑ کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ حق، نبوت، کتاب خدا اور ایمان ان میں برقرار رہا۔لیکن کرہ ارض پر جتنے آدمی ہیں وہ سب اولاد نوحؑ سے نہیں ہیں۔اور اس کی دلیل اللہ سبحانہ کا قرآن میں یہ ارشاد ہے کہ "ہم نے نوح کو حکم دیا کہ جانوروں کا ایک ایک جوڑا، اپنے اہل خانہ اور انہیں جو ایمان لا چکے ہیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرلو سوائے اس کے جس کی ہلاکت کا وعدہ ہو چکا ہے۔اور نوح کے ساتھ بہت کم لوگ ایمان لائے تھے"۔(ہود:۴۰) اس کے علاوہ اللہ سبحانہ وتعالی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ "اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی) میں سوار کیا تھا"۔(بنی اسرائیل:۳)

تبصرۂ مولف: وجعلنا ذریته هم البقین (اور ہم نے نوحؑ کی اولاد کو باقی رہنے والا قرار دیا) سے اکثر مفسرین اور مورخین اس

بات کے حامی نظر آتے ہیں کہ دنیا کے تمام آدمی حضرت نوحؑ کی اولاد یعنی سام، حام اور یافث ہی کی نسل سے ہیں لیکن جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآنی دلیل سے واضح فرمایا ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ مومنین کی ایک قلیل تعداد بھی تھی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ موجودہ نسل آدم حضرت نوحؑ کے علاوہ ان مومنین کی اولاد سے ہے۔ اور اولاد نوحؑ کے باقی رکھنے کا مطلب وہی ہے جو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق، نبوت، کتاب خدا اور ایمان اولاد نوحؑ میں باقی رہا۔

۲۳۲۔ سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الصّٰفّٰت : ۷۹)

ترجمہ تمام جہانوں میں نوحؑ پر سلام ہو۔

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک حدیث کا جزیہ بھی ہیکہ حضرت نوحؑ نے اپنی اولاد کیلئے ایک وصیت لکھ چھوڑی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اس وصیت کو ہر سال ایک معینہ روز دیکھا کریں، اور وہ روز ان کیلئے روز عید قرار پایا۔ کچھ عرصہ بعد جب حام اور یافث کی اولاد نے سام کے وارثوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا تو اولاد سام نے اپنے علم کو پوشیدہ کر لیا اور اب علم والہام و نبوت سام کی اولاد میں باقی رہی جبکہ حکومت وسلطنت حام اور یافث کی نسلوں کا حصہ قرار پائی...... حام کی نسل سندھ، ہند اور حبش میں اور سام کی نسل عرب وعجم میں پھیلی۔ اور اکثر سلطنت ان کے خلاف رہی۔

تبصرۂ مولف: شاید یہی وجہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں عام طور پر سیاست وسلطنت بحران کا شکار رہی ہے۔

۲۳۳ فَقَالَ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ۝ فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِیۡنَ ۝ (الصّٰفّٰت : ۸۹، ۹۰)

ترجمہ (ابراہیم) نے کہا کہ میں بیمار ہوں (اس لئے تمہارے ساتھ بتوں کے جشن میں نہیں جاسکتا) اس پر وہ لوگ ان کے پاس سے پلٹ کر چلے گئے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا کی قسم نہ تو حضرت ابراہیمؑ بیمار تھے اور نہ ہی انہوں نے دروغ بیانی کی۔ تفسیر قمی کی روایت کے مطابق **انی سقیم** کا ترجمہ "میں بیمار ہوں" نہیں بلکہ (عنقریب) "میں بیمار ہو جاؤں گا" ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی کہ **انک میت و انهم میتون** (الزمر: ۳۰) "اے رسول" بے شک تم بھی میت (یعنی مرنے والے) ہو اور یہ لوگ بھی یقیناً مردہ (یعنی مرنے والے) ہیں۔

تبصرۂ مولف: بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے توریہ فرمایا تھا۔ توریہ ایسا کلام ہے جس کے دو یا اس سے زیادہ مفہوم ہوں، لیکن اس کلام کا سامع اس کے ظاہری اور قریبی معنی ہی مراد لے جبکہ متکلم کا منشاء اس کلام کے باطنی معنی ہوں۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی سے پوچھے کہ "آپ نے کھانا کب کھایا؟" اور وہ شخص جواب دے کہ "میں نے مغرب سے قبل کھانا کھایا ہے" اور حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے نماز فجر کے وقت ناشتہ کیا ہو تو سامع تو یہی سمجھے گا کہ اس نے مغرب سے عین قبل کھانا کھایا ہے۔ روایات کے مطابق توریہ جھوٹ نہیں ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا **الرجل یستاذن علیه فیقول للجاریة قولی لیس هو ههنا، فقال علیه السلام لا بأس لیس بکذب** (ایک شخص کسی سے ملاقات کیلئے اس کے گھر آئے اور یہ اپنی کنیز کو حکم دے کہ اس سے کہہ دو کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں اور کنیز باہر جا کر یا دروازے کے پیچھے سے اس آنے

والے سے یہ کہدے کہ وہ ''یہاں'' نہیں ہے یعنی مکان کے باہر یا دروازے کے پیچھے نہیں ہے تو اسکا کیا حکم ہے؟ اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔

۲۳۴۔ وَقَالَ اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَهْدِیْنِ ٥ (الصّٰفّٰت:۹۹)

ترجمہ اور (ابراہیم) نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ میری رہنمائی کریگا۔

"کلام الامام"

کتاب التوحید میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ جن کی تنزیل و تاویل میں مطابقت نہیں ہے۔ ان آیتوں کے معانی و مطالب ظاہری الفاظ کے خلاف ہیں۔ کلام الٰہی کلام انسانی سے مشابہت و مطابقت نہیں رکھتا۔ مثلاً انی ذاهب الی ربی سیهدین (میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ میری رہنمائی کریگا) کا ظاہری مطلب یہ ہوگا کہ میں مرنے والا ہوں اور میرا پروردگار جنت تک میری رہنمائی کریگا۔ جب کہ پروردگار کی طرف جانے کا مطلب تمام توجہ اور خضوع سے قرب خدا کیلئے عبادت کرنا ہے۔ اس طرح اس آیت کی تاویل اس کی تنزیل سے مختلف ہے۔

۲۳۵۔ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ٥ (الصّٰفّٰت:۱۰۷)

ترجمہ اور ہم نے اسے ایک عظیم قربانی سے بدل دیا۔

"کلام الامام"

عیون الاخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت اسماعیل کی جگہ دنبہ ذبح ہوگیا تو حضرت ابراہیم نے خیال کیا کہ کاش اسماعیل ہی ذبح ہوتے کیونکہ انہیں تو اسماعیل ہی کے ذبح ہونے کا یقین تھا۔ اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ ''اے ابراہیم! ہماری مخلوق میں تمہیں سب سے زیادہ کون محبوب وعزیز ہے۔؟ حضرت ابراہیم نے عرض کی یا اللہ تو نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ میرے لئے کسی کو محبوب پیدا ہی نہیں فرمایا، وہ مجھے خود میری اپنی ذات سے زیادہ محبوب وعزیز ہیں۔ پھر وحی آئی کہ اے ابراہیم تمہیں اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے کہ ان کی اولاد؟ عرض کی ان کی اولاد۔ تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اولاد کا ان کے دشمنوں کے ہاتھ قتل کیا جانا تمہیں زیادہ غم ورنج دے گا یا تمہارے اپنے بیٹے کا خود تمہارے ہاتھ سے ہماری اطاعت میں ذبح ہونا؟! حضرت ابراہیم نے عرض کی پروردگار محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اولاد کا انکے دشمنوں کے ہاتھوں سے ذبح ہونا میرے لئے زیادہ غم ورنج کا باعث ہوگا۔ تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو شہادت سید الشہداء علیہ السلام سے تفصیلاً آگاہ فرمایا۔ جس پر انہوں نے سخت گریہ کیا۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم چونکہ تم نے اپنے فرزند کے رنج وغم کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرزند کے غم پر فدیہ کر دیا لہٰذا ہم نے تمہارے لئے ثواب وجزاء کے وہ ارفع واعلیٰ مدارج واجب کر دیئے جو صابروں کو ملیں گے۔'' اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: سواد اعظم کے اکثر مفسرین نے ذبح عظیم سے مراد وہ دنبہ لیا ہے جو حضرت اسماعیل کا فدیہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس دنبہ کیلئے ''عظیم'' اس لئے استعمال ہوا کہ وہ عظیم الجثہ تھا، جبکہ ان میں سے بعض کا خیال یہ ہے کہ وہ عظیم المرتبت دنبہ تھا جو جنت سے آیا تھا۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کے اس واقعہ کی یاد میں جو ہر سال قربانی ہوتی ہے اور جو اتنی بڑی تعداد میں ہر سال

جانور ذبح کئے جاتے ہیں اس نے اسے "ذبح عظیم" بنادیا ہے۔ لیکن، چاہے وہ دنبہ عظیم الجثہ ہو یا عظیم المرتبت بہشتی جانور، یا اس قربانی کے جانوروں کی تعداد ہر سال اربوں تک بھی پہنچ جائے تو کیا اس کی منزلت اور درجہ ایک نبی کے فرزند اور خود ایک نبی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بھی آگے بڑھ جائیگا۔! اس کے مقابلے میں شیعی تفاسیر میں اس ذبح عظیم سے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت مراد لی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ انسانی تاریخ کی عظیم ترین اور مکمل ترین قربانی ہے۔

۲۳۶۔ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۳۷۔۱۳۸)

ترجمہ اور تم خود (قوم لوط کی تباہ شدہ بستیوں سے) گذرتے ہو، صبح کو بھی اور رات کو بھی، تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟!

"کلام الامام"

کافی میں روایت کی گئی ہے کہ جب کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان آیات کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا **تمرون عليهم فی القرآن اذاقرأتم فی القرآن ماقص الله عليكم من خبرهم** تم ان بستیوں سے اس وقت گذرتے ہو جب تم قرآن کی اُن آیات کی تلاوت کرتے ہو کہ جن میں اللہ نے ان (قوم لوط) کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

تبصرۂ مولف: بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اہل حجاز اپنے سفر شام کی راہ میں قوم لوط کی ان بستیوں سے گذرا کرتے تھے جو عذاب الٰہی سے تباہ ہوگئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کلام الٰہی کے مخاطب صرف وہی لوگ ہونگے جنہوں نے حجاز سے شام کا سفر کیا ہوگا اور ان بستیوں کے آثار دیکھے ہوں گے۔ لیکن ہر زمان و مکان کا قاری قرآن بوقتِ تلاوت ان تباہ شدہ بستیوں سے ضرور گذرتا ہے۔ امام علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر کی ہمہ گیری اور وسعت ان مفسرین کی رائے میں کہاں۔!!

۲۳۷۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝

(الصّٰفّٰت: ۱٦٤۔۱٦٦)

ترجمہ اور ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کیلئے ایک مختص مقام نہ ہو، اور بے شک ہم صف باندھنے والے اور بلاشبہ ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیتیں ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہی وہ تھے جو عالم نور میں عرش الٰہی کے اطراف صف باندھ کر تسبیح پروردگار کیا کرتے تھے۔ عالم ملکوت نے ہماری تسبیح ہی سے تسبیح کرنا سیکھا۔ پھر جب خدا نے ہمیں زمین پر بھیجا تو اہل زمین نے بھی ہم ہی سے تسبیح کرنا سیکھا۔ پس صف باندھنے والے بھی ہم ہیں اور تسبیح کرنے والے بھی ہم ہیں۔

تبصرۂ مولف: بعض مفسرین نے ان آیات کو فرشتوں کا کلام قرار دیا ہے۔ لیکن آیات کے سیاق و سباق سے یہ بات واضح نہیں ہے اور پھر تفسیر معصوم کی موجودگی میں رائے زنی کا جواز کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔

۲۳۸۔ مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (صٓ:۷)

ترجمہ ہم نے اپنے بزرگوں اور اسلاف سے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی یہ بس ایک من گھڑت بات ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں بھی کچھ لفظی اختلاف سے یہ منقول ہے کہ کفار مکہ نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے ہمیں اور ہمارے خداؤں کو ناراض کیا ہے، آپ انہیں حکم دیں کہ اس سے باز رہیں۔ جب حضرت ابوطالب نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام پہنچایا تو آپؐ نے فرمایا **لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما اردته ولکن کلمة یعطونی یملکون بها العرب وتدین بها العجم و یکونون ملوکاً فی الجنة** (اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں مہتاب رکھ دیں تب بھی میں ان کی بات نہ مانوں گا البتہ اگر وہ میری صرف ایک بات مان لیں تو وہ نہ صرف تمام عرب وعجم پر حکومت کریں گے بلکہ جنت بھی ان کی ملکیت ہو جائیگی۔ کفار قریش نے جب یہ ارشاد سنا تو کہا کہ ہم آپ کی بات ماننے کو تیار ہیں لیکن وہ کونسی بات ہے کہ جس سے ہمیں یہ اختیارات مل جائیں گے۔ اس پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **تشهدوا ان لااله الا الله وانی رسول الله** (یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے سارے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا مانیں؟! یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے۔ **ماسمعنا بهذا فی الملة الاٰخرة ان هذا الا اختلاق** (ہم نے اپنے بزرگوں اور اسلاف سے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی، یہ بس ایک من گھڑت بات ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ سورہ صٓ کی پہلی سات آیتیں اسی واقعہ پر نازل ہوئیں۔

۲۳۹۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ عَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ (صٓ:۱۲)

ترجمہ ان سے پہلے قوم نوح، عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرعون اس لئے **ذو الاوتاد** (میخوں والا) مشہور ہو گیا کہ وہ جب کسی کو سزا دیتا تو اسے منہ کے بل زمین پر لٹا کر چاروں ہاتھ پیر پھیلا دیتا، اور ان میں میخیں ٹھونک دیتا اور بسا اوقات زمین کے بجائے انہیں لکڑی کے تختے پر لٹا کر ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا، اور وہ تڑپ تڑپ کر اسی حال میں مرجاتے اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے **ذو الاوتاد** (میخوں والا) کہا ہے۔

۲۴۰۔ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (صٓ:۱۷)

ترجمہ: یہ جو کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ہمارے ہاتھوں والے بندے داؤد کو یاد کرو، بے شک وہ بڑے لَو لگانے والے تھے۔

"کلام الامام"

التوحید میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلام عرب میں **الید** (ہاتھ) سے طاقت، نعمت اور عطا مراد ہوتی ہے۔ (یعنی حضرت داؤدؑ طاقتور اور صاحب نعمت وعطا تھے)۔

۲۴۱۔ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۝ (ص: ۲۰)

ترجمہ اور ہم نے ان کی سلطنت کو مستحکم کر دیا تھا اور انہیں حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا کی تھی۔

"کلام الامام"

الجوامع میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حکمت سے مراد قانون شریعت ہے، جس کا ایک جز حضرت داؤد کا یہ قول بھی ہے کہ گواہ فراہم کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے، اور اگر مدعی علیہ اس گواہ کو تسلیم نہ کرے یا گواہ و شہادت کی غیر موجودگی میں، مدعا علیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ قسم کھالے۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ **فصل الخطاب** سے مراد تمام زبانوں سے آگاہی ہے۔ دیگر کئی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو حکمت اور فصل الخطاب عطا ہوئی ہیں۔

۲۴۲۔ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۝ (ص: ۲۴،۲۵)

ترجمہ اور اب داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے، تو انہوں نے اپنے پروردگار سے بخشش چاہی اور سجدے میں گر کر توبہ و انابت کرنے لگے، تو ہم نے انہیں معاف کر دیا اور یقیناً انہیں ہمارے یہاں تقریب حاصل ہے اور ان کا انجام نیک ہے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے متعلق گفتگو میں علی ابن جہم سے پوچھا کہ تم حضرت داؤد کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت داؤد عبادت میں مصروف تھے، اس وقت شیطان ایک خوبصورت پرند کی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا۔ حضرت داؤد نماز توڑ کر اس پرند کو پکڑنے کیلئے نکل پڑے۔ وہ پرندہ حضرت داؤد کے ایک فوجی افسر اوریاہ حتی کے گھر میں چلا گیا۔ اب حضرت داؤد نے کیا دیکھا کہ اوریاہ کی زوجہ غسل کر رہی ہے۔ حضرت داؤد اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئے۔ پھر انہوں نے اوریاہ کو کسی جنگ میں بھجوا دیا اور یہ تاکید کی کہ وہ صف اول میں تابوت کے آگے رہے، چنانچہ اوریاہ جنگ میں مارا گیا اور حضرت داؤد نے اوریاہ کی بیوی سے شادی کر لی۔ یہ سن کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے افسوس سے پیشانی پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا **انا لله و انا اليه راجعون، لقد نسبتم نبيا من انبياء الله الى التهاون بصلاته حتى خرج فى اثر الطير ثم بالفاحشة ثم بالقتل** (انا للہ...... تم نے ایک نبی پر نماز سے غفلت برتنے اور اس کی تحقیر کرنے کی تہمت دی حتیٰ کہ وہ پرندے پیچھے نکل بھاگے۔ پھر تم نے ان پر فحش بات کا بہتان باندھا، پھر ان پر قتل کا الزام لگایا) اس پر علی ابن جہم نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پھر حضرت داؤد کی وہ کونسی لغزش تھی کہ جس پر انہوں نے استغفار کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا **فغفرنا له ذلك** (تو ہم نے انہیں معاف کر دیا) اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت داؤد کو یہ گمان ہو چلا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی اور کو ان سے زیادہ عالم خلق نہیں فرمایا اور انہوں نے اسی گمان کے زیر اثر ایک

قضیہ کا مدعی سے ثبوت اور مدعا علیہ سے اس کا بیان لئے بغیر جلد بازی سے فیصلہ کر دیا۔ بس حضرت داؤد کی یہی خطا تھی۔ کیا تم نے اللہ سبحانہ کا قرآن میں یہ ارشاد نہیں پڑھا؟! **یٰداؤد انا جعلنك خليفة في الارض** (اے داؤد ہم نے زمین میں تمہیں خلیفہ مقرر کیا) اس پر کسی نے عرض کی تو پھر اوریاہ حتی کا کیا واقعہ ہے؟! امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت داؤد کے زمانے میں بیوہ عورتیں دوبارہ شادی نہیں کرتی تھیں، حضرت داؤد وہ پہلے شخص تھے جن کیلئے اللہ نے بیوہ سے نکاح کو مباح قرار دیا، لیکن لوگوں نے ان کے اس اقدام کو معیوب جانا (اور پھر شاید اسی وجہ سے لوگوں نے حضرت داؤد پر اتنی شرمناک تہمت لگائی)۔

تبصرۂ مولف: موجودہ تورات میں اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت ہے، جو سواد اعظم کے مفسرین نے بھی اپنالی ہے:

It happened late one afternoon, ,when David arose from his couch and was walking upon the roof of the king's house, that he saw from the roof a woman bathing; and the woman was very beautiful. And David sent and inquired about the woman. And one said "Is not this Bathsheba the daughter of Eliam, the wife of Uriah the Hittite? So David sent messengers and took her, and she came to him, and he lay with her. (Now she was purifying herself from her uncleanness.) Then she returned to her house. And the woman conceived; and she sent and told David, "I am with child" (2 Samuel:11)

ایک دوپہر کے آخری حصہ میں داؤد اپنے بستر سے اٹھ کر اپنے محل کی چھت پر ٹہل رہے تھے کہ انہوں نے محل کے بالا حصار سے ایک عورت کو نہاتے ہوئے دیکھا اور وہ عورت بہت ہی حسین وجمیل تھی۔ داؤد نے کسی کو بھیج کر اس عورت کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ کسی نے کہا کہ یہ الیعام کی بیٹی بت شبع اور اوریاہ حتی کی بیوی تو نہیں؟! پھر داؤد نے اپنے ہرکارے کو بھیج کر اس عورت کو بلوایا اور وہ داؤد کے پاس آئی۔ انہوں نے اس کے ساتھ ہم بستری کی، اب وہ اپنی نجاست سے پاک ہو کر اپنے گھر واپس چلی گی، اور وہ عورت حاملہ ہوگئی اور اس نے داؤد کو کہلا بھیجا کہ "میں حاملہ ہوں"۔

۲۴۳۔ **وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝** (ص:۶۲)

ترجمہ اور (اہل جہنم) کہیں گے کیا ہو گیا کہ انہیں جن کو ہم اشرار شمار کرتے تھے (یہاں جہنم میں) نہیں دیکھتے۔

"کلام الامام"

کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم محبان اہلبیت کا قرآن میں تذکرہ فرمایا ہے کہ جب تمہارے دشمن جہنم میں ہوں گے تو کہیں گے کہ انہیں جن کو ہم اشرار شمار کرتے تھے یہاں جہنم میں کیوں نہیں دیکھتے؟ خدا کی قسم ان افراد سے مراد تم ہی ہو جنہیں دنیا (ہماری محبت ومودت کی وجہ سے) اشرار شمار کرتی ہے۔ لیکن خدا کی قسم جنت میں تم مسرور ومحترم ہو گے جبکہ تمہارے دشمن جہنم میں تمہیں ڈھونڈتے ہوئے سرگرداں وپریشاں ہوں گے۔

۲۴۴۔ **قَالَ يٰاِبْلِيْسُ مَامَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝** (ص:۷۵)

ترجمہ فرمایا اے ابلیس......! تجھے کس بات نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جس سے میں خود اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ کیا تو نے تکبر سے کام لیا یا واقعی تو بلند درجہ ہستیوں میں سے تھا......؟

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں منقول ہےکہ کسی نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس آیت کے ذیل میں پوچھا کہ وہ کون ہستیاں ہیں جن کے مراتب ودرجات ملائکہ سے بھی ارفع واعلیٰ ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میں، علی، فاطمہ، حسن وحسین (علیہم السلام) ہیں۔

تبصرۂ مولف: خود آیت کے الفاظ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ کچھ ایسی بلند درجہ کی ہستیاں تھیں کہ جو آدم کے سجدے کے حکم سے مستثنیٰ تھیں جنھیں قرآن نے العالین کہا ہے، چنانچہ علامہ طبرسیؒ تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں۔ ام کنت من الذین تعلوا اقدارهم عن السجود فتعالیت عنه یعنی کیا تو ان ہستیوں میں سے تھا کہ جو اپنی منزلت کے اعتبار سے سجدہ کرنے سے ارفع و اعلیٰ تھیں کہ تو بھی سجدے سے باز رہا۔

۴۳۵۔ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ‌ؕ (الزمر:۶)

ترجمہ وہ تمھیں تمہاری ماؤں کے شکموں میں ایک طرح کی تخلیق کے بعد دوسری طرح کی تخلیق کے ساتھ تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلا اندھیرا شکم کا ہے، دوسرا اندھیرا رحم کا اور تیسرا اندھیرا مشیمہ (وہ جھلی نما جھلی Placenta) جس کے اندر جنین (بچہ) رہتا ہے۔

سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ "فابتدعت خلقی من منی یمنی و اسکنتنی فی ظلمات ثلاث بین لحم و دم و جلد (مفاتیح الجنان) پس تو نے میری تخلیق کی ابتداء نطفہ سے کی، پھر مجھے تین اندھیروں میں گوشت، خون اور جلد کے درمیان ٹھہرا دیا۔

۴۳۶۔ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ‌ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝ (الزمر:۹)

ترجمہ کہئے آیا جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہیں؟ (یہ بات تو) صرف صاحبانِ عقل ہی سمجھتے ہیں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ نحن الذین یعلمون و عدونا الذین لا یعلمون و شیعتنا اولوا الالباب (ہم وہ ہیں جو جانتے ہیں اور ہمارے دشمن وہ ہیں جو نہیں جانتے اور ہمارے شیعہ صاحبان عقل ہیں)۔

۴۳۷۔ وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى‌ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ۝ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ‌ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ‌ وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝ (الزمر:۱۷،۱۸)

ترجمہ اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ سے لَو لگائے رہے ان کیلئے بشارت ہے، پس میرے اُن بندوں کو خوش خبری دیدو جو بات کو بغور سنتے ہیں، اور اس میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی صاحبان عقل ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **من اطاع جباراً فقد عبدہٗ** (جس نے کسی ظالم کی اطاعت کی گویا اس نے اس کی عبادت کی)۔

کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ **ان اللہ تبارك و تعالیٰ بشر اهل العقل والفهم فی کتابه** (بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل عقل وفہم کو اپنی کتاب میں خوشخبری دی ہے)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ **هو الرجل یسمع الحدیث فیحدث به کما سمعه، لایزید فیه ولاینقص** (یہ خوشخبری ان لوگوں کے بارے میں ہے جو جب کوئی حدیث سنتے ہیں تو اس میں کوئی زیادتی یا کمی کئے بغیر من وعن دوسروں تک بالکل اسی طرح پہنچادیتے ہیں۔

تبصرۂ مولف: اسی لئے فرقہ شیعہ امامیہ میں غیر معصوم کی اطاعت وپیروی حرام ہے کیونکہ بہر حال ہر غیر معصوم اپنی اپنی حدوں میں ظالم ہے۔

۲۴۸۔ **ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** ۝ (الزمر:۲۹)

ترجمہ اللہ نے ایک شخص کی مثال بیان کی ہے کہ جو کئی جھگڑنے والے شرکاء کی ملکیت میں ہے اور ایک آدمی وہ ہے کہ جو بس ایک شخص کا ہے۔ کیا یہ دونوں مثال میں یکساں ہوں گے؟ ساری حمد اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ لیکن ان میں کے زیادہ لوگ نہیں جانتے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت مولائے کائنات علیہ السلام سے منقول ہے کہ **انا ذاك الرجل السلم لرسول الله صلی الله علیه واله وسلم** (میں ہی وہ آدمی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطیع تھا)۔

تفسیر عیاشی ومجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ **الرجل السلم للرجل حقا علیؑ و شیعته** (ایک شخص "یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے مطیع وفرمانبردار علیؑ اور آپ کے شیعہ ہیں)

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ **شرکاء متشاکسون** سے مراد خلیفہ اول ہے کہ اسے ولی اور امام ماننے والے بہت سے فرقے ہوں گے جو ایک دوسرے پر لعنت اور آپس میں ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرتے رہیں گے۔

۲۴۹۔ **وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ** ۝ (الزمر:۳۳)

ترجمہ اور جو سچائی کو لے کر آئے اور جو شخص اس کی تصدیق کرے وہی تو اصل متقی ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق (جو سچائی کو لے کر آئے) سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، اور وصدق بہ (اور جو شخص اس کی تصدیق کرے) سے مراد مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

۲۵۰۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ (الزمر:۴۲)

ترجمہ اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جن کی (ابھی) موت نہیں آئی انہیں نیند کے وقت تو روک لیتا ہے انہیں جن پر موت کا حکم صادر ہو چکا اور دوسری کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان، تفسیر عیاشی اور تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ما من احد ینام الاعرجت نفسه الی السماء وبقیت روحه فی بدنه و صار بینهما سبب کشعاع الشمس فان اذن الله فی قبض الروح اجابت لروح النفس وان اذن الله فی رد الروح اجابت النفس الروح (جب کوئی شخص سو جاتا ہے تو اس کا نفس آسمان کی طرف عروج کر جاتا ہے اور اس کی روح اس کے بدن ہی میں رہتی ہے اور ان دونوں کے درمیان آفتاب اور اس کی شعاع کی طرح کا ربط باقی رہتا ہے اور اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی قبض روح کا حکم دیتا ہے تو روح نفس کی دعوت قبول کر لیتی ہے اور اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بقائے روح کا حکم دے تو پھر نفس روح کی دعوت قبول کر لیتا ہے اور بدن کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی اس تفسیر سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ توفی (وفات) کے معنی موت یا اختتام حیات کے نہیں ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے اب اگر یہی لفظ اذ قال الله یعیسی انی متوفیك...... (جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں واپس بلالوں گا) میں استعمال ہو تو اس کا مطلب وفات نہیں ہے بلکہ وہی بدن اور نفس کی جدائی مقصود ہے جس کے بعد روح بدن ہی میں رہتی ہے۔

۲۵۱۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ٭ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ (الزمر:۶۷)

ترجمہ اور انہوں نے اللہ کی عظمت کا ویسا اندازہ نہیں کیا جیسا کہ کرنا چاہئے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی۔ اور آسمان بھی لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

"کلام الامام"

التوحید میں مولائے کائنات کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ جو نعمت وحکمت تمہیں عطا ہوئی ہے وہ لے لو اور اس پر شکر ادا کرو...... اور ایسی بات جو نہ تو قرآن میں تم پر فرض کی گئی ہے، نہ ہی سنت رسولؐ وائمہ معصومین میں کہیں ہے اس کا علم خدا پر چھوڑ دو، تمہارے ذمہ اللہ کا حق بس اسی قدر ہے۔ اسی کتاب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **قبضتہ** (اس کی مٹھی) سے مراد قبضہ و تصرف ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور **یمین** (داہنے ہاتھ) سے مراد طاقت وقدرت ہے۔

تبصرۂ مولف: اس آیت میں **قبضة** اور **یمین** سے تصرف وقدرت مراد ہے نہ کہ مٹھی اور داہنا ہاتھ جیسا کہ ابن تیمیہ اور پھر بعد میں وہابیوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے جسمانیات کا تصور قائم کر لیا اور ان کے ان اعتقادات کی بنیاد وہ احادیث ہیں جو ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر سے مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں بیان ہوئی ہیں کہ "ایک مرتبہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منبر پر اپنے خطبہ کے دوران اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا" اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اس طرح گھمائے گا جس طرح ایک بچہ گیند کو گھماتا ہے" اور فرمائے گا "میں ہوں خدائے واحد، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں جبار، میں ہوں کبریائی کا مالک، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟" یہ کہتے کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ ہمیں خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں آپ منبر سمیت نہ گر پڑیں"۔ (استغفر الله. سبحان الله عما يشركون)

۲۵۲۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الزمر:۶۹)

ترجمہ اور زمین اپنے مالک کے نور سے چمک اٹھی، اور نامہ ہائے اعمال رکھ دیئے گئے، اور انبیاء اور گواہ حاضر کئے گئے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

"کلام الامام"

کتاب الارشاد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ **اذا قام قائمنا اشرقت الارض بنور ربها واستغنى العباد عن ضوء الشمس وذهبت الظلمة** (جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو زمین اپنے مالک کے نور سے چمک اٹھے گی اور بندگان خدا کو آفتاب کی روشنی کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور ظلمت وتاریکی نابود ہو جائیگی۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ زمین کا رب (مالک) زمین کا امام ہے۔

تبصرۂ مولف: اس آیت میں یہ جو ارشاد ہے **وجآی بالنبيين والشهداء** (انبیاء اور گواہ حاضر کئے گئے) تو یہ گواہ وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں جو خود معصوم عن الخطا ہوں ورنہ کوئی عام انسان جو خود جھوٹا ہو گواہی دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ بات بھی آیت ہی سے ظاہر ہے کہ یہ گواہ انبیاء کے علاوہ دوسری ہستیاں ہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: **وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهدا على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا** (البقرہ:۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی گروہ قرار دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ ہوں۔

بحار الانوار میں ہے کہ ای **اضائت الارض بعدل ربها يوم القيامة لان نور الارض بالعدل** (یعنی بروز

قیامت زمین اپنے مالک کے عدل سے منور ہو جائیگی کیونکہ زمین کا نور عدل ہی کی وجہ سے ہے)۔ ماہ مبارک رمضان میں جو دعائے افتتاح پڑھی جاتی ہے اس میں **العدل لمنتظر** (انتظار کیے جانے والے عدل) سے قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ مراد ہیں۔ اس طرح ان تمام احادیث میں کوئی اختلاف نہیں۔ چاہے زمین اپنے مالک کے نور سے چمک اٹھے یا عدل الٰہی سے، اس سے مراد قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ ہی ہیں۔

۲۵۳۔ **وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ٥** (الزمر:۷۴)

ترجمہ اور انہوں نے کہا: ساری تعریف اس اللہ کیلئے کہ جس نے ہم سے اپنے وعدہ کو سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو عمل کرنے والوں کا کتنا اچھا صلہ ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں الارض (زمین) سے زمین جنت مراد ہے۔

تبصرۂ مولف: زمین سے مراد یہ ہمارا کرۂ ارض ہی نہیں، بلکہ جس مقام پر کسی کے قدم ہوں گے وہی اس کی زمین ہوگی۔ یہ ہماری زمین ہمارے لئے تو زمین ہے اور جسے ہم آسمان کہتے ہیں وہ اہل سماوات کیلئے زمین ہے، اس طرح جو اہل جنت ہوں گے ان کیلئے جنت کی سطح قدم ہی زمین ہے۔ ورنہ اہل جنت بھلا کس طرح ہماری اس زمین کے وارث ہو سکتے ہیں؟!

۲۵۴۔ **مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ٥** (المؤمن:۴)

ترجمہ اللہ کی آیتوں کے بارے میں وہی جھگڑتے ہیں جو کافر ہو چکے۔ کہیں تمہیں ان کی شہروں میں شان و شوکت سے آمد و رفت دھوکہ نہ دیدے۔

"کلام الامام"

رجال کشی میں مروی ہے کہ حمزہ بن محمد طیار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: **بلغنی انک کرهت مناظرة الناس** (مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کے مناظرے کو پسند نہیں فرماتے) اس پر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا **اما مثلک فلایکره، من اذا طار یحسن ان یقع و ان وقع یحسن ان یطیر فمن کان هذا لانکرهه** (اس میں تم جیسے لوگوں کیلئے کوئی قباحت نہیں ہے جو پرواز کریں تو بخوبی نیچے اترنا بھی جانتے ہوں اور اگر نیچے بیٹھے ہوں تو بخوبی پرواز کرنا بھی جانتے ہوں ایسے لوگوں کیلئے ہم مناظرہ کو ناپسند نہیں کرتے۔

تبصرۂ مولف: قرآن و احادیث کی روشنی میں منطق و استدلال قائم کر کے مناظرہ قطعاً ممنوع و مذموم نہیں ہے، چنانچہ قرآن میں خود ارشاد الٰہی ہے۔ **وجادلهم بالتی هی احسن** (النحل:۱۲۵) "اے رسول ان کے ساتھ اچھے انداز میں مناظرہ کرو" (رجال کشی کی مذکورہ بالا حدیث میں سائل کے نام حمزہ بن محمد طیار سے پرواز کرنے کی مناسبت ملاحظہ فرمائیں)۔

۲۵۵۔ قَالُوا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍo (المؤمن:۱۱)

ترجمہ انہوں نے کہا: اے ہمارے مالک تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی دی اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا اب نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منقول ہے کہ لوگوں کا یہ قول زمانہ رجعت میں ہوگا۔ (یعنی پہلی موت قبل رجعت اور دوسری موت بعد رجعت اور پہلا زندہ ہونا دنیا کی موت کے بعد رجعت میں اور پھر دوسری مرتبہ رجعت کے بعد قیامت میں زندہ ہونا)۔

۲۵۶۔ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَاتُخْفِي الصُّدُوْرُo (المؤمن:۱۹)

ترجمہ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور دل کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر صافی اور معانی الاخبار میں مروی ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے **خائنة الاعین** (آنکھوں کی خیانت) کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: **الم تر الی الرجل ینظر الی الشی و کانه لاینظر الیه فذلك خائنة الاعین** (کیا تم نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو کسی چیز کو دیکھتا تو ہے لیکن اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ گویا وہ اسے نہیں دیکھ رہا ہے) بس یہی **خائنة الاعین** (چور نظر) ہے۔

عبداللہ ابن ابی سرح حضرت عثمان خالہ زاد بھائی تھا جس نے مرتد ہو کر مدینہ سے سفر کر کے مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارتداد کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیدیا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد حضرت عثمان کی سفارش پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اسے مجمع میں دیکھ کر عباد بن بشیر نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: "میں مسلسل آپ کی جانب نظریں لگائے تھا اگر آپ آنکھوں سے اشارہ کر دیتے تو میں فوراً اسے قتل کر دیتا"۔ اس پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب میں نے اس کے قتل کا حکم دیدیا تھا تو پھر سفارش اور معافی سے قبل اسے دیکھتے ہی کیوں نہ قتل کر دیا گیا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: **ان النبی لاتکون له خائنة الاعین** نبی **خائنة الاعین** چور نظر (آنکھوں سے اشارہ کرنے والا) نہیں ہوتا۔ (تفسیر مجمع البیان)

۲۵۷۔ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِo (المؤمن:۳۲)

ترجمہ اور اے میری قوم مجھے تمہارے لئے اس دن کا خوف ہے کہ جب ایک دوسرے کو پکارے گا۔

"کلام الامام"

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوم قیامت کو **یوم التناد** (ایک دوسرے کو

پکارنے کا دن) اس لئے فرمایا ہے کہ اس دن جہنمی جنتی لوگوں کو پکاریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔ **ونادی اصحاب النار اصحاب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم الله** (الاعراف: ۵۰) ''جہنم والے اہل جنت کو پکاریں گے کہ کچھ پانی یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے ہمیں بھی دیدو'' تو جنت والے جواب دیں گے: **ان الله حرمهما علی الکافرین** (اللہ نے یہ دونوں چیزیں منکرین حق پر حرام کردی ہیں)۔

۲۵۸۔ **فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ٥** (المؤمن: ٤٥)

ترجمہ تو اللہ نے اس (مومن آل فرعون) کو ان کے سازشی منصوبوں سے بچالیا اور فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے گھیر لیا۔

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جاسوسوں نے فرعون کو یہ خبر پہنچائی کہ حزقیل (مومن آل فرعون) آپ کی مخالفت کا حکم دیتا ہے اور آپ کی نقصان رسانی میں آپ کے دشمنوں کی مدد کرتا ہے تو اس نے حزقیل اور جاسوسوں کا سامنا کردیا، اور سب کے سامنے فرعون نے حزقیل سے پوچھا: کیا تم میری خدائی کے منکر ہو؟ حزقیل نے فرعون سے کہا ''ان لوگوں سے پوچھو کہ ان کا رب، ان کا خالق و رازق و کفیل کون ہے'' انہوں نے جوابا کہا ''ہمارا رب، ہمارا خالق و رازق و کفیل فرعون ہے''۔ اس پر حزقیل نے کہا، ''اے فرعون میں تمہیں اور ان تمام حاضرین کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ جو ان کا رب ہے وہی میرا بھی رب، میرا خالق و رازق و کفیل ہے''۔ حزقیل کے اس بیان کا حقیقی اور باطنی مطلب یہ تھا کہ جو حقیقت میں ان کا رب، ان کا خالق و رازق و کفیل ہے یعنی اللہ، وہی میرا بھی پروردگار ہے...... یہ سن کر فرعون ان جاسوسوں پر غصہ ہوا اور انہیں دردناک موت کی سزا دی۔ **و حاق بال فرعون سوء العذاب** (اور فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے گھیر لیا) کا یہی مطلب ہے۔

تبصرۂ مولف: اگرچہ بعد میں حزقیل کو قتل کردیا گیا تو اس ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ **فوقه الله سیات مامکروا** (اللہ نے حزقیل کو ان کے سازشی منصوبوں سے بچالیا) سے مراد یہ ہے۔ **اما لقد سلطوا علیه وقتلوه ولکن اتدرون وقاه ۔وقاه ان یفتنوه فی دینه** (اگرچہ انہوں نے حزقیل پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے کس طرح حزقیل کو بچالیا۔ وہ اس طرح کہ حزقیل اپنے دین کے معاملے میں گمراہی اور فتنے سے محفوظ رہے۔ اور دوسری حدیث میں کسی قدر لفظوں کے فرق سے تفسیر قمی میں یہ ہے۔ **قال ابوعبد الله والله لقد قتلوه اربا اربا لکن وقاه الله ان یفتنوه فی دینه** (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم اگرچہ کہ انہوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کردیا لیکن اللہ نے اسے دینی گمراہی و فتنے سے بچالیا)۔

۲۵۹۔ **اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ٥** (المؤمن: ٤٦)

ترجمہ (انہیں آگ کا عذاب ملے گا) جس کے سامنے وہ ہر صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جب قیامت ہوگی (تو حکم دیا جائیگا کہ) فرعون والوں کو شدید ترین عذاب میں بھیج دو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "ذلك فی الدنیا قبل یوم القیامة لان فی نار القیامة لایکون غدو و عشی ثم قال ان کانوایعذبون فی النار غدواو عشیا ففیھا بین ذلك ھم من السعداء لاولکن ھذا فی البرزخ قبل یوم القیامة الم تسمع قوله عز و جل "ویوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب " (یہ یوم قیامت سے پہلے کی دنیا میں ہوگا کیونکہ قیامت کی آگ میں صبح و شام نہیں ہے، پھر ارشاد فرمایا: اگر انہیں قیامت میں صرف صبح اور شام عذاب دیا جائے تو پھر درمیانی مدت میں تو سعید و خوش نصیب ٹھہرے۔ نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ روز قیامت سے قبل برزخ میں ہوگا۔ کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ" جب قیامت ہوگی تو حکم دیا جائے گا کہ فرعون والوں کو شدید ترین عذاب میں بھیج دو۔"

تفسیر مجمع البیان کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث منقول ہے: ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اھل الجنة فمن الجنة و ان کان من اھل النار فمن النار یقال ھذا مقعدك حیث یبعثك الله یوم القیامة "جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اسے ہر صبح و شام اس کا مقام دکھایا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت سے ہو تو جنت میں اور اگر اہل جہنم سے ہو تو جہنم میں۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہی وہ تمہارا مقام و منزل ہے جہاں اللہ تمہیں قیامت کے دن بھیجے گا۔

۲۶۰۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُo (المؤمن: ۵۱)

ترجمہ بے شک ہم مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے اس دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (اس دن بھی)۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں یہ حدیث منقول ہے، عن ابی عبدالله ذلك والله فی الرجعة اماعلمت ان انبیآء کثیرة لم ینصروا فی الدنیا وقتلوا والائمه بعدھم قتلوا ولم ینصروا و ذلك فی الرجعة (ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم یہ سب زمانہ رجعت میں ہوگا کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ انبیاء کی ایک کثیر جماعت کی اس دنیا میں مدد نہیں کی گئی اور وہ قتل کردیئے گئے اور ان کے بعد ائمہ بھی قتل ہوئے، اور ان کی مدد بھی نہیں کی گئی۔ ہاں البتہ یہ زمانہ رجعت میں ہوگا۔ (کہ انبیاء و اوصیا علیھم السلام کی اسی دنیا میں مدد کی جائے گی)۔

۲۶۱۔ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَo الَّذِیْنَ لَایُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَةِ ھُمْ کٰفِرُوْنَo (حم السجدہ: ۷)

ترجمہ اور وائے ہو ان مشرکین کیلئے جو زکوۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ نے مشرکین سے زکوۃ کا مطالبہ کیا ہو، جبکہ وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہوں؟ کسی نے عرض کیا اے فرزند رسول پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟! تو آپ نے فرمایا

الذین اشرکوا بالامام الاول وھم بالائمۃ الاخرین کافرون (اس سے وہ مشرکین مراد ہے جنھوں نے امام اول کے بارے میں شرک کیا (یعنی کسی اور کو خلیفہ تسلیم کرلیا) اور پھر امام اول کے بعد دوسرے ائمہ کے منکر رہے)۔

۲۶۲۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۝ (حم السجدہ: ۳۰)

ترجمہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر مضبوطی سے قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ افسوس کرو اور اس جنت سے خوش ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حالت نزع میں مومنین کے پاس فرشتے آتے ہیں اور انہیں وہ بشارت دیتے ہیں کہ جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے۔

۲۶۳۔ وَ لَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ۝ وَ مَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَ مَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ۝
(حم السجدہ: ۳۴، ۳۵)

ترجمہ اور بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہوتی۔ برائی کو زیادہ سے زیادہ بھلائی سے دور کرو۔ تو پھر یہ ہوگا کہ تمہارے اور جس شخص کے درمیان عداوت ہے وہ تمہارا قریبی دوست بن جائیگا۔ اور یہ حکمت عملی ان ہی کو سکھائی جاتی ہے جو صبر سے کام لیں اور یہ طریقہ کار ان ہی کو سکھایا جاتا ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہےکہ الحسنۃ التقیۃ والسیئۃ الاذاعۃ (بھلائی سے مراد تقیہ ہے اور برائی سے مراد راز کا فاش کردینا)۔

تبصرۂ مولف: تقیہ کو حسنہ کی تفسیر مانتے ہوئے بعد والی آیت و مایلقھا............ (اور یہ حکمت عملی ان ہی کو سکھائی جاتی ہے جو صبر سے کام لیں اور یہ طریقہ کار ان ہی کو سکھایا جاتا ہے جو بڑے نصیب والے ہیں) پر غور فرمائیں کہ تقیہ صرف فرقۂ امامیہ کے نزدیک واجب ہے، دوسروں کے اکابر نے نہ انہیں اس کی تعلیم دی نہ ہی انہیں اس کی توفیق ہوئی۔

۲۶۴۔ سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ؕ (حم السجدۃ: ۵۳)

ترجمہ ہم بہت جلد انہیں کائنات میں اور خود ان کی ذات میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے۔

"کلام الامام"

کتاب الارشاد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کائنات کی نشانیوں سے مراد وہ فتنے ہیں جو زمین میں پھیلیں گے اور انفس کی نشانیوں سے مراد دشمنان حق کا مسخ ہو جانا ہے۔

تبصرۂ مولف: ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ کائنات کی نشانیوں سے مراد وہ فتوحات ہیں جو دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلافت راشدہ میں ہوئیں...... اور انفس کی نشانیوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ انسانوں کو ان کے اپنے وجود میں وہ نشانیاں دکھائے گا جن سے ان پر یہ بات کھل جائیگی کہ یہ قرآن جو تعلیم دے رہا ہے وہی برحق ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آفاق ارض و سما اور خود اپنے وجود کو تو لوگ اس وقت بھی دیکھ رہے تھے تو پھر مستقبل میں ان نشانیوں کو دکھانے کے کیا معنی؟ لیکن علامہ محسن فیض کاشانی تفسیر صافی میں فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ رجعت اور ظہور قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے وقت ہوگا کہ لوگ آفاق و انفس میں ایسے ایسے عجائبات دیکھیں گے کہ امامت و ولایت اور ظہور قائم کو برحق تسلیم کریں گے۔

۲۶۳۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الشوریٰ:۵)

ترجمہ نزدیک ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شگافتہ ہو جائیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جو دنیا میں ہیں ان کیلئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً اللہ وہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی اور الجوامع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتے صرف مومنین کیلئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔

تبصرۂ مولف: جیسا کہ تفسیر معصوم سے واضح ہے کہ ان فرشتوں کا طلب مغفرت کرنا بالتخصیص مومنین کیلئے ہے ورنہ فرشتے معصوم ہیں وہ کفار و مشرکین کیلئے طلب مغفرت نہیں کرسکتے۔ **لهذا ويستغفرون لمن فى الارض** (اور جو دنیا میں ہیں ان کیلئے طلب مغفرت کرتے ہیں) اگرچہ کہ لفظاً مطلق ہے لیکن معناً مخصوص ہے۔

۲۶۴۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ:۱۳)

ترجمہ اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی نوح کو ہدایت کی تھی اور جو ہم نے تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجا اور جس کی ہم نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو ہدایت کی تھی کہ دین کو قائم رکھو اور اس کے بارے میں تفرقہ میں نہ پڑو۔ تم جس کی طرف دعوت دیتے ہو وہ مشرکین پر شاق ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور جو اس سے لو لگاتا ہے اسی کی رہبری کرتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **ولا تتفرقوا فیه** (اور اس کے بارے میں تفرقہ میں نہ پڑو) سے مراد یہ ہے کہ امیر المومنین کے بارے میں تفرقہ میں نہ پڑو۔

کافی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ **کبر علی المشرکین** (وہ مشرکین پر شاق ہے) سے مراد مشرکین ولایت پر ولایت امیر المومنین پر شاق ہے۔

تبصرۂ مولف: تاریخی اعتبار سے بھی اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کے درمیان جو سب سے بڑا تفرقہ ہوا وہ خلافت و امامت ہی کے بارے میں تھا۔ اسی سے اللہ و رسول نے امت کو بچانے کا اہتمام کیا تھا لیکن بدبختی سے مسلمانوں نے خود اپنا خلیفہ منتخب کر لیا اور تفرقہ میں جا پڑے۔ احادیث کی رو سے یہ اور اس کے بعد مسلسل دو آیتیں ولایت امیر المومنین ہی کے متعلق ہیں۔

۲۶۵۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

(الشوریٰ:۲۷)

ترجمہ اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کیلئے روزق و روزی میں فراوانی ہی رکھتا تو وہ دنیا میں سرکشی اختیار کرتے، لیکن وہ ایک معینہ مقدار میں جو چاہتا ہے اتارتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں کے حالات کو خوب جاننے اور دیکھنے والا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے تمام بندوں کو فراغت و وسعت عطا کرتا تو سب کے سب سرکشی و بغاوت اختیار کرتے، اس لئے اس نے انہیں ایک دوسرے کا محتاج و دست نگر بنایا تا کہ وہ قابو میں رہیں۔

حدیث قدسی میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ دولت وتونگری ہی ان کیلئے مناسب ہے اگر وہ محتاج کر دیئے جائیں تو ان میں برائیاں آجائیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جن کیلئے ناداری وفقیری ہی موزوں ہے۔ اگر میں انہیں دولتمند وغنی بنا دوں تو ان میں خرابیاں پیدا ہو جائیں۔ اس لئے میں اپنے بندوں کو جس حال میں رکھتا ہوں وہی میرے علم میں مناسب و موزوں ہے، اسی لئے میں اپنے بندوں کیلئے وہی تدبیر کرتا ہوں جو ان کے دلوں میں پوشیدہ حال کے مطابق ہے۔

۲۶۶۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

(الزخرف:۴۵)

ترجمہ اور (اے رسول) تم پوچھو ان پیغمبروں سے جنہیں ہم نے تم سے قبل بھیجا تھا، کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے علاوہ کوئی خدا مقرر کیا ہے کہ جس کی عبادت کی جائے۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر قمی میں ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت عیسیٰ

کے درمیان پانچ سو سال کا عرصہ تھا تو پھر آپ نے اس آیت کا مذکورہ سوال کس سے فرمایا؟ اس پر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معراج میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیاء ومرسلین کو جمع کر کے جبرئیل کو اذان واقامت کہنے کا حکم دیا جب اذان واقامت ہو چکی تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امامت میں سب انبیاء نے نماز پڑھی، تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت **وسئل من ......** "اور (اے رسولؐ) تم پوچھو ان پیغمبروں سے جنہیں ہم نے تم سے قبل بھیجا تھا......" نازل فرمائی۔

۲۶۷۔ **يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ أَكْوَابٍ ۚ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝** (الزخرف: ۷۱)

ترجمہ ان جنتیوں پر سونے کے برتنوں اور ساغروں کے دور چلیں گے اور وہاں جو کچھ ان کا دل چاہے اور جس سے ان کی آنکھیں لطف اندوز ہوں وہ انہیں ملے گا اور تم لوگ اس (جنت) میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

"کلام الامام"

کتاب الاحتجاج میں منقول ہیکہ حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف سے پوچھا گیا کہ کیا اہل جنت کو جنت میں اولاد بھی پیدا ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ اہل جنت عورتوں کو نہ حمل ہوگا نہ حیض ونفاس نہ ہی دردزہ لیکن جیسا کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے **وفيها ماتشتهيه الانفس وتلذ الاعين** (اور وہاں جو کچھ ان کا دل چاہے اور جس سے ان کی آنکھیں لطف اندوز ہوں وہ انہیں ملے گا) اسطرح اگر کسی مومن کو بچے پسند ہوں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے جنت میں اولاد عطا کریگا لیکن اس کی تخلیق آدم کی طرح ہوگی۔

ایک بدو عرب نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے کیونکہ مجھے اونٹ بہت پسند ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا: **يا اعرابى ان ادخلك الله الجنة اصبت فيها مااشتهيت نفسك ولذه عينك** اے اعرابی، اگر اللہ نے تجھے جنت میں بھیج دیا تو جو تیرا دل چاہے گا اور جس سے تیری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی وہ تجھے وہاں مل جائیگا۔

۲۶۸۔ **إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝** (الدخان: ۳)

ترجمہ بے شک ہم نے (قرآن) کو ایک مبارک رات میں اتارا اور یقیناً ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہیکہ **هى ليلة القدر انزل الله عز و جل القرآن فيها الى البيت المعمور جملة واحدة ثم نزل من البيت المعمور على رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فى طول عشرين سنة** (ليلة مبركة سے مراد شب قدر ہے جس میں اللہ عزوجل نے قرآن کو ایک دفعہ میں (لوح محفوظ سے) بیت معمور کی طرف نازل فرمایا پھر بیس سال کے عرصہ میں بتدریج بیت معمور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل کیا)۔

تفسیر مجمع البیان میں مولائے کائنات سے منقول ہے کہ **هو بيت فى السماء الرابعة بحيال الكعبة معمرة الملائكة بمايكون منها فيه من العبادة ويدخله كل يوم سبعون الف ملك ثم لايعودون اليه ابدا** (بیت معمور

خانہ کعبہ کے مقابل چوتھے آسمان پر واقع ہے جو عبادت گذار فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اور اس میں روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جو پھر تا ابد اس کی جانب نہیں آئیں گے۔

تبصرۂ مولف: پہلی حدیث میں یہ جو ارشاد ہوا کہ **ثم نزل من البيت المعمور على رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فی طول عشرين سنة** (پھر بیت معمور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر بیس سال کے عرصہ میں نازل کیا) حالانکہ بعثت سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کی مدت تئیس (۲۳) سال ہے۔ علماء مفسرین کا کہنا ہے کہ اس تین سال کی مدت کا فرق اس لئے ہے کہ اس میں وہ تین سال شامل نہیں ہیں جو فترۃ وحی کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں وحی نازل نہیں ہوئی۔

۲۶۹۔ **اَهُمۡ خَيۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ۖ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۝ (الدخان:۳۷)**

ترجمہ کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا یقیناً وہ گنہگار تھے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ **لاتسبوا تبعا فانه قد اسلم** (تبع کو برا نہ کہو کیونکہ اس نے اسلام قبول کیا تھا)۔

اسی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **ان تبعا قال للاوس والخزرج كونوا ههنا حتىٰ يخرج هذا النبى اما انا لو ادركته لخدمته و خرجت معه** (تبع نے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج سے کہا تھا کہ تم یہیں مقیم ہو جاؤ حتیٰ کہ یہاں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ظہور ہو جائے اگر مجھے ان کا عہد ملتا تو میں ان کی خدمت و نصرت کرتا۔

تبصرۂ مولف: تبع کا اسلام لانا حدیث سے ثابت ہے لیکن مفسرین کا خیال ہے کہ اس کی قوم سرکش تھی، ان کی دنیاوی ترقی کے باوجود ان کی سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ یہ قوم یمن میں آباد تھی اور انہوں نے ہندوستان تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ تفصیلات کیلئے تفہیم القرآن مولفہ ابوالاعلیٰ مودودی ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷۰۔ **وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ...... (الاحقاف:۱۵)**

ترجمہ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی۔ اس کی ماں نے اسے بہ مشقت پیٹ میں رکھا اور بہ زحمت اسے جنم دیا اور اس کے پیٹ میں رہنے اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہوئی یہاں تک کہ وہ اپنی پوری توانائی کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا......

"کلام الامام"

الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تینتیس سال کی عمر میں انسان اپنی پوری توانائی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال میں اپنی جوانی کی حد کو، اکتالیسویں برس سے انحطاط پذیر ہوتا ہے اور پچاس سالہ آدمی کو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا اب وہ حالتِ نزع میں ہے۔

تفسیر قمی اور کتاب الارشاد میں مروی ہے کہ حضرت عمر کے دربار میں ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں ایک لڑکے کو جنم دیا تھا۔ انہوں نے اس پر زنا کی حد جاری کردی لیکن مولائے کائنات نے ازروئے قرآن ان کی خطا ثابت کر کے حد رکوا دی۔ آپؑ نے فرمایا کہ قرآن میں ارشاد ہے کہ: **والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین** (البقرہ: ۲۳۳) مائیں اپنے بچے کو مکمل دو سال دودھ پلائیں اور اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ **حملہ وفصلہ ثلثون شھرا** (اس کے پیٹ میں رہنے سے دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہوئی) جملہ تیس ماہ سے دودھ پلانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ منفی کردیے جائیں تو صرف چھ ماہ باقی رہ جاتے ہیں جو قرآن ارشاد کے مطابق اقل ترین مدتِ حمل قرار پاتی ہے۔

تبصرۂ مولف: جدید طبی تحقیقات کی رو سے ایک صحتمند ولادت کیلئے اٹھائیس ہفتے درکار ہوتے ہیں۔ قرآنی احکام میں مزید رعایت رکھی گئی ہے کیونکہ استقرار حمل کا صحیح تعین ایک مشکل امر ہے۔ تفصیلات کیلئے تفہیم القرآن ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷۱۔ **فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ** (الاحقاف: ۳۵)

ترجمہ (اے رسولؐ) تم بھی صبر و تحمل سے کام لو جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے کیا اور ان کیلئے (عذاب) میں جلدی نہ کرو۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **سادۃ النبین والمرسلین خمسه وھم اولو العزم من الرسل وعلیھم دارۃ الرحی نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ و محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انبیاء و مرسلین کے پانچ سردار ہیں اور وہی رسولوں میں سے اولوالعزم ہیں اور نبوت و رسالت کی چکی ان ہی سے چلتی ہے وہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بحارالانوار میں مروی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا **لما سموا اولوالعزم** (ان مرسلین کو اولوالعزم کیوں کہا جاتا ہے) تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: **لانھم بعثوا الیٰ شرقھا وغربھا وجنھا و انسھا** (کیونکہ وہ تمام مشرق و مغرب اور جملہ جن وانس کی طرف مبعوث کیے گئے تھے)۔

ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اولوالعزم مرسلین سے مراد "صاحبان شریعت" مرسلین ہیں۔

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان مرسلین کو اولوالعزم اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اوصیاء تا قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ اور ان کی سیرت کے متعلق عہد لیا گیا تھا اور وہ اس عزم پر قائم رہے۔

۲۷۲۔ **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝** (محمدؐ: ۲،۱)

ترجمہ جو کافر ہوگئے اور (دوسروں کو) اللہ کے راستے سے روکا اس نے ان کے اعمال اکارت کردیئے اور جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمالِ صالحہ انجام دیئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے تو اس نے ان کے گناہوں کو بخش دیا اور ان کی حالت کو درست کیا۔

"کلام الامام"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مولائے کائنات نے بعدِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ آیت مسجد نبوی میں بلند آواز سے پڑھی جبکہ مسجد میں بہت سے لوگ جمع تھے تو عبداللہ ابن عباس نے پوچھا: "آپ نے یہ آیت کیوں پڑھی" مولائے کائنات نے فرمایا: میں نے تو قرآن پڑھا ہے" عبداللہ ابن عباس نے کہا لیکن آپ کا اشارہ تو خلافت کے بارے میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے **وما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھوا** (الحشر: ۷) (رسول جو تمہیں دے دے لو اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز رہو) تو اے ابن عباس کیا تم گواہی دیتے ہو کہ رسول اللہؐ نے ابوبکر کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ کو سوائے آپ کے کسی اور کے بارے میں وصیت کرتے نہیں سنا..........

تبصرۂ مولف: **والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد** (اور جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمال صالحہ انجام دیئے اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا) آیت کے اس حصہ میں یہ امر غور طلب ہے کہ جب یہ کہدیا گیا کہ جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمال صالحہ انجام دیئے تو پھر (**وامنوا بما نزل علی محمد**) اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا، کہنے کا مقصد کیا ہے؟ تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا اس کی تنزیل کے بارے میں ارشاد ہے "**وامنوا بما نزل علی محمد فی علی**" (اور اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر علی کے بارے میں نازل ہوا) یعنی **بلغ ما انزل الیك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته** (اے رسول جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا وہ پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو کچھ کار رسالت ہی انجام نہ دیا) ولایت امیر المومنین کے بغیر جب ساری رسالت ہی کالعدم قرار پاتی ہے تو پھر اس کے بغیر مسلمانوں کے اسلام کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟

۲۷۳۔ **وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ** (محمدؐ: ۱۶)

ترجمہ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بغور تمہاری باتیں سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو ان سے جنہیں علم دیا گیا ہے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے ابھی کیا کہا تھا؟

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ہم حذمت رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں جمع ہوتے تو آپ ہمیں وحی کے بارے میں بتاتے، اور میں ان ارشادات کو یاد رکھتا تھا، اور خدا کی قسم دوسروں کو یہ باتیں یاد نہ رہتی تھیں، جب یہ لوگ خدمت رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اٹھ کر باہر نکل آتے تو مجھ سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا فرمایا۔

تبصرۂ مولف: یہ امر لائق توجہ ہے کہ یہ غور سے سن کر بھی نہ سمجھنے والے لوگ کفار ومشرکین نہیں بلکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے اصحاب تھے جن کے متعلق بعد کو اسی آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "**اولئك الذین**

طبع اللہ علی قلوبھم واتبعوا اھوآءھم "(یہ وہ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے)۔

۲۷۴۔ فَهَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ بَغۡتَةً فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰی لَهُمۡ اِذَا جَآءَتۡهُمۡ ذِکۡرٰىهُمۡ ۝ (محمدؐ ۱۸)

ترجمہ تو کیا یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ ان پر اک دم قیامت آجائے، تو اس کی علامات تو آہی چکی ہیں اور جب وہ آجائیگی تو انہیں نصیحت قبول کرنے کا کونسا موقع رہ جائیگا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: **بعثت انا والساعة کھاتین وضم السبابة والوسطی** (میری بعثت اور قیامت ان دو کی طرح ہے پھر آپؐ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

تفسیر قمی اور تفسیر صافی میں عبداللہ ابن عباس سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک طویل حدیث منقول ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ خانہ کعبہ کی زنجیر در پکڑے ہوئے تھے اور اس حال میں فرمایا: کیا میں تمہیں **اشراط الساعة** (قیامت کی نشانیوں) سے آگاہ کروں" اس وقت حضرت سلمان آپؐ سے قریب تھے انہوں نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیے"۔ ذیل میں ہم اس حدیث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

علامات قیامت : نماز کو ضائع کرنا، شہوتوں کی پیروی کرنا، نفسانی خواہشوں کی طرف میلان، دولتمندوں کی عزت و تعظیم، دین کو دنیا کیلئے بیچ دینا، ان حالات میں مومن کا دل ایسے گھلتا رہے گا جیسے پانی میں نمک، کیونکہ وہ ان قباحتوں کو دیکھے گا لیکن اس سے ان کا کچھ تدارک نہ ہو سکے گا۔ اس دور میں حکمران ظالم، وزیر فاسق اور پیشہ ور ظالم و خائن حکومت پر فائز ہوں گے۔

اچھائی برائی اور برائیاں اچھائیاں متصور ہوں گی۔ خائنوں کو امانت سپرد کی جائیگی۔ امانت دار خائن ہو جائیں گے۔ جھوٹوں کو سچا اور سچوں پر کذب کا اتہام عائد ہوگا۔ عورتوں کی حکومت ہوگی، غلام مشیر بن جائیں گے، لڑکے منبروں پر بیٹھیں گے، دروغ گوئی مزاح وخوش طبعی شمار ہوگی، زکوٰۃ کو جرمانہ اور فئے (مسلمانوں کے مال) کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹا جائیگا، لوگ والدین پر ظلم اور احباب سے دوستی نہ کریں گے، دم دار ستارہ ظاہر ہوگا۔

عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ مل کر تجارت کریں گی، بارش کم ہو جائیگی، دولتمند بخیل ہو جائیں گے، غرباء کو حقیر و ذلیل سمجھا جائیگا، کوئی تاجر کہے گا کہ کچھ بکا ہی نہیں، کوئی کہے گا کہ کچھ منافع ہی نہیں ہوا، اس وقت تم بازاروں میں جانا ترک کر دینا کہ وہاں ہر کوئی اپنے پروردگار کی مذمت کرتا ہوگا۔ ایسے لوگ حاکم ہوں گے کہ اگر کوئی کچھ بولے تو اسے قتل کر دیں گے اور خاموش رہے تو اسے لوٹ لیں گے، اسکی عزت و آبرو تباہ کر کے اس کا خون بہائیں گے تاکہ دلوں میں دہشت بیٹھ جائے اس وقت لوگوں پر خوف و دہشت طاری ہوگی۔

کچھ مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائیں گے، اور اسی کو اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھیں گے۔ اس وقت کے مفلس لوگوں پر افسوس ہے کہ جو نہ تو چھوٹوں پر رحم کریں گے نہ بڑوں کی عزت و تکریم نہ قصوروار کو معاف کریں گے ان کے جسم انسان کے اور دل شیاطین کے سے ہوں گے۔ اس دور میں مرد، مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو اپنی جنسی خواہشات کیلئے کافی سمجھیں گی۔ لڑکوں پر اس طرح نگرانی اور غیرت

کی جائیگی جس طرح لڑکیوں پر ان کے خاندانوں میں کی جاتی ہے۔ مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کا روپ دھار لیں گی۔ عورتیں زین پر سوار ہوا کریں گی۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

مساجد کو اس طرح آراستہ کیا جائیگا جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں کو مزین کرتے ہیں۔ قرآن کو طلا کاری سے آراستہ کیا جائیگا، مسجدوں کے مینار بلند ہوں گے، نمازیوں کی صفیں بکثرت ہوں گی لیکن ان کے دلوں میں بغض و دشمنی اور زبانوں پر اختلاف ہوگا۔ مرد سونے کے زیور، ریشم و دیبا اور چیتے کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ علانیہ سود کا لین دین ہوگا، رشوت کے بغیر امور انجام نہ پائیں گے، ایکدوسرے کی خاطر شکنی کر کے معاملات طے کریں گے، دین پامال اور دنیا کو ترقی ہوگی۔ طلاق کی کثرت اور احکام خدا معطل ہوں گے لیکن اس میں اللہ کا کیا نقصان!!

اس دور میں گانے والیاں اور آلات موسیقی ہوں گے اور امت کے بدکار لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے۔ اس دور کے امیر تفریحاً، متوسط لوگ بقصد تجارت اور غریب شہرت و ریاکاری کیلئے حج کو جائیں گے۔ قرآن اللہ کی خوشنودی و رضا کیلئے نہیں سیکھا جائیگا اور قرآن کو آلات موسیقی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو غیر خدا کیلئے علم دین و فقہ حاصل کریں گے، اولاد زنا بکثرت ہوگی، قرآن راگ و موسیقی کے انداز میں پڑھا جائیگا، اور لوگ دنیا کیلئے ایک دوسرے سے مسابقت کریں گے۔

اس زمانے میں پردہ نشینوں کی آبروریزی، گناہوں کی کثرت، نیک لوگوں پر بدکاروں کا تسلط و اقتدار اور جھوٹ کا دور دورہ ہوگا۔ جھگڑے فساد، ہٹ دھرمی اور ضد عام ہو جائیگی، اور صاحب عقل روپوش ہو جائیگا۔ فقر و فاقہ ظاہر ہوگا۔ اچھا لباس موجب فخر ہوگا۔ بے موسم بارش ہوگی، جوے اور آلات موسیقی کو اچھا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو برا سمجھیں گے۔

حالات اس قدر ابتر ہو جائیں گے کہ مومن سب سے زیادہ ذلیل ہو جائیگا۔ قاریٔ قرآن اور عبادت گذار بندے ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے۔ وہ لوگ قیامت کے دن نجس اور پلید محشور ہوں گے۔ اس دور کے امرا غرباء پر رحم نہ کریں گے یہاں تک کہ غریب ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بھیک مانگتے پھریں گے۔ دولتمندوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجت بیان کرنے پر بھی کوئی انہیں کچھ نہ دے گا۔ اس زمانے میں "رویبضہ" کلام کریگا۔ عوام الناس کے معاملات میں وہ شخص (رویبضہ) کلام کریگا جسے بولنے کا بھی سلیقہ و شعور نہ ہوگا۔ پھر کچھ ہی عرصہ میں زمین دھنسنا شروع ہو جائیگی (یا زمین سے ایک آواز بلند ہوگی) اور ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اس کے قریب کی زمین دھنس رہی ہے (یا اس کے قریب سے آواز آرہی ہے)۔ پھر اللہ کے منشاء کے مطابق لوگوں کی ایک عرصہ تک یہی حالت رہے گی۔ پھر زمین اپنے جگر کے ٹکڑے (یعنی سونا، چاندی اور معدنیات) ظاہر کردے گی۔ پھر آپ نے مسجد کے ستون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ زمین سے اتنے بڑے بڑے بڑے چاندی اور سونے کے ٹکڑے نکل آئیں گے لیکن اس دن یہ سونا چاندی ان کے کسی کام کا نہ ہوگا۔ اے سلمان......! اللہ کے اس قول: فقد جآء اشراطها (تو اس "قیامت" کی علامات تو آہی چکی ہیں) کا یہی مطلب ہے۔

۲۷۵۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ (الفتح: ۲،۱)

ترجمہ یقیناً ہم نے تمہیں ایک واضح فتح عطا کی تا کہ اللہ تمہارے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخش دے، اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کردے اور تمہیں راہ راست کی ہدایت کرے۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت بڑا گناہ گار سمجھتے تھے کیونکہ آپؐ نے ان کے بتوں کو باطل قرار دیا تھا۔ لیکن اس فتح مکہ کے بعد جب یہ مشرکین داخلِ اسلام ہو گئے تو آپ کا بتوں کو باطل قرار دینا، خود ان کی نظر میں گناہ نہ رہا۔ **لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتاخر** (تا کہ اللہ تمہارے گذشتہ و آئندہ گناہ بخش دے) کا یہی مطلب ہے کہ (آئندہ بھی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور جب وہ مسلمان ہو جائیں گے تو پھر کبھی آپ کو گنہ گار نہ سمجھیں گے)۔

۲۷۶۔ وَلَوۡ لَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُوۡنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤۡمِنٰتٌ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡهُمۡ اَنۡ تَطَـُٔوۡهُمۡ فَتُصِيۡبَكُمۡ مِّنۡهُمۡ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ۚ لِيُدۡخِلَ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ لَوۡ تَزَيَّلُوۡا لَعَذَّبۡنَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا○ (الفتح:۲۵)

ترجمہ اگر کچھ مومن مرد اور باایمان عورتیں نہ ہوتیں کہ تم نادانستہ طور پر انہیں کچل دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بھی کچھ نقصان ہو جاتا تا کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر وہ علیحدہ ہو جاتے تو دردناک عذاب کے ساتھ ہم انہیں سزا دیتے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت امیر المومنین علیہ السلام قوی و طاقتور نہ تھے، کہ غاصبوں اور منافقوں سے انتقام نہ لیا؟ اس میں آپ کیلئے کونسی چیز مانع تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''قرآن کی ایک آیت...... سائل نے پوچھا: ''کونسی آیت؟! تو آپ نے فرمایا ''**لوتزيلوا لعذبنا الذين كفرو منهم عذابا اليما**'' (اگر وہ ''مومنین'' علیحدہ ہو جاتے تو دردناک عذاب کے ساتھ ہم انہیں سزا دیتے جنہوں نے کفر اختیار کیا) پھر ارشاد فرمایا ''**انه كان عز وجل ودائع مومنون فی اصلاب قوم كافرين و منافقين ولم يكن علی عليه السلام ليقتل الاباء حتىٰ تخرج الودائع...... وكذلك قائمنا اهل البيت لن يظهر ابداً حتىٰ تظهر ودائع الله عز و جل** (اللہ عزوجل نے کافروں اور منافقوں کے صلب میں مومن اولاد رکھی تھی اور جب تک یہ مومن اولاد پیدا نہ ہو جائے امیر المومنین ان کفار و منافقین کو قتل نہیں کر سکتے تھے...... اور اسی طرح ہماری قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کا اس وقت تک ظہور نہ ہوگا جب تک کہ یہ مومن پیدا نہ ہو جائیں۔

۲۷۷۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا‌ؕ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی برادر مومن کے دین کے متعلق کوئی ایسی بات کہدو کہ جو اس نے نہیں کی اور اس کی ایسی بات فاش کردو کہ جس کی اللہ سبحانہ وتعالی نے پردہ پوشی فرمائی ہے اور جس کی پاداش میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: **الغیبة ان تقول فی اخیك ماستره الله علیه واما الامر الظاهر فیه مثل الحدة والعجلة فلا والبهتان ان تقول مالیس فیه** (غیبت یہ ہے کہ تم اپنے برادر مومن کے متعلق وہ بات کہو جس کو اللہ نے پردہ پوشی کی ہے لیکن اس کی وہ بات جو (سب پر) ظاہر ہو مثلاً گرم مزاجی و جلد بازی تو وہ غیبت نہیں ہے لیکن ایسی بات جو اس میں ہے ہی نہیں تو ایسی بات کہنا غیبت نہیں بلکہ بہتان (جھوٹ) ہے۔

۲۷۸۔ **اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝** (قٓ:۱۵)

ترجمہ کیا ہم پہلی تخلیق ہی میں تھک گئے (کہ دوبارہ خلق نہ کرسکیں ایسا ہرگز نہیں) بلکہ وہ از سر نو تخلیق کے بارے میں شک میں گرفتار ہوں۔

"کلام الامام"

التوحید میں حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام سے منقول ہے کہ جب جنت و جہنم کا فیصلہ ہو چکے گا تو پھر اللہ سبحانہ وتعالی ایک نئی دنیا، نئی مخلوق بغیر نر و مادہ کے خلق فرمائیگا...... خدا کی قسم اللہ سبحانہ وتعالی نے ہزاروں عوالم اور ہزاروں آدم خلق کئے ہیں......

۲۷۹۔ **اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝** (قٓ۔۲۴،۲۵،۲۶)

ترجمہ تم دونوں ہر بڑے کافر اور دشمنی و عناد رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دو۔ جو بھلائی سے روکنے والا، تجاوز کرنے والا اور شک میں ڈالنے والا تھا جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا بنایا تو تم دونوں اسے شدید عذاب میں ڈال دو۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام سے مروی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا، یا علی جب اللہ سبحانہ وتعالی بروز قیامت تمام لوگوں کو یکجا جمع فرمائیگا تو میں اور تم عرش خدا کی دائیں جانب ہوں گے اور اللہ ہم سے خطاب کریگا کہ جس کسی نے تم دونوں سے عداوت و دشمنی کی ہے اور تمہیں جھٹلایا ہے اسے جہنم میں ڈال دو۔

تبصرۂ مولف: (تفسیر قمی میں ہے کہ) **مناع للخیر** (بھلائی سے روکنے والا) میں خیر سے مراد ولایت امیر المومنین اور حقوق آل محمد علیہم السلام ہیں۔ اور مناع (روکنے والا) سے مراد وہ ہے جس نے فدک کی بحالی کی دستاویز چاک کرکے اس خیر سے منع کردیا تھا۔

۲۸۰۔ وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا o فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا o فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا o فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا o اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ o (الذّٰریٰت:۱۔۵)

ترجمہ قسم ہے شدت کے ساتھ غبار اڑانے والیوں کی، پھر بوجھ اٹھانے والیوں کی، پھر بآسانی چلنے والیوں کی، پھر امر الٰہی کی تقسیم کرنے والی ہستیوں کی بے شک تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عبداللہ بن الکواء (مشہور منافق) نے حضرت امیر المومنین سے جبکہ آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ان آیات کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا **الذریت الریاح** (شدت سے غبار اڑانے والیاں یعنے ہوائیں) **الحملت وقراً** (بوجھ اٹھانے والیاں یعنی بادل) **الجریت یسرا ھی السفن** (بآسانی چلنے والیاں یعنی کشتیاں) **المقسمت امرا الملئکۃ** (امر الٰہی کی تقسیم کرنے والیاں یعنی ملائکہ)۔

۲۸۱۔ وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ o (الذریت:۱۹)

ترجمہ اور ان کے اموال میں مانگنے والے اور محروم (دونوں) کا حق تھا۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **المحروم** سے وہ بدنصیب مراد ہے جسے کاروبار میں بھی نفع نہ ملتا ہو۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ **المحروم** سے مراد ایسا آدمی ہے جس میں عقل و شعور تو ہو لیکن اس کا رزق ہی کم ہو اور وہ جس قدر بھی سعی و کوشش کرے اس کی روزی ہی محدود ہو۔

تبصرۂ مولف: ورنہ سائل بھی محروم ہے ورنہ وہ مانگتا ہی کیوں ہو.....؟ بعض تفاسیر میں محروم سے مراد ایسا شخص ہے جو محروم تو ہو لیکن اپنی خودداری و عزت نفس کے سبب سائل نہ ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ **یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف** (البقرہ: ۲۷۳) ''ان کی خودداری کی وجہ سے نادان آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے۔''

۲۸۲۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ o وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o (الذریت: ۲۰،۲۱)

ترجمہ اور یقین کرنے والوں کیلئے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سننے اور دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی۔ تمہیں غصہ بھی آتا ہے اور تم خوش بھی ہو جاتے ہو۔ تم بھوکے بھی ہوتے ہو اور پھر شکم سیر بھی۔ یہ تمام خود تمہارے وجود اور تمہاری ذات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

۲۸۳۔ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِمَلُوۡمٍ۝ وَذَكِّرۡ فَاِنَّ الذِّكۡرٰى تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۝ (الذریت:۵۴۔۵۵)

ترجمہ تو بس اب (اے رسولؐ) ان سے منہ پھیر لو اب تم پر کوئی الزام نہیں ہے اور یاد دہانی کرتے رہو کہ یہ نصیحت و یاد دہانی اہل ایمان کے لئے نفع بخش ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب لوگوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے ان سب کو ہلاک کر دے۔ لیکن اس کے بعد مشیت پروردگار میں بداء واقع ہوا اور اس نے مومنین پر رحم فرمایا۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت **فتول عنهم** (ان سے منہ پھیرلو) نازل ہوئی تو ہم میں کوئی ایسا نہ تھا جسے یہ یقین نہ ہوا ہو کہ اب عذاب آجائیگا کیونکہ رسول اللہ کو حکم ہوا ہے کہ اب آپ ان سے الگ ہو جائیں مگر جوں ہی دوسری آیت و ذکر (اور یاد دہانی کرتے رہو) اتری تو ہماری دلوں کو اطمینان ہوا۔

۲۸۴۔ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ۝ (الذریت: ۵۶)

ترجمہ اور میں نے جنات اور انسانوں کو نہیں پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں۔ جب وہ اس کی معرفت حاصل کریں گے تو اس کی عبادت کریں گے اور جب اس کی عبادت کریں گے تو اس کے غیر کی عبادت سے مستغنی ہو جائیں گے۔ اس پر کسی نے عرض کیا: اے فرزند رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان اللہ کی معرفت کیا ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا: لوگ اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کریں کہ جس کی اطاعت ان پر فرض کی گئی ہے۔

سرکار شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے کے لوگ یہ جان لیں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے کسی زمانے کو بغیر امام معصوم کے نہیں چھوڑا پس جس کسی نے حجت خدا کو تسلیم کئے بغیر خدا کی عبادت کی تو گویا اس نے غیر اللہ کی عبادت کی۔

۲۸۵۔ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ؕ (الطور:۲۱)

ترجمہ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ہم نے ان کی اولاد کو ان سے ملا دیا، اور ان کے اعمال میں کچھ بھی کمی نہ کی۔

"کلام الامام"

تفسیر صافی میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ ان اللہ رفع ذریۃ المؤمن فی درجتہ و ان کانوا دونہ لتقربھم عینہ ثم تلاھذہ الایۃ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن کی اولاد کا درجہ بڑھا کر انہیں اس کے درجہ پر فائز کردیگا۔ چاہے ان کا درجہ پست ہی کیوں نہ ہوتا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں)۔

کافی اور کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قصرت الانباء فالحق الابنا بالآباء لتقربذالک اعینھم (ایسی اولاد جن کے اعمال کم ہوں گے اللہ انہیں ان کے آباؤاجداد کے ساتھ ملا دیگا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ اذا دخل الرجل الجنۃ سأل عن ابویہ وزوجتہ وولدہ فیقال لہ انھم لم یبلغوا درجتک وعملک فیقول رب قد عملت ولھم فیؤمر بالحاقھم بہ (جب کوئی آدمی جنت میں داخل ہوگا وہ اپنے والدین اور بیوی بچوں کے متعلق پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں تو اس سے کہا جائیگا کہ وہ تمہارے درجہ اور عمل تک نہیں پہنچے تو وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کریگا کہ اے میرے مالک، میں نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ ان کیلئے بھی اعمال بجالائے تھے تو حکم دیا جائیگا کہ انہیں بھی اس کا درجہ عطا ہو۔

۲۸۶۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۱۔۴)

ترجمہ قسم ہے ستارے کی جس وقت وہ اترا، نہ تو تمہارا ساتھی (پیغمبرؐ) گمراہ ہوا نہ بہکا اور وہ نفسانی خواہشوں سے بات نہیں کرتا مگر صرف اس وحی سے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

"کلام الامام"

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں آپ کے اہلبیت واصحاب کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کے بعد ہمارا کون ہے؟ آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا اس طرح مسلسل تین دن گذر گئے کہ یہ حضرات آپ کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے اور یہی سوال کرتے۔ پھر تیسرے دن رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا" کل میرے اصحاب میں سے ایک شخص کے گھر آسمان سے ایک ستارہ اترے گا پس وہ ستارہ جس کسی کے گھر نازل ہو وہی تم پر میرا خلیفہ ہوگا۔ اس دن سب کے دل میں یہی تمنا تھی کہ ستارہ اس کے گھر پر اترے۔ جب چوتھا دن آیا تو اچانک آسمان سے ایک روشن ستاہ اترا جس کی روشنی دیگر تمام روشنیوں پر غالب آگئی پھر وہ ستارہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گھر پر اترا، اس پر منافقین کہنے لگے کہ یہ شخص بہک گیا ہے اور اپنے ابن عم کے بارے میں اپنی خواہشات نفسانی سے باتیں بناتا ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

۲۸۷۔ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ (النجم:۳۲)

ترجمہ پس خود آپ اپنی پرہیزگاری کے دعوے نہ کرو، جو پرہیزگار ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ لایتفخر احدکم بکثرۃ صلاتہ وصیامہ وزکوتہ ونسکہ لان اللہ عز و جل اعلم بمن اتقی (تم میں سے کوئی بھی اپنی نمازوں، روزوں، زکوۃ اور پرہیزگاری کی کثرت پر فخر نہ کرے کیونکہ اللہ عزوجل پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے)۔

نہج البلاغہ اور احتجاج طبرسی میں مولائے کائنات کے معاویہ کے نام ایک مکتوب میں ہے ولولا مانھی اللہ عنہ من تزکیہ المرء نفسہ لذکر ذاکر فضائل جمۃ تعفرھا قلوب المؤمنین ولاتمجھا آذان السامعین (اگر اللہ عزوجل نے خودستائی سے نہ منع کیا ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے وہ فضائل بھی بیان کرتا کہ جن سے مومنوں کے قلوب آشنا ہیں اور جنھیں سننے والوں کے کان کبھی نہیں بھولتے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خودستائی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ اپنی تعریف کرنا ضرورت و اضطرار کے عالم میں جائز ہے، کیا تم نے حضرت یوسفؑ کا یہ قول قرآن میں نہیں پڑھا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (یوسف:۵۵) ''مجھے زمین کے خزانوں کا نگہبان بنادے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں'' یا پھر حضرت ہودؑ کا یہ فرمان انا لکم ناصح امین (الاعراف:۶۸) ''میں تمہیں نصیحت کرنے والا امانت دار ہوں''۔

۴۸۸۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى٥

ترجمہ اور یہ وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں مالدار اور راضی کردیا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول مروی ہے: اغنی کل انسان بعیشہ وارضاہ بکسب یدہ (ہر انسان کو اس کی طرز زندگی و معیشت میں غنی کردیا) یعنی جس کو جتنا ملتا ہے وہ اسی میں گذارہ کرلیتا ہے اور اقنی کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی حاصل کردہ چیز پر راضی و خوشنود ہوتا ہے۔

۴۸۹۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ٥ (الرحمن:۱۷)

ترجمہ وہ دو مشرقوں کا رب اور دو مغربوں کا رب ہے۔

"کلام الامام"

احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان مشرق الشتاء علی حدہ ومشرق الصیف علی حدہ اما تعرف ذلک من قرب الشمس و بعدھا (موسم سرما کے آغاز کا ایک مشرق ہے اور موسم گرما کی ابتداء کا ایک مشرق ہے، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آفتاب ان دو موسموں میں قریب اور دور ہوتا ہے)۔رب المشارق والمغارب (کئی مشرقوں اور مغربوں کا رب) اس طرح ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آفتاب کے تین سو ساٹھ

برج قرار دیئے ہیں اور آفتاب ہر روز ایک مختلف برج سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر مکمل ایک سال تک اس برج سے طلوع نہیں ہوتا۔

۲۹۰۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ (الرحمن:۱۹۔۲۲)

ترجمہ اس نے دو دریا جاری کئے، اس طرح کہ وہ دونوں باہم ملے، ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے کہ وہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہوتے۔ تم دونوں اللہ کی کس نعمت کا انکار کرو گے۔ ان دونوں (دریاؤں) میں سے موتی و مرجان نکلتے ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **علی و فاطمه بحران عميقان لا يبغی احدهما علی صاحبه يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان قال الحسن الحسينؑ** (علی و فاطمہ علیہما السلام دو عمیق سمندر ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے پر غالب نہیں ان سے لولو و مرجان پیدا ہوئے یعنی امام حسن و حسین علیہما السلام)۔

تبصرۂ مولف: جن مفسرین نے اس سے عام دریا مراد لئے ہیں ان کیلئے یہ امر قابل غور ہے کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف دو دریا جاری کئے اور کیا ساری دنیا میں صرف دو دریاؤں سے موتی و مرجان نکلتے ہیں......؟!

۲۹۱۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ (الرحمن:۲۷)

ترجمہ اور تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہے گا جو بزرگی اور عزت والا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ **نحن الوجه الذی يؤتی الله منه** (ہم ہی وجہ اللہ ہیں جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہیں)۔

تفسیر قمی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے اللہ کا چہرہ اس طرح مراد لیا جس طرح لوگوں کے چہرے ہوتے ہیں تو وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔ البتہ وجہ اللہ سے مراد اللہ کے انبیاء و مرسلین اور حجج اللہ ہیں کہ ان ہی کے ذریعہ بندگان خدا، اس کی اور اس کے دین کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تبصرۂ مولف: یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ سواد اعظم کے علماء اور خصوصاً ابن تیمیہ اور بعد میں ان ہی کی تقلید میں وہابیوں کا عقیدہ ہو گیا کہ (معاذ اللہ) اس سے اللہ کا چہرہ مراد ہے یعنی وہ اللہ کے جسم کے قائل ہیں۔

۲۹۲۔ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ○ (الرحمن:۲۹)

ترجمہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اسی سے مانگتے ہیں ہر دن اس کی ایک نئی شان ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ الحمد لله الذی لایموت ولاتنقضی عجائبه لانه کل یوم هو فی شان من احداث بدیع لم یکن (ساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے جسے نہ موت ہے نہ ہی اس کے عجائبات ختم ہونے والے ہیں کیونکہ ہر روز اس کی ایک نئی شان ہے وہ ہر لحظہ ایسی نئی تخلیق فرماتا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ من شانه ان یغفر ذنبا و یفرج کربا و یرفع قوما و یضع اٰخرین اس کی شان میں یہ بھی داخل ہے کہ (ہر لمحہ) وہ گناہ بخش دیتا ہے، رنج وغم کو دور کردیتا ہے ایک قوم کو سرفرازی عطا کرتا ہے تو دوسری قوم کو زوال دیدیتا ہے۔

تبصرۂ مولف: یہودیوں کے علاوہ بعض مسلمانوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روز ازل ہی سب کی تقدیر مقرر فرمادی ہے اور اب وہ کوئی نئے فیصلے نہیں فرماتا۔ یہ انکار بداء ہمارے عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر دعا و توبہ کا قبول ہونا اور مغفرت وشفاعت کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا۔ لہذا بداء پر یقین وایمان ضروری ہے۔

۲۹۳۔ یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ۝ (الرحمن:۴۱)

ترجمہ مجرم اپنی نشانیوں ہی سے پہچان لئے جائیں گے اس وقت انہیں سر کے بالوں اور پیروں سے پکڑ لیا جائیگا۔

"کلام الامام"

البصائر میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے دریافت فرمایا کہ لوگ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں، اس نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن مجرموں اور گنہ گاروں کو ان کی علامات کے ذریعہ سے پہچان لے گا۔ آپؑ نے فرمایا جو اللہ خود ان کا خالق ہے بھلا وہ علامات کا محتاج کیوں ہوگا؟! ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے بارے میں ہے کہ جب آپؑ ظہور فرمائیں گے تو گنہ گار مجرموں کو ان کی علامات سے پہچان لیں گے......

۲۹۴۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ۝ (الواقعه:۳)

ترجمہ (قیامت) نیچا کرنے والی اور اونچا کرنے والی ہے۔

"کلام الامام"

کتاب الخصال میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خافضة خفضت والله باعداء الله فی النار رافعة رفعت والله اولیاء الله الی الجنة (قیامت نیچا کرنے والی ہے، خدا کی قسم وہ دشمنان خدا کو جہنم میں گرادیگی اور قیامت اونچا کرنے والی ہے کہ خدا کی قسم وہ دوستان خدا کو جنت کی اعلیٰ منازل تک پہنچادیگی)۔

۲۹۵۔ وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ۝ اولئك المقربون۝ فی جنت النعیم۝ (الواقعه:۱۰۔۱۲)

ترجمہ اور سبقت کرنے والے تو پوری سبقت کرنے والے ہیں۔ وہی تو مقرب بندے ہیں جو نعمت کے باغوں میں ہونگے۔

"کلام الامام"

امالی میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منقول ہے کہ جبرئیل نے آپؐ سے کہاذلک علیٌ وشیعته هم السابقون الی الجنة المقربون من الله بکرامته لهم (وہ علیؑ اوران کے شیعہ ہیں جو جنت کی جانب سبقت کرنے والے ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں کیونکہ اللہ کے نزدیک وہ مکرم ومحترم ہیں)۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک گروہ سے فرمایا: انتم السابقون الاولون والسابقون الاخرون والسابقون فی الدنیا الی ولایتنا و فی الاخرة الی الجنة (تم پہلے سبقت بھی کرنے والے ہواور آخر میں بھی۔ تم پہلے دنیا میں ہماری ولایت کی طرف سبقت کرنے والے ہواور پھر آخرت میں جنت کی طرف)۔

۲۹۶۔ فَاَمَّآ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ۙ فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ ۬ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ○ (الواقعہ:۸۸،۸۹)

ترجمہ تو اب اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کیلئے آرام وخوشبواور نعمتوں والی جنت ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان یعنی فی قبره وجنة نعیم یعنی فی الآخرة (اب اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کیلئے آرام وخوشبو قبر میں ہے اور نعمتوں والی جنت آخرت میں)۔

تبصرۂ مولف: ورنہ آرام وخوشبو تو جنت میں بھی مہیا ہے۔ اس آرام وخوشبو کا جنت کے تذکرے سے علیحدہ تذکرہ کرنا اسی طرف دلالت کرتا ہے کہ یہ آرام وخوشبو جنت کے علاوہ بھی کہیں اور عطا ہوگی۔

۲۹۷۔ هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ○ (الحدید:۳)

ترجمہ وہی (اللہ) اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین کا یہ ارشاد ہے: لیس لاولیته ابتداء ولالازلیه انقضاء هو الاول لم یزل والباقی بلا اجل (نہ اس کی اولیت کی کوئی ابتداء ہے نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ایسا باقی ہے کہ جس کیلئے کسی مدت کی قید نہیں۔

نہج البلاغہ ہی میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: هو الظاهر علیها بسلطانه وعظمته وهو الباطن لها بعلمه و معرفته والعالی علی کل شیء منها بجلاله وعزته (وہ زمین پر اپنے دبدبے اور عظمت کے ساتھ ظاہر ہے اور اپنے علم ومعرفت کے ذریعہ باطن سے واقف ہے اور اپنے جلال وعزت کے سبب ہر چیز پر غالب ہے۔)

۲۹۸۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (الحدید:۱۶،۱۷)

ترجمہ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ مومنوں کے دل اللہ کے ذکر اور جو حق سے نازل ہوا ہے اس سے متاثر ہوں، اور ان کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب طویل مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں زیادہ تر فاسق ہیں۔ جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے یہ نشانیاں واضح کردی ہیں۔ شاید تم عقل سے کام لو۔

"کلام الامام"

کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ **یحی اللہ تعالیٰ بالقائم بعد موتھا یعنی بموتھا کفر اھلھا والکافر میت** (اللہ سبحانہ وتعالیٰ قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے ذریعہ زمین کو زندہ کریگا زمین کی موت سے مراد اہل زمین کا کفر ہے کیونکہ کافر مردہ ہے)۔

تبصرۂ مولف: سلسلہ آیات پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ اس سلسلہ میں زمین کا بارش کی وجہ زندہ ہوجانا کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے متعلق کئی احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ آپ کا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ غیبت ہوئے طویل مدت گذر جائیگی اور دل سخت ہوجائیں گے۔

۲۹۹۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
وَنُوْرُهُمْ ۭ (الحدید:۱۹)

ترجمہ اور جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے پروردگار کے پاس صدیق اور شہید ہیں، ان کیلئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین کا ارشاد ہے: **الزموا الارض واصبرو علی البلاء ولاتحرکوا بایدیکم وسیوفکم فی ھوی السنتکم ولاتستعجلوا بمالم یعجلہ اللہ لکم فانہ من مات منکم علیٰ فراشہ وھو علی معرفۃ حق ربہ و حق رسولہ و اھل بیتہ مات شھیداً** (اپنے مقام پر جمے رہو، مشکلات کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشات سے عاجز و مجبور ہو کر اپنے دست وبازو اور اپنی تلواروں کو حرکت میں نہ لاؤ، اور اس امر میں جلد بازی نہ کرو۔ جس میں اللہ نے جلدی نہیں فرمائی۔ بے شک تم میں سے کوئی اپنے بستر پر اس حال میں انتقال کر جائے کہ وہ اللہ، اس کے رسولؐ اور آپ کے اہلبیت کے حق کی معرفت رکھتا ہو تو اس کی موت شہادت ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ **العارف منکم ھذا الامر المنتظر**

لہ المحتسب فیہ الخیر کمن جاھد واللہ مع قائم آل محمد بسیفہ ثم قال بل واللہ کمن جاھد مع رسول اللہ بسیفہ ثم قال الثالثہ بل واللہ کمن استشھد مع رسول اللہ فی فسطاطہ و فیکم اٰیۃ من کتاب اللہ (تم میں سے جو بھی ہماری ولایت کا عارف ہو اور ظہور قائم آل محمد (عجل اللہ فرجہ) کا منتظر رہے اور نیکیوں پر توجہ رکھے تو خدا کی قسم وہ اس شخص کی طرح ہے جو قائم آل محمدؑ کی معیت میں اپنی تلوار سے جنگ کرے، پھر فرمایا نہیں بلکہ واللہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو رسول اللہ کی معیت میں اپنی تلوار سے جنگ کرے پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا بلکہ خدا کی قسم وہ اس شخص کی مانند ہے جو رسول اللہ کی معیت میں آپ کے خیمے میں شہید ہوا ہو۔ اور کتاب خدا میں تمہارے بارے میں ایک آیت بھی ہے۔ اس پر راوی نے پوچھا میری جان آپ پر نثار ہو وہ کونسی آیت ہے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: صرتم واللہ صادقین شھداء عند ربکم خدا کی قسم تم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہو گئے۔

تبصرۂ مولف: کتب احادیث میں اس مضمون کی کئی احادیث ملتی ہیں جن میں سے ایک مشہور و معروف حدیث یہ بھی ہے، من مات علی حب آل محمد مات شھیدا (جو آل محمد علیہم السلام کی محبت میں مرجائے اس نے شہادت کی موت پائی)

۳۰۰۔ مَآاَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَافِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (الحدید:۲۲،۲۳)

ترجمہ زمین میں اور تمہارے نفوس میں کوئی مصیبت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اس کی خلقت سے پہلے ہی ایک نوشتہ (لوح محفوظ) میں ہے۔ یقیناً یہ اللہ کیلئے آسان ہے۔ تا کہ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور اس پر خوش نہ ہو جاؤ جو تمہیں مل جائے اور اللہ کسی بھی اترانے فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر اسیران کربلا دربار شام میں لائے گئے تو یزید بن معاویہ نے آپ کو مخاطب کر کے یہ آیت پڑھی۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ:۳۰) اور تم لوگوں پر جو کچھ مصیبت آئی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی ہے اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اے یزید! خدا کی قسم یہ آیت ہمارے بارے میں نہیں ہے بلکہ ہمارے متعلق تو یہ آیت ہے پھر آپ نے یہ آیت ما اصاب من مصیبۃ...... تلاوت فرمائی۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے! الزھد کلہ بین کلمتین من القرآن قال اللہ سبحانہ: لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولاتفرحوا بما اتکم، ومن لم یاس علی الماضی ولم یفرح بالاتی فقد اخذ الزھد بطرفیہ (سارا زہد قرآن کے دو جملوں میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تا کہ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور اس پر خوش نہ ہو جاؤ جو تمہیں مل جائے اس طرح جو شخص چلے جانی والی چیز کا افسوس نہیں کرتا اور مل جانے والی چیز پر اتراتا نہیں تو اس نے زہد کو دونوں کناروں سے سمیٹ لیا ہے۔

۳۰۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِهٖ يُؤۡتِكُمۡ كِفۡلَيۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۙ (الحدید:۲۸)

ترجمہ اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تا کہ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا کرے اور تمہارے لئے ایک نور قرار دے جس کے سایہ میں تم راہ (ہدایت) طے کرو اور وہ تمہاری مغفرت فرمائے اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کفلین من رحمته (اپنی رحمت کے دو حصے) سے مراد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام ہیں، اور نورا تمشون به میں نور سے مراد تمہارے زمانہ کا امام ہے۔

تبصرۂ مولف: یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ قرآن حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین کہتا ہے اور آپ کی مشہور حدیث ہے کہ الحسن والحسین منی (حسن وحسین مجھ سے ہیں) اس طرح جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم رحمت ہیں اور حسنین علیہما السلام آپ سے ہیں تو آپ دونوں رحمت کے دو حصے قرار پائے۔

۳۰۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَيۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقَةً‌ ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ وَاَطۡهَرُ‌ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ‌ ؕ (المجادلۃ:۱۲،۱۳)

ترجمہ اے ایمان لانے والو جب کبھی رسول سے راز میں بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دیدیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ طہارت کا سبب ہے۔ اور اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ کیا تم راز کی بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے......؟!

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اية من كتاب الله لم يعمل بها احد قبلى ولا يعمل بها احد بعدى كان لي دينار فصرفته بعشرة دراهم فكنت جئت الى النبىؐ تصدقت بدرهم (کتاب خدا میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پر کسی نے نہ مجھ سے پہلے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کریگا۔ میرے پاس ایک دینار تھا جس کے میں نے دس درہم بنوالئے اور میں جب کبھی رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے راز میں گفتگو کرنا چاہتا تو گفتگو سے قبل ایک درہم صدقہ دیدیا کرتا تھا۔

تبصرۂ مولف: شیعہ اور سنی مفسرین قرآن اور مورخین اسلام بیان کرتے ہیں کہ اکثر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر راز میں باتیں کیا کرتے تھے جس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ ان سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گہرے مراسم ہیں اور

یہ راز میں آپؐ سے اہم امور پر گفتگو کرتے ہیں جو عوام کی سمجھ سے باہر ہیں، حالانکہ نہ تو ان سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے مراسم تھے نہ ہی ان کی گفتگو اہم امور پر ہوتی تھی، بلکہ اس سے آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا تھا تاہم خلق عظیمؐ اسے برداشت کئے جاتے تھے، جب پروردگار عالم نے ان لوگوں کے ''گہرے مراسم'' کی آزمائش کیلئے صدقہ کی پابندی عائد کردی تو سوائے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کوئی اور آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، حالانکہ اس پابندی میں بھی صدقہ کی کوئی حد معین نہ تھی کہ کم سے کم اتنے درہم یا دینار ہی دیئے جائیں۔ اس کے باوجود سوائے مولائے کائنات کے کوئی جانثار رسول اتنی بھی سخاوت نہ کرسکا ایک خرمہ بھی رسولؐ سے ملاقات کیلئے صدقہ دے دیتا۔

مفسرین میں اس حکم کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم دس دن برقرار رہا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک دن یا صرف چند گھنٹے، اور جب آزمائش ہوگئی اور ان اصحاب کے چہروں سے نقاب ہٹ گئے تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

۳۰۳ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط (المجادلة : ۲۲)

ترجمہ تم کسی جماعت کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اللہ و رسول کے مخالفین سے محبت کرتا ہوا نہ پاؤ گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا ان کے ہم قبیلہ۔ یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان کندہ کردیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے۔

"کلام الامام"

سفینۃ البحار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ **اذااردت ان تعلم فيك خير فانظر الى قلبك فان كان يحب اهل طاعة الله عزوجل و يبغض واهل معصيته ففيك خير والله يحبك واذا كان يبغض اهل طاعة الله و يحب اهل معصيته ليس فيك خير والله يبغضك والمرء مع من احب** (جب تم یہ معلوم کرنا چاہو کہ آیا تم میں کوئی بھلائی اور خیر ہے تو اپنے دل کا مطالعہ کرو اگر تمہارے دل میں اللہ کے فرمانبردار بندوں سے محبت اور اس کے گنہ گاروں سے بغض وعداوت ہے تو تم میں بھلائی اور خیر ہے اور اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے اور اگر تمہارے دل میں اللہ کے فرمانبردار بندوں سے بغض وعداوت ہے اور اس کے گنہ گاروں سے محبت ہے تو تم میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے اور تم پر اللہ کا غضب ہے اور انسان (کا حشر) ہمیشہ اسی کے ساتھ ہوتا ہے جسکے ساتھ اسے محبت ہو۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیکہ **مامن مومن الا و لقبله اذنان فى جوفه اذن ينفث فيها الوسواس الخناس و اذن ينفث فيها الملك فيئويد الله المومن بالملك فذلك قوله و ايديهم بروح منه** (ہر مومن کے دل کیلئے دو کان ہوتے ہیں ایک تو وہ کان ہے جسمیں وسواس خناس (شیطان) پھونکتا ہے اور دوسرا وہ کان ہے جسمیں فرشتہ پھونکتا ہے پس اللہ فرشتے کے ذریعہ مومن کی مدد فرماتا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے کہ **وايديهم بروح منه** ۔ اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے)

۳۰۴ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (الحشر : ۲۲)

ترجمہ وہ اللہ وہی ہے جسکے سوااور کوئی معبود نہیں جو پوشیدہ اور ظاہرہ کا جاننے والا وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ **الغیب** (پوشیدہ) سے مراد وہ امور ہیں جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے اور **الشھادہ** (ظاہرہ) سے مراد وہ باتیں ہیں جو ہو چکی ہیں۔

تبصرہ ءمولف: ورنہ اللہ سے کونسی بات پوشیدہ ہوسکتی ہے۔ یہ غیب مخلوق کی نسبت سے ہے۔ کیوں کہ اللہ کیلئے تو قید زماں نہیں۔ اس کیلئے ماضی، حال اور مستقبل کے سارے ظاہر ہیں۔

۳۰۵ هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ (الجمعة : ۲)

ترجمہ وہ وہ ہے جس نے اُمیّوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزہ بناتا اور انہیں کتاب اور حکومت کی تعلیم دیتا ہے۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام سے دو مختلف احادیث میں منقول ہیکہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی کیوں کہا جاتا ہے تو آپ نے پوچھا کہ اس بارے میں عوام کیا کہتے ہیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ رسالتمآب لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اسلئے آپ کو امی کہا جاتا ہے۔ اس پر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ ان پر لعنت کرے وہ جھوٹے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرماتا ہے: **هوالذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة** ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جو خود ہی لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ دوسروں کو کیسے پڑھا سکتا ہے؟! حقیقت یہ ہیکہ آپ بہتر۷۲ (راوی کا بیان ہے کہ شاید آپ نے تہتر ۷۳ کہا) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ کو اُمّی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کا وطن مکہ تھا اور مکہ ہی ام القریٰ ہے۔ اسی نسبت سے آپ امی کہلائے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **ولتنذر ام القری ومن حولها (الانعام : ۹۲)** (تاکہ تم ام القریٰ اور اس کے اطراف والوں کو ڈراؤ)

تبصرہ ءمولف: مفسرین کہتے ہیں کہ ام القریٰ اس بڑی آبادی کو کہتے ہیں جو دیگر چھوٹی آبادیوں کے درمیان ہو اور جس سے ان چھوٹی آبادیوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہو۔ مکہ معظمہ خلقت زمین کے بعد وہ پہلی جگہ ہے جو خشک ہو کر قابل رہائش ہوی اسی لئے اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

یہ جو روایت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بہتر (۷۲) یا تہتر (۷۳) زبانیں جانتے تھے تو اسکی تصریح یہ ہیکہ یہ تکثیر کے اعداد ہیں ورنہ ہمارا اعتقاد یہ ہیکہ مدینۃ العلم نہ صرف انسانوں کی ہر زبان سے بلکہ جنات و وحوش کی زبانوں سے بھی واقف تھے۔

۳۰۶ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؈ (المنفقون : ۱۱)

ترجمہ جب کسی کی اجل آجائے تو پھر اللہ ہرگز تاخیر نہیں کرتا۔ اور جو تم کرتے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس بات کو چاہے آگے کر دیتا ہے اور جس امر کو چاہے پیچھے کر دیتا ہے۔ لیکن جب شب قدر آتی ہے تو پھر اس سال جو کچھ ہونے والا ہے اس کا قطعی فرمان نازل کر دیتا ہے اور یہ فرمان ایک نوشتہ میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس قطعی فرمان کے بعد کسی امر میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔

تبصرہ مولف: شب قدر کے قطعی فرمان سے قبل دعاؤں کا مستجاب ہونا اور دعاؤں کی برکت سے حالات کا بدل جانا مثلاً درازیء عمر، وسعت رزق یا کثرت اولاد وغیرہ ہمارے اعتقادات کا ایک اہم حصہ ہے لیکن مذکورہ بالا آیت میں شب قدر کے قطعی فیصلہ کے بعد کا ذکر ہے کہ جس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔

۳۰۷ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ؈ (التغابن : ۱۵)

ترجمہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ لا يقولن احدكم اللهم انى اعوذبك من الفتنة لانه ليس احدالا وهو مشتمل على فتنة ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلات الفتن فان الله سبحانه يقول واعلموا انما اموالكم واولادكم فتنة و معنى ذلك انه يختبرهم بالاموال والاولاد ليتبين الساخط لرزقه والراضى بقسمه وان كان سبحانه اعلم بهم من انفسهم ولكن لتظهر الافعال التى بها يستحق الثواب والعقاب لان بعضهم يحب الذكور و يكره الاناث وبعضهم يحب تثمير المال ويكره انثلام الحال (یہ نہ کہو کہ اے اللہ میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اسلئے کہ ایسا کوئی نہیں جو فتنہ سے آزاد ہو لیکن جو پناہ مانگنا چاہتا ہو وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے "یہ جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں"۔ اسکا مطلب یہ ہیکہ اللہ اپنے بندوں کو مال اور اولاد کے ذریعہ آزماتا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کون اپنے رزق پر نالاں ہے اور کون اپنی قسمت پر راضی ہے حالانکہ اللہ سبحانہ انہیں ایسا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ امتحان اسلیئے ہے کہ وہ افعال سامنے آجائیں جن سے ثواب وعذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیوں کہ ان میں سے بعض بیٹوں کو پسند کرتے ہیں اور بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں بعض مال و دولت میں ترقی کے دلدادہ ہیں اور مفلسی سے کراہت کرتے ہیں۔

تبصرہ مولف: ہماری زبان میں لفظ فتنہ مصیبت، آفت اور خرابی وفساد کے معنی میں مستعمل ہے جبکہ تفسیر مولائے کائنات سے یہ ظاہر ہیکہ یہاں فتنہ سے مراد امتحان وآزمائش ہے۔ امتحان وآزمائش اچھی چیز سے بھی ممکن ہے اور بری چیز سے بھی۔ لہذا مال واولاد ذاتاً برے نہیں۔ مال ودولت اگر زکوۃ وخمس وصدقات کیلئے استعمال ہو تو یقیناً ایک نعمت ہے اسی طرح صالح اولاد ثواب جاریہ کا ذریعہ ہے اور اس کے برعکس یہی مال واولاد موجب عذاب ہے۔ چنانچہ اس آیت کے آخری حصے میں یہ جو ارشاد ہوا کہ والله عنده اجر عظيم

(اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے) تو یہی مال کے واجب اور جائز استعمال اور اولاد کی صحیح تربیت و پرورش کے ثواب کا اعلان ہے۔

۳۰۸ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق: ۲،۳)

ترجمہ اور جو اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لئے کوئی راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں اس کے خیال کا بھی گزر نہیں۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کیلئے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے امر کو پورا کرنے والا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک پیمانہ مقرر کر رکھا ہے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے اپنے کاروبار معطل کر دیئے اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر مصروف عبادت ہو گئے کہ اب ہمیں روزی کی فکر نہیں ہے کیوں کہ اللہ نے ہمیں رزق پہنچانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور جب وہ حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: **انه من فعل ذلك لم يستجب له عليكم بالطلب** (جو ایسا کرے اسکی دعا قبول نہ ہوگی۔ تم پر لازم ہے کہ طلب معاش میں سعی و کوشش کرو۔)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہیکہ اس کے مصداق ہمارے وہ مفلس و نادار شیعہ ہیں جو ہمارے پاس آنے کے ذرائع نہیں رکھتے کہ ہم تک رسائی ہو اور وہ ہم سے ہماری احادیث اخذ کریں، اور ہمارے علم سے مستفید ہوں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنا مال خرچ کر کے اور زحمتیں برداشت کر کے ہمارے پاس آتے اور ہم سے ہماری احادیث سن کر ان لوگوں کو جا سناتے ہیں اور وہ مفلس و نادار تو ہماری احادیث جو انہوں نے دوسروں سے سنی ہیں یاد کر لیتے ہیں اور جنھوں نے خود ہم سے احادیث سنی تھیں وہ انہیں بھلا دیتے ہیں۔ یہ مفلس و نادار وہی ہیں جن کے لئے اللہ کوئی راستہ پیدا کر دیتا ہے اور ان تک ہمارا علم اسطرح پہنچا دیتا ہے کہ جسکا انہیں خیال و گمان تک نہیں ہوتا۔

تبصرہ مولف: **يرزقه من حيث لا يحتسب** (اللہ اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں اس کے خیال کا بھی گزر نہیں) ہماری زبان میں رزق عموماً روزی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہیکہ ذائقہ کا رزق اچھا طعام ہے تو سامعہ کا رزق اچھا کام ہے۔ اسی طرح قلب و ذہن کیلئے علم ہی رزق ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہے۔

۳۰۹ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (التحریم: ۴)

ترجمہ (اے رسول کی دو بیویو) اگر تم اپنے فعل سے اللہ کی طرف توبہ کر لو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیوں کہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور اگر تم (رسول) کے خلاف محاذ ہی بنا لو تو پھر اللہ اور جبرئیل اور مومنین کی ایک نیک فرد ان (رسول) کی مددگار ہے اور اس کے بعد تمام فرشتے پشت پناہ ہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ
لقد عرف رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم علیا علیه السلام اصحابه مرتین امامرة فحیث قال من کنت مولاه فعلی مولاه واما الثانیة فحیث نزلت هذه الایة ... اخذ رسول اللهؐ بیدعلی علیه السلام فقال ایها الناس هذا صالح المؤمنین (حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین السلام کا (واضح طریقہ سے) دو مرتبہ تعارف کروایا۔ ایک دفعہ تو جب آپؐ نے یہ فرمایا کہ میں جسکا مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے۔ اور دوسری مرتبہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: اے لوگو یہ صالح المومنین ہے۔

تبصرہ مولف: صحیح بخاری اور تفسیر در منشور میں عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ اس آیت میں رسالتماب کی کونسی دو بیویوں سے خطاب ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ اس سے عائشہ اور حفصہ مراد ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی تفسیر تفہیم القران میں یہ روایت نقل کی ہے۔

۳۱۰ **قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ۝** (الملک : ۳۰)

ترجمہ کہدو کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر تمہارا پانی کبھی گہرائی میں چلا جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے پھر سے شیریں پانی جاری کردے۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اور کمال الدین واتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث مروی ہیکہ **نزلت فی الامام القائم ان اصبح امامکم غائبا عنکم لاتدرون این هو فمن یاتیکم بامام ظاهر یاتیکم باخبار السموت والارض وحلال الله و حرامه ثم قال والله ماجاء تاویل هذه الایه ولا بد ان یجیء تاویلها** (یہ آیت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ اگر تمہارا امام پردہ غیبت میں چلا جائے اور تمہیں یہ بھی نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے، تو کون ہے جو تمہارے لئے امام ظاہر کو لے آئے جو تمہارے لئے آسمانوں اور زمین کے حالات اور حلال وحرام خدا بیان کرے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم ابھی اس آیت کی تاویل نہیں آئی ہے، لیکن ضرور ضرور اس کی تاویل آئے گی (جبکہ بحکم خدا قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ ظہور فرمائینگے)

۳۱۱ **اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ کَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ۝ وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ** (القلم : ۱۷، ۱۸)

ترجمہ بے شک ہم نے ان (مشرکین مکہ) کو ویسے ہی امتحان میں ڈالا جیسا کہ باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا جبکہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ علی الصبح اس کے پھل توڑلینگے اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ اہل مکہ کی اسی طرح کی آزمائش کی گئی جس طرح ایک باغ کے مالکوں کی آزمائش بھوک سے کی گئی تھی۔

تبصرۂ مولف: مفسرین کہتے ہیں کہ یہ باغ یمن میں تھا۔ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہیکہ کانت لشیخ کان یمسک منها قدر کفایة اهله ویتصدق بالباقی فلما مات قال بنوه نحن احق بها لکثرة عیالنا ولا یسعنا نفعل کما فعل ابونا وعزموا علی حرمان المساکین فصارت عاقبتهم الی ماقص الله تعالی فی کتابه (یہ باغ ایک بوڑھے آدمی کا تھا جو اپنے اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات کے مطابق اس باغ کے پھل رکھ لیتا تھا اور باقی خیرات کر دیتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے بیٹوں نے کہا کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ہمارے اہل وعیال کی تعداد زیادہ ہے اور ہم وہ نہیں کر سکتے جو ہمارا باپ کیا کرتا تھا۔ انہوں نے غربا و مساکین کو محروم کرنے کا عزم کر لیا پھر ان کا انجام کار وہی ہوا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ ولا یستثنون (اور وہ کوئی استثناء بھی نہیں کر رہے تھے) مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہیکہ انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا۔

۳۱۲ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۞ (الحاقۃ: ۱۷)

ترجمہ اور اس (قیامت کے) دن تمہارے رب کے عرش کو آٹھ (افراد) ان کے اوپر اٹھائے ہوں گے

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ عرش سے مراد علم ہے۔ اور ان عرش الٰہی کے اٹھانے والوں کے بارے میں تفسیر قمی میں ہیکہ انهم الیوم اربعة فاذا کان یوم القیامة ایدهم باربعة اخرین فیکون ثمانیه (فی الحال عرش الٰہی کو اٹھانے والے چار ہیں لیکن قیامت کے دن مزید چار افراد سے اللہ ان کی مدد فرمائے گا اس طرح وہ آٹھ ہو جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں اور تفسیر قمی میں ہے کہ پہلے چار حاملان عرش الٰہی حضرت نوح، حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور دوسرے چار، حضور رسالتمآبؐ، امیر المومنین، حضرت حسن و امام حسین علیہم السلام ہیں۔

۳۱۳ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۞ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۞ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۞ (المعارج: ۱...۳)

ترجمہ ایک مانگنے والے نے ذی مرتبت اللہ سے وہ عذاب مانگا جو کافروں پر ہونے ہی والا ہے، اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب غدیر میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین کی خلافت کا اعلان فرمایا تو نعمان بن حارث فہری رسالتمآبؐ کے خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کیا یہ بات

آپ نے خود اپنی طرف سے کہی ہے یا یہ حکم اللہ کی جانب سے آیا ہے۔؟ ارسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں یہ حکم خدا ہے۔ یہ سن کر نعمان بن حارث فہری نے آپ کی طرف سے اپنا منہ موڑ لیا اور چلتے ہوئے یہ آیت پڑھتا جاتا تھا: الهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء (الانفال : ۳۲) (خدایا اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے) اسی وقت آسمان سے اس کے سر پر ایک پتھر گرا جس نے اس کا کام تمام کردیا۔

تبصرۂ مولف: یہ روایت شیعہ مفسرین کے علاوہ کئی سنی مفسرین اور مورخین نے بھی مختلف اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔ سرکار عبدالحسین امینی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور و معروف کتاب الغدیر میں یہ سب روایتیں جمع فرمادی ہیں۔ البتہ مورخین میں اس شخص کے نام کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نعمان بن حارث فہری تھا یا حارث بن نعمان یا جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ اس کا نام نضر بن حارث تھا۔ ظاہر ہیکہ ناموں کے اختلاف سے اصل واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ من ادمن سال سائل لم يساله الله يوم القيامة عن ذنب عمله وسكنه جنته مع محمد صلى الله عليه وآله وسلم (جو سورہ معارج کو بدوام پڑھے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے گناہوں کے متعلق سوال نہ کریگا اور اس کو اپنی جنت میں رسالت مآبؐ کے ساتھ رکھے گا)۔

۳۱۴۔ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیمہ: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ اس دن کچھ چہرے ہشاش بشاش ہونگے۔ اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

"کلام الامام"

کتاب الاحتجاج میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہیکہ جب مومنین جنت میں داخل ہونگے تو وہ دیکھیں گے کہ ان کا پروردگار انہیں کیسی کیسی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ (یعنی وہ اپنے پروردگار کی جانب نظر امید لگائے ہوں گے۔)

تبصرۂ مولف: علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ نے الاحتجاج میں لکھا ہے کہ ناظرة (دیکھنے والا) منتظره (انتظار کرنے والا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے عرب شعراء کے کلام سے اس کی مثالیں بھی دی ہیں۔ خود اردو زبان میں دیکھنا انتظار کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

چلتا ہے یار کونسی رفتار دیکھئے (آتش)

خود قرآن مجید میں بھی ناظرہ، منتظرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً وانی مرسلة اليهم بهدية فنظرة بم يرجع المرسلون (النمل : ۳۵) (بلقیس نے کہا) (میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ پیغام رساں کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔)۔

۳۱۵۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ (الدھر: ۱)

ترجمہ کیا انسان پر عرصۂ امکان میں ایسا وقت تھا جبکہ وہ ذکر میں آنے والی چیز ہی نہ تھا

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ کان مذكورا في العلم ولم يكن مذكورا في

الـخلق (انسان اللہ کے علم میں تو مذکور تھا لیکن خلق خدا میں اس کا ذکر تک نہ تھا) آپ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہیکہ کـان شیئاً ولم یکن مذکورا (انسان کوئی چیز تو تھا لیکن کہیں اس کا ذکر نہ تھا)

ایک اور حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو ان دونوں احادیث کی تشریح بھی کرتی ہے کـان مقدورا ولم یکن مکونا (اس کا وجود طے ہو چکا تھا لیکن ابھی وہ پردہ غیب میں تھا کہ ابھی اس کی تخلیق نہ ہوئی تھی)

تبصرۂ مولف: کسی چیز کا علم الہیٰ میں ہونا ہی اس کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ اگر کوئی چیز علم الہیٰ میں ہے تو یقیناً اس کا وجود بھی ہے چاہے وہ اب موجود ہو یا آئندہ کبھی ہونے والی ہو۔ کیونکہ خدا زمانے کی قیود سے منزہ ہے اس کے لئے ماضی، حال اور مستقبل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لھذا انسان ذکر میں آنے والی چیز ہی نہ تھا کا مفہوم وہی ہوگا جو امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس ذکر کی نسبت خلق خدا کی طرف ہے نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف۔

۳۱۶۔ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ○ (الدھر :۱۶)

ترجمہ (جنت میں) چاندی کے شیشے ہوں گے جو مناسب اندازے کے مطابق تیار کیے گئے ہوں گے۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ ینفذ البصر فی فضه الجنة کما ینفذ فی الزجاج (آنکھیں جنت کی چاندی کے اس طرح آر پار دیکھیں گی جس طرح شیشے کے آر پار دیکھتی ہیں)۔

تبصرۂ مولف: باوجودیکہ یہ ظروف چاندی کے ہوں گے لیکن اس قدر شفاف کہ جیسا شیشہ ہوتا ہے اس طرح ان میں رکھی ہوئی شراب طہور باہر سے نظر آ رہی ہوگی۔ عبداللہ ابن عباس کا قول ہے کہ دنیا میں جنت کی تمام نعمتوں کا مثل ونظیر ہے سوائے چاندی کے ظروف کے کہ دنیا میں انکے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شراب طہور کے بارے میں منقول ہیکہ یطھرھم عن کل شیء سوی الله (یہ شراب طہور ایسی شراب ہے جو اہل جنت کو اللہ کے سوا سب سے بے نیاز کر دے گی)۔

۳۱۷۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ○ (الدھر :۳۰)

ترجمہ اور (اے آل محمدؐ) تم کچھ چاہتے ہی نہیں مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے۔

"کلام الامام"

حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف سے فرقۂ مفوضہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کاذب ہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ ہمارے قلوب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت وارادہ کے ظروف ہیں، وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہمارا بھی ارادہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

تبصرۂ مولف: مفوضہ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سارے امور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سپرد فرما دیے ہیں اور وہ جو چاہیں کرتے ہیں اور کاروبار عالم میں خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام نے انہیں کاذب اور کافر کہا اور ان پر لعنت فرمائی ہے۔

۳۱۸۔ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ٥ (المرسلٰت :۳٦)

ترجمہ (بروز قیامت جھٹلانے والوں کو) اس کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ کچھ عذر پیش کریں۔

"کلام الامام"

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ کی عظمت وعدالت اس امر میں مانع ہے کہ اس کا بندہ کوئی عذر رکھتا ہو اور وہ اسکے عذر کو نظر انداز کردے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہیکہ اس بندہ کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا اور وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے خود مہر بہ لب ہو جائے گا۔

۳۱۹۔ ....وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا٥ (النبأ :٤٠)

ترجمہ اور (قیامت کے دن) کافر کہے گا کہ کاش میں خاک ہوتا۔

"کلام الامام"

علل الشرائع میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ جب قیامت کا دن ہوگا اور کافر دیکھے گا کہ شیعان ابوتراب کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا کیا سامانِ راحت وثواب فراہم کر رکھے ہیں تو وہ کہے گا کہ کاش میں بھی تراب (خاک) ہوتا اور میں ان ہی شیعان علی علیہ السلام سے ہوتا۔ اسی دن کے متعلق اللہ کا یہ ارشاد ہے۔

۳۲۰۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ٥ (عبس :٢٤)

ترجمہ پھر انسان اپنی غذا کی طرف نگاہ کرے

"کلام الامام"

کافی اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر وحضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہیکہ اس آیت میں طعام (غذا) کا مطلب یہ ہے: علم الذی یا خذہ عمن یاخذ (انسان جو علم حاصل کر رہا ہے یہ دیکھے کہ وہ کس سے حاصل کر رہا ہے) (یعنی اگر علم باب العلم سے حاصل ہو تو وہ یقین ہوگا ورنہ وہ قیاس وگمان اور شک وشبہ کے علاوہ اور کچھ نہیں)۔

۳۲۱۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ٥بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ٥ (التکویر :۸،۹)

ترجمہ اور جب زندہ دفن کی جانے والی سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے ماری گئی تھی۔

"کلام الامام"

تفسیر برہان وتفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ من قتل فی مودتنا اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جنھیں ہماری مودت میں قتل کر دیا گیا۔

کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیکہ بروز قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس مودت کے بارے میں سوال کریگا جو لوگوں پر واجب کی گئی ہے اور اس کا ثبوت آیہ مودت ہے۔ اور قاتلوں سے سوال ہوگا کہ انہوں نے کس گناہ کی پاداش میں انہیں قتل کر دیا۔

۳۲۲۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ٥ (الطفیف :۱۵)

ترجمہ ہرگزنہیں،!اس دن یہ لوگ اپنے پروردگار سے پردے میں ہوں گے

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں مروی ہیکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے منزہ ہیکہ وہ کسی ایک مکان میں ہو اور اپنے بندوں سے پردہ کرلے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہیکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی نعمتوں سے محروم ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:محرومون عن ثوابه وكرامته (یہ لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ثواب اور اعزاز سے محروم ہوں گے)

تبصرۂ مولف: جو لوگ دیدار الٰہی کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نیک بندے اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور کفار و مشرکین دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے۔ چنانچہ تفہیم القرآن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:''دیدار الٰہی کا جو شرف نیک بندوں کو نصیب ہوگا اس سے یہ لوگ محروم رہینگے''۔

بخاری شریف میں مروی ہیکہ انکم سترون ربکم عیانا (تم اپنے پروردگار کو علانیہ دیکھو گے) تفہیم القرآن ہی میں یہ بھی مذکور ہیکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایت کے مطابق ابوسعید خدری اور ابوہریرہ نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھینگے۔؟! تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے جبکہ بیچ میں بادل بھی نہ ہو؟! لوگوں نے عرض کی نہیں،۔آپؐ نے فرمایا:''اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے''۔

۳۲۳۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ٥ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ٥ وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ٥ (البروج :۱.....۳)

ترجمہ قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی اور گواہی دینے والے اور جسکی گواہی دی گئی۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں ہیکہ کسی نے عبداللہ ابن عباس سے شاهد و مشهود (گواہی دینے والے اور جس کی گواہی دی گئی) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا''شاہد سے مراد روز جمعہ اور مشہود سے مراد روزہ عرفہ ہے''اس نے یہی سوال عبداللہ ابن عمر سے کیا تو انہوں نے بتایا کہ''شاہد سے مراد روز جمعہ اور مشہود سے مراد عید قربان ہے''پھر اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے یہی سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ شاھد سے مراد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود سے مراد روز قیامت ہے۔کیا تو نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:یاایها النبی انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا (الاحزاب:۴۵) (اے نبی ہم نے تمہیں شاهد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے) اور کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے:ذلك یوم مجموع له الناس و ذلك یوم مشهود (هود:۱۰۳) وہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور اس دن سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہوگا)۔

کافی اور معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ شاہد سے مراد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

تبصرۂ مولف: جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ان مختلف تفاسیر میں تضاد نہیں بلکہ یہی قرآن کی ہمہ گری کا ثبوت ہے۔ مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ شاہد و مشہود کی دیگر بہت سی تفاسیر ہیں جو عام مفسرین کے علاوہ ائمہ معصومین سے بھی مروی ہیں۔

۳۲۴۔ یَومَ تُبلَى السَّرَآئِرُ ٥ (الطارق :۹)

ترجمہ اس (قیامت کے) دن تمام چھپی ہوئی باتوں کا امتحان ہوگا۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیکہ سرائر هی اعمالکم من الصلوة والصیام والزکوة والوضو والغسل من الجنابة وکل مفروض لان الاعمال کلها سرائر خفیه فان شاء الرجل قال صلیت ولم یصل وان شاء قال توضائت ولم یتوضا فذلک قوله یوم تبلی السرائر (تمہارے اعمال یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، وضو، غسل جنابت اور تمام واجبات ہی تمہاری چھپی ہوئی باتیں ہیں۔ اگر کوئی انسان چاہے تو کہدے تو میں نے نماز پڑھ لی ہے حالانکہ اس نے نہ پڑھی ہو اور چاہے تو کہدے کہ میں نے وضو کرلیا ہے جبکہ اس نے وضو نہ کیا ہو پس اللہ کے اس ارشاد یوم تبلی السرائر کا یہی مطلب ہے۔

۳۲۵۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ٥ (الاعلیٰ :۱۵،۱۴)

ترجمہ اس نے (دین و دنیا کی) فلاح پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی اور (جب) اپنے پروردگار کے نام کو یاد کیا تو نماز پڑھی۔

"کلام الامام"

کافی میں منقول ہیکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کسی سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو اس شخص نے عرض کی کہ بندہ جب بھی اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرے تو پھر نماز پڑھ لے۔ اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے حد وحساب تکلیف دی ہے کہ وہ جب بھی اللہ کا نام لیں تو نماز بھی پڑھیں۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟! آپؑ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب بھی اللہ کو یاد کرے تو محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوۃ بھی بھیجے۔ (یعنی یہاں صلی کے معنی نماز پڑھنے کے نہیں بلکہ صلوۃ پڑھنے کے ہیں)۔

۳۲۶۔ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ٥ (الفجر :۲۲)

ترجمہ (اور قیامت کے دن) تمہارا پروردگار آجائے گا اور فرشتے صف در صف۔

"کلام الامام"

عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ بروز قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت اور اس کے قہر و غلبہ کی نشانیاں اس طرح ظاہر ہوں گی جس طرح کسی بادشاہ کے دربار میں اس کی ہیبت و جلال کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

۳۲۷۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَاٰوٰى ٥وَوَجَدَكَ ضَآلاً فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلاً فَاَغْنٰى (الضحیٰ: ۶...۸)

ترجمہ (اے رسول) کیا اس نے تمہیں یتیم پا کر پناہ نہیں دی۔؟! اور تمہیں کھویا ہوا پایا تو ہدایت کی۔ اور تمہیں نادار پایا تو مالدار کر دیا۔

"کلام الامام"

تفسیر عیاشی اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے الم یجدك یتیما فاوی (کیا اس نے تمہیں یتیم پا کر پناہ نہیں دی) کی تفسیر میں منقول ہیکہ فردا لا مثل لك فی المخلوقین فاوی الناس الیك کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے تمہیں اپنی مخلوق میں بے مثل و بے نظیر پایا تو لوگوں کو تمہاری پناہ میں دیدیا ووجدك ضالا ای ضالة فی قوم لا یعرفون فضلك فهداهم الیك (اور تمہیں اپنی قوم میں گمشدہ و ناقدر شناسہ پایا جو تمہاری فضیلت و منزلت سے ناآشنا تھی تو اللہ نے انہیں تمہارا قدر آشنا بنایا ووجدك عائلا تعول اقواما بالعلم فاغنا هم بك (اور علم و آگہی میں تمہیں لوگوں کا سرپرست بنایا کہ وہ تمہارے سبب علم و دانش میں مالدار ہو گئے۔

تبصرۂ مولف: یتیم عربی میں بے مثل و نظیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے خود اردو میں بھی "دریتیم" انمول موتی کے معنی میں مستعمل ہے۔ مفسرین نے الم یجدك یتیما فاوی کی تفسیر میں لکھا ہے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم پیدا ہوئے تو اللہ سبحانہ وتعالی نے پہلے حضرت عبدالمطلب اور آپ کے بعد حضرت ابو طالب کی سرپرستی کا انتظام فرمایا۔

ووجدك عائلا فاغنی کی تفسیر یوں بھی کی گئی ہے کہ آپ نادار تھے تو آپ کو جناب خدیجہ جیسی باثروت و دولت زوجہ عطا کی جس کی دولت اسلام اور مسلمانوں کے کام آتی رہی۔

۳۲۸۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ٥ (الانشراح: ۷)

ترجمہ (اے رسول) جب تم فارغ ہو جاؤ تو قائم کر دو۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے رسول سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے رسول جب تم اپنے کار رسالت کو انجام دے چکو اور امور نبوت سے فارغ ہو جاؤ تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے جانشین و خلیفہ کی حیثیت سے قائم کر دو۔

تبصرۂ مولف: اہل سنت کے مشہور و معروف مفسر محمد بن احمد قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں یہ روایت لکھی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دوسری روایت میں منقول ہیکہ فاذا فرغت من حجتك فانصب علیا للناس (اے رسول جب تم اپنے حج سے فارغ ہو جاؤ تو لوگوں کیلئے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو مقرر کر دو) چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے بعد جبکہ کار رسالت انجام پا چکا تو غدیر کے مقام پر مولائے کائنات کی خلافت و امامت کا اعلان فرما دیا جس کی تفصیل نہ صرف شیعہ بلکہ سنی کتب تواریخ میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۳۲۹۔ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (سجدہ واجب) (العلق : ۱۹)

ترجمہ (اے رسول) تم ہرگز اس (ابوجہل) کی طرف توجہ نہ دو اور سجدہ بجالاؤ اور قرب (خدا) حاصل کرو۔

"کلام الامام"

کافی اور عیون اخبار الرضا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہیکہ اقرب مایکون العبد من الله اذاکان ساجدا (بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بحالت سجدہ قربت کی معراج پر ہوتا ہے) اور اس کا ثبوت یہی آیت ہے۔

۳۳۰۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

(القدر : ٤، ٥)

ترجمہ اس (شب قدر) میں فرشتے اور روح اپنے رب کے فرمان کے مطابق ہر حکم کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہ صبح صادق تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں منقول ہیکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا روح سے مراد جبرئیل ہیں۔؟! آپؑ نے ارشاد فرمایا: جبرئيل من الملئكة والروح اعظم من الملئكة ان الله عزوجل يقول : تنزل الملئكة والروح (جبرئیل ملائکہ میں سے ہیں اور روح ملائکہ سے زیادہ عظیم المرتبت ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں۔ (یعنی ملائکہ اور روح دو علیحدہ وجود ہیں)۔

کافی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کیلیہ فرشتے اور روح احکام خدا کو لے کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر نازل ہوتے ہیں۔؟! ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ اہل آسمان پر تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اللہ اور اسکے احکام کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو۔ لھذا ماننا پڑے گا کہ یہ فرشتے اور روح ان کے احکام کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں اب اگر وہ زمین پر نازل ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ زمین پر کوئی ایسی محترم و معزز فرد ہو جس کے پاس اللہ کے یہ احکام پہنچائے جاتے ہیں۔ یہی حجة الله فی الارض ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اے ہمارے شیعو۔! اگر تم سورۂ قدر سے مباحثہ کرو تو ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب آؤ گے۔ اللہ کی قسم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق پر یہ سورہ حجت خدا ہے۔ آپؑ نے مزید فرمایا کہ جب رسالتمآب معراج پر گئے تو آپؐ کو گزشتہ اور آئندہ تمام واقعات کا علم دیدیا گیا لیکن یہ علم اجمالی تھا جسکی تفصیل آپؐ کو اور آپ کے بعد آپ کے تمام اوصیاء معصومین علیھم السلام کو ہر شب قدر بھیجی جاتی ہے۔ یہی وہ امور ہیں جن میں ملائکہ اور روح اپنے ساتھ صاحب امرؑ کے پاس لے آتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ فرشتے اور روح خلیفہ کے پاس آتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ اپنے احکام کسی کافر و فاسق کے پاس نہیں بھیجتا جو خلافت الٰہیہ کا غاصب ہو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فرشتے اور روح شب قدر احکام خدا لے کر کہیں بھی نہیں آتے تو اس سے (معاذ اللہ) قول اللہ سبحانہ وتعالیٰ بے معنی ہوجاتا ہے۔

تفسیر قمی میں منقول ہےکہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا شب قدر ہر سال واقع ہوتی ہے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر شب قدر اٹھالی جائے تو قرآن بھی اٹھالیا جائے۔ تفسیر برہان میں مروی ہے کہ کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ کو علم ہے کہ شب قدر کب ہوتی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیف لا نعرف والملائکة تطوف بنافیها (ہمیں کیونکر نہ معلوم ہو جبکہ اس رات فرشتے ہمارے گرد طواف کرتے ہیں)۔

تبصرۂ مولف: شب قدر کے تعین میں مختلف روایات ہیں لیکن مشہور یہی ہے کہ وہ انیسویں، اکیسویں، یا تیئسویں رات ہے۔ اس ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو حدیث منقول ہے اس سے ان اختلافات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: التقدیر فی لیلة القدر تسعة عشر والابرام فی لیلة احدی و عشرین والامضاء فی لیلة ثلاث و عشرین (انیسویں شب تقدیر مقرر ہوتی ہے، اکیسویں شب انہیں قطعیت ملتی ہے اور تیئسویں شب تقدیر نافذ ہوجاتی ہے)

۳۳۱۔ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

(التکاثر: ۱۔۔۔۴)

ترجمہ کثرت (مال) کے حصول میں مسابقت نے تمہیں مدہوش کر رکھا ہے یہاں تک کہ (اسی عالم میں) تم قبروں تک پہنچ گئے۔ نہیں نہیں تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر (سمجھ لو) تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔

"کلام الامام"

نہج البلاغہ میں منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین نے ان آیات کی تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: یاله مراماما ابعده وزورا ماأغفله و خطراما فظعه لقداستخلوا منهم ای مذکروتناو شوهم من مکان بعید افبمصارع آبائهم یفخرون ام بعد یدالهلکیٰ یتکاثرون یرتجعون منهم اجساداخوت وحرکات سکنت ولان یکونوا عبرا احق من ان یکونو امفتخرا ولان یهبطهوابهم جناب ذلة احجی من ان یقوموابهم مقامه عزة (ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر و مباہات کرنے والے مقصد سے کس قدر دور ہیں اور قبروں پر آنے والے کیسی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یہ کیسی مشکل منزل ہے۔ انہوں نے ان قبروں کو عبرت سے خالی سمجھ رکھا ہے اور دور دراز مقام سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کیا وہ اپنے آبا و اجداد کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں یا اپنے مردہ رشتہ داروں کی کثرت سے اپنی تعداد میں اضافہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ بے جان جسموں اور ساکن حرکات کو پلٹانا چاہتے ہیں۔ یہ مردے سبب فخر و مباہات بننے سے زیادہ درس عبرت بننے کے لائق ہیں۔ ان مردوں کی وجہ سے عجز و انکسار کے نشیب میں اترنا، عزت و سربلندی کے مقام پر کھڑے ہونے سے زیادہ مناسب ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یقول ابن آدم مالی مالی ومالك من مالك الاماأكلت فافنيت اور لبست فابليت او تصدقت فامضيت (ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرے لئے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے مال میں سے صرف وہی حصہ تیرا ہے جو تو کھالے تو وہ فنا ہوجائے یا پہن لے تو وہ پھٹ جائے یا پھر صدقہ دے تو وہ راہ خدا میں چلا جائے) تو پھر تیرا رہا ہی کیا۔؟!)

فخر و مباہات کے ضمن میں کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جو اس کمزوری کے نفسیاتی

پہلو کو جا گرکرتی ہے۔ آپ نے فرمایا: مامن رجل تکبر او تجبر الا لذلة وجدها فی نفسه کوئی آدمی تکبر اور دوسروں پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا مگر اس ذلت واحساس کمتری کی وجہ سے جسے وہ اپنے نفس میں پاتا ہے۔

تبصرۂ مولف: مفسرین ومورخین بیان کرتے ہیں کہ بنی عبد مناف اور بنی سہم کے لوگ اپنی دولت وثروت اور اپنے افراد قبیلہ کی تعداد پر فخر کرتے ہوئے اپنی کثرت کے اظہار کیلئے اپنے قبیلہ کے مردوں کو بھی شمار کرنے لگے جس پر ان آیات کا نزول ہوا جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد سے واضح ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ اس سورہ میں کلا سوف تعلمون (نہیں نہیں تمہیں عنقریب معلوم ہوجائیگا) دومرتبہ اسلئے آیا ہے کہ وہ پہلے زمانہ رجعت میں اور پھر دوسری مرتبہ قیامت میں یہ بات جان لیں گے۔

۳۳۲۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ○ (التکاثر : ۸)

ترجمہ پھر اس دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

"کلام الامام"

تفسیر برہان میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں منقول ہیکہ لوگوں نے النعیم (اس نعمت) کی کئی تفسیریں کردی ہیں کوئی اس نعمت سے مراد ٹھنڈا پانی سمجھتا ہے تو کوئی لذیذ غذا اور کوئی آرام دہ نیند۔ جب یہی باتیں میرے جد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں ہوئیں تو آپ کے چہرے پر آثار غضب نمایاں ہوئے تھے۔ اور آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ ہرگز اپنے بندوں سے ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرے گا جو اس نے انہیں اپنے فضل واحسان سے عطا کی ہیں۔ وہ تو مخلوق کیلئے تک احسان جتانے کو پسند نہیں فرماتا۔ لھذا ایسا نہیں بلکہ النعیم سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ومودت ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر برہان میں منقول ہیکہ جناب ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ النعیم سے کیا مراد ہے؟ تو آپؑ نے ان سے پوچھا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ النعیم کیا ہے۔؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس سے مراد آب وغذا ہے۔ اس پر آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بروز قیامت تم سے ہر لقمہ طعام اور ہر جرعۂ آب کے بارے میں سوال کرے تو تم اپنے حساب وکتاب کیلئے بہت دیر تک کھڑے رہو گے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر النعیم (اس نعمت) سے کیا مراد ہے۔؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اس نعمت سے مراد ہم اہلبیت ہیں کہ ہمارے ذریعہ اللہ نے اپنے بندوں کو نعمت عطا فرمائی۔ انہیں انکے اختلاف کے بعد محبت و یگانگت سے سرفراز فرمایا، ان کے قلوب کو ہماری وجہ سے آپس میں انس بخشا اور انہیں ایک دوسرے کا برادر بنادیا جبکہ اس سے قبل ان میں عداوت تھی اور ہمارے ذریعہ انہیں اسلام کی جانب ہدایت دی۔۔۔۔۔۔۔

۳۳۳۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ (الکوثر : ۲،۱)

ترجمہ (اے رسول) ہم نے تمہیں کثرت نسل عطا کی ہے تو اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھو اور نحر کرو۔

"کلام الامام"

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیکہ نحر سے مراد نماز میں ہاتھوں کو اس طرح بلند کرنا ہے کہ دونوں ہتھیلیاں قبلہ رخ رہیں۔

تفسیر مجمع البیان ہی میں مروی ہیکہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو جبرئیل نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آغاز نماز میں تکبیر کہتے ہوئے، رکوع کے وقت اور رکوع سے قیام میں جاکر اور سجدہ کے وقت جب آپ تکبیر کہیں تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کریں کیونکہ ہماری اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی صورت نماز یہی ہے۔ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور زینتِ نماز یہ ہیکہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ بلند کئے جائیں۔

تبصرۂ مولف: عربی میں نحر کرنا ذبح کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اسلئے گلے یا گردن کو نحر کہتے ہیں کہ یہیں سے جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ چونکہ بوقت تکبیر رفع یدین میں گلے تک ہاتھ اٹھتے ہیں لھذا وانحر کا مطلب جو احادیث میں وارد ہوا ہے یہی رفع یدین ہے۔

۳۳۴۔ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝ (الکافرون:۲...۵)

ترجمہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرتے جو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

"کلام الامام"

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ ایک زندیق ابوشاکر دیصانی نے مومن طاق ابوجعفر احول محمد بن علی نعمانی سے پوچھا کہ اس سورہ میں ان آیات کی تکرار کیوں ہے کیا کسی حکیم وعاقل کے کلام میں اس طرح کی تکرار ممکن ہے۔؟! مومن طاق ابوجعفر احول اس اعتراض کا جواب نہ دے سکے لیکن جب وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام علیہ السلام سے ان آیات کی تفسیر پوچھی۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ان آیات کی تکرار کی وجہ یہ ہے کہ کفار قریش نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ آپؐ ایک سال تک ہمارے خداؤں کی عبادت کریں پھر دوسرے سال ہم آپؐ کے خدا کی عبادت کرینگے اس کے بعد والے سال پھر آپؐ ہمارے خداؤں کی عبادت کرینگے اس کے بعد والے سال پھر آپؐ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں پھر اس کے بعد والے سال ہم آپؐ کے خدا کی عبادت کرینگے جس انداز میں قریش نے تجاویز پیش کی تھیں اسی انداز میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تجاویز مسترد فرمائیں۔ جب یہ جواب ابوجعفر احول نے ابوشاکر دیصانی کو سنایا تو اس نے کہا: ھذا ما حمله الابل من الحجاز یہ جواب تو حجاز سے اونٹوں پر بار ہوکر آیا ہے (یعنی یہ جواب تم نے نہیں بلکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دیا ہے)۔

یا اللہ میری اس حقیر سعی کو بطفیل محمد وآل محمد علیھم السلام قبول فرما، اس میں مجھ سے جو غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں انہیں عفو فرما، اسے میری، میرے والدین اور میرے متعلقین کی نجات کا ایک سبب قرار دے۔

والحمدالله رب العالمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین واله الطیبین الطاهرین۔

المتمسک بالثقلین
سید شائق حسین

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ
۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ یا محمدؐ یا علیؑ

پی ڈی ایف سازی

منجانب

منظر ایلیاء shia books pdf

MANZAR AELIYA HYDERABAD INDIA